عربوں کی نظر میں

قدیم ہندوستانی مذاہب و معاشرہ

Qadeem Hindostani Mazaheb-o-Maashra

-Dr. Abida Khatoon

ڈاکٹر عابدہ خاتون

عربوں کی نظر میں

قدیم ہندوستانی مذاہب و معاشرہ

ڈاکٹر عابدہ خاتون

Marfat.com

Marfat.com

یہ کتاب
فخرالدین علی احمد میموریل کمیٹی حکومت اترپردیش، لکھنؤ
کے مالی اشتراک و تعاون سے
اشاعت پذیر ہوئی۔

عربوں کی نظر میں

قدیم ہندوستانی مذاہب و معاشرہ

اس تحقیقی مقالہ پر مصنفہ کو لکھنؤ یونیورسٹی نے

پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری عطا کی

ڈاکٹر عابدہ خاتون

Marfat.com

جملہ حقوق اشاعت بہ حق مصنفہ محفوظ ہیں۔

135612

مصنفہ : ڈاکٹر عابدہ خاتون

ناشر : ڈاکٹر عابدہ خاتون

تعداد اشاعت : چھ سو

اشاعت اول : ۱۹۸۹ء

قیمت : ۴۴ روپے

مطبع : سرفراز پریس لکھنؤ

ملنے کے پتے

ڈاکٹر عابدہ خاتون ۱۵۹-۱۵۵ ۔ امیر منزل، نیا گاؤں (ویسٹ) لاٹوش روڈ ۔ لکھنؤ

مرکز ادب اردو

۱۳۷ ۔ شاہ گنج لکھنؤ ۲۲۶۰۰۳

Marfat.com

انتساب

اپنے شفیق و مہربان والد (بابوجی)

جناب محمد یونس صاحب قبلہ مرحوم

کے نام

جنھوں نے تحقیقی کام کرنے کا بھرپور حوصلہ دیا

اور جب یہ کام تکمیل کے مرحلے میں پہنچا تو

وہ ہمارے درمیان نہیں رہے۔ ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

ڈاکٹر عابدہ خاتون

مصنفہ ایک نظر میں

نام: عابدہ خاتون

والد: جناب محمد یونس صاحب

پتہ: 1059 - امیر منزل - نیا گاؤں (مغربی)
لاٹوش روڈ، لکھنؤ

آبائی سکونت: قصبہ منڈاور ضلع بجنور یوپی

تعلیم: ایم۔اے (قدیم ہندوستانی تاریخ) لکھنؤ یونیورسٹی
پی ایچ۔ڈی سنہ ۱۹۸۴ء

پیش لفظ

ہندوستان کے ساتھ مستقل طور پر تعلق قائم رکھنے والے غیر ممالک میں عرب ممالک کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ شمال مشرق میں انتہائی قریبی پڑوسی ہونے کے سبب عرب ہندوستان کے جغرافیائی حالات سے بخوبی واقف تھے اور اپنے اپنے علاقوں کی مختلف چیزوں کا ہندوستان سے لین دین کیا کرتے تھے۔

ہندوستان کی قدیم تاریخ کے سلسلے میں میگس تھنیز ([illegible]) فاہیان ([illegible]) اور ہیون سانگ ([illegible]) کا جو مقام ہے وہی حیثیت ہندوستان کے مہاکال سے قبل ([illegible]) کی تاریخ میں عرب سیاحوں اور مسافروں کا ہے۔ بعض عرب مصنفین خود تو ہندوستان نہیں آئے تھے لیکن ہندوستان کے سلسلے میں جانکاری حاصل کرنے میں انھیں کافی دلچسپی تھی۔ علم کی اس جستجو میں انھوں نے ہندوستان کا سفر کرنے والوں سے یہاں کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور اسے اپنی کتاب کا موضوع بنایا۔

پیش نظر مقالے میں ۲۴ عرب مصنفین کی تصنیفات سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ان میں بیشتر کی تحریریں حقیقی ترجمانی کرتی ہیں تاہم ان میں سلیمان سوداگر، ابوزید سیرافی، مسعودی، ادریسی، ابن خردادبہ، ابن رستہ، بزرگ بن شہریار، بشاری مقدسی اور البیرونی کے سفرنامے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

مسعودی نے تاریخ نویسی میں ایک نئے طرز کی بنیاد ڈالی جس میں حکمراں خاندان کے بادشاہوں اور راجاؤں نیز واقعات کو بنیاد بنا کر حالات درج کیے جاتے تھے۔

درحقیقت اُس کے اِس طرزِ تحریر کا سبب اُس کا وسیع مشاہدہ تھا اُس نے "مروج الذہب" اور "معادن الجواہر" نامی مشہور کتابیں لکھیں جو قدیم ہندوستان کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔

مسعودی نے ملتان کے مشہور سورج مندر کی شان و شوکت کا ذکر کیا ہے۔ اس کی تحریروں سے ہندوستانی عوام کا مندروں سے لگاؤ اور مذہبی عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ اُس نے سورج مندر کو سونے کی سرائے۔ بیت الذہب وغیرہ ناموں سے مخاطب کیا ہے۔ اس مندر کے اندر موجود سرمایہ مال و دولت کا زیادہ تر عرب سیاحوں نے تذکرہ کیا ہے۔ بلاشبہ یہ مندر ہندوستان کی ایک مشہور زیارت گاہ رہا ہوگا۔ مسعودی نے ہندوستانی باشندوں کے متعلق لکھا ہے کہ یہ لوگ سفید دانتوں اور پان نہ کھانے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ اُس نے یہ بھی لکھا ہے کہ موسیقی اور اُس کے لوازمات کے ذریعہ اُن میں بیک وقت لوگوں کو ہنسانے اور رُلانے کی مہارت پائی جاتی ہے۔

سلیمان سوداگر نے بھی ہندوستان کا سفر کیا تھا حقیقت میں سلیمان کا زمانہ پہلے کا ہے اور مسعودی کا تعلق زمانہ مابعد سے ہے۔ عراق سے چین تک کے طویل خطے کی اُس نے سیاحت کی تھی۔ ہندوستان کے بندرگاہوں کے سلسلے میں اُس کی معلومات بہت وسیع ہیں۔ اُس نے "سلسلۃ التواریخ" نامی کتاب میں ہندوستانیوں کے رہن سہن، مذہبی سرگرمیوں اور مروجہ رسم و رواج کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ سلیمان نے ہندوستان میں لمبی لمبی داڑھیاں رکھنے کا رواج بتایا ہے۔ اس کے مطابق یہاں تین تین ہاتھ کی لمبی داڑھیاں رکھی جاتی تھیں۔

ابو زید سیرانی نے اپنی کتاب "کتاب الثانی" میں ہندوستانی عوام کے معاشرتی و مذہبی حالات پر بیش بہا خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اُس نے ہندوستانی باشندوں کے

کھانے پینے کے طور طریقوں میں صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھنے کا ذکر کیا ہے۔ اُس کے مطابق ایک برتن میں دو آدمی کھانا نہیں کھاتے تھے اور اسے صحت کے لیے مضر سمجھا جاتا تھا۔ ایک اور موقع پر اُس نے عورتوں کی حالت کا ذکر کیا ہے۔ ہندوستان کے زیادہ تر راجہ اپنی بیگمات کو رعایا کے درمیان لانے میں ہچکچاہٹ نہیں محسوس کرتے بلکہ دوسروں کے سامنے بھی ان کی بیویاں بے روک ٹوک جا سکتی ہیں۔ ابوزید نے سلیمان کی کتاب کی تصحیح کی ہے اور اسے مکمّل کرنے کا بھی اہتمام کیا ہے۔

بشاری مقدسی نے "سندھ" کا سفر کیا تھا اس نے اپنی کتاب میں ہندوستان کے مختلف صوبوں اور شہروں کا الگ الگ ذکر کیا ہے۔ مختلف علاقوں کی پیداوار اور وہاں کی صنعت و حرفت کا بھی ذکر ہے۔ اُس نے کھمبایت (खम्भात) کے جوتوں کی بھی تعریف کی ہے جو یہاں سے تیار ہو کر باہر بھیجے جاتے تھے۔

بزرگ بن شہریار نے ہندوستان کے یوگی عبادت گزاروں کی خدا سے اٹوٹ رشتہ کا ذکر کیا ہے۔ یہاں کے سادھو "بیکور" کہے جاتے ہیں۔ سردیوں میں وہ بالکل ننگے رہتے ہیں اُس نے بنی مان جزیرہ میں لوگوں کے درمیان رائج ایک عجیب شادی کا ذکر کیا ہے کہ وہاں کسی عورت سے شادی کرنے سے پہلے کسی آدمی کو مار کر اُس کی کھوپڑی پیش کرنا ضروری ہے ہندوستانی تاریخ میں اس قسم کا کوئی دوسرا واقعہ کہیں نہیں ملتا۔ ممکن ہے کہ اس عرب سیّاح نے کسی غیر مہذّب قبیلہ میں اس قسم کا رواج دیکھا ہو۔

عبدالکریم شہرستانی نے گائے سے ہندوستانیوں کی عقیدت کا تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ ہندوستانی گائے کی پوجا کرتے ہیں اور اُس پر ہاتھ پھیر کر اپنے گناہوں کا ازالہ کرتے ہیں۔ ہندو دھرم میں گائے سے یہ عقیدت قدیم زمانے سے لیکر آج تک رائج ہے۔

جاحظ نے ہندوستانیوں کی علمی لیاقت کا ذکر کیا ہے "یہاں کے لوگ جیوتش، ریاضی، طب، شاعری، خطابت، فلسفہ، ادب، منطق، گیان دھیان، اور جھاڑ پھونک سے واقف ہیں۔ سانپ کا

زہر منتر کے ذریعہ بے اثر کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ شطرنج کا کھیل ہندوستانیوں کی عقلمندی اور ذہانت کا بہترین ثبوت ہے۔ گیارہویں صدی عیسوی کا مشہور مورخ " البیرونی " عربی فارسی اور سنسکرت کا عالم تھا اُس نے ہندوستانی عوام کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے پہلوؤں کا جیتا جاگتا نمونہ پیش کیا ہے۔ اُسے ہندوستان کے متعلق زیادہ سے زیادہ واقفیت حاصل کرنے کی دھن سوار تھی۔ اسی وجہ سے اُس نے ہندوستان میں قیام کر کے سنسکرت زبان و ادب کا علم حاصل کیا تھا۔

زمانۂ قدیم سے بارہویں صدی عیسوی تک مختلف عرب سیّاحوں نے ہندوستان کا سفر کیا تھا اور بعض عرب مصنّفین نے عرب میں ہی رہ کر ہندوستان کے متعلق معلومات حاصل کر کے اپنے خیالات پیش کیے۔ اُن سیّاحوں کے سفر ناموں اور تذکروں کو اس کتاب کا ماخذ بنایا گیا ہے۔ اُن میں سے مشہور سیّاحوں کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ حافظ عمر بن بحر۔ ۲۔ ابوالقاسم عبید اللہ بن خرداذبہ۔ ۳۔ سلیمان سوداگر۔ ۴۔ ابوزید حسن سیرافی۔ ۵۔ بلاذری۔ ۶۔ یعقوبی۔ ۷۔ ابن فقیہہ۔ ۸۔ ابن رستہ ۹۔ بزرگ بن شہریار۔ ۱۰۔ مسعودی۔ ۱۱۔ مطہر بن طاہر مقدسی۔ ۱۲۔ اصطخری۔ ۱۳۔ بشاری۔ ۱۴۔ ابن ندیم۔ ۱۵۔ عبدالقاہر بغدادی۔ ۱۶۔ ابن حوقل۔ ۱۷۔ قاضی صاعد اندلسی۔ ۱۸۔ عبدالکریم شہرستانی۔ ۱۹۔ قاضی رشید بن زبیر۔ ۲۰۔ شریف ادریسی۔ ۲۱۔ ابن ابی اصیبعہ۔ ۲۲۔ رشید الدین۔ ۲۳۔ قزوینی۔ ۲۴۔ گردیزی۔

یہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں عرب مصنّفین کا مختصر تعارف اور ان کی لکھی ہوئی کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

دوسرے باب میں عرب مصنّفین کے ذریعہ تحریر کی گئی ہندوستان کی جغرافیائی حالت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اسی سلسلے میں ندیاں، پہاڑ، جزیرے، میدان اور ساحلی علاقوں کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں سے زیادہ تر مقامات کا اب اُن کے موجودہ ناموں سے

Marfat.com

موازنہ کرنا ایک بہت ہی مشکل کام ہے۔ جہاں مطابقت ممکن ہو سکی ہے اُس کا اظہار کر دیا گیا ہے۔

تیسرے باب میں ہندوستان پر ہونے والے عرب حملوں اور انہیں ناکام بنا دینے کیلئے "گرجر پرتیہار" خاندان کی کوششوں کا ذکر ہے۔ کچھ پرتیہار بادشاہوں میں ناگ بھٹ (اول) ناگ بھٹ (دوم) مہر بھوج مہاپال وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ پرتیہار خاندان کی وطن پرستی قابل تعریف رہی ہے۔

چوتھے باب میں ہندوستان میں عربوں کی آمد اور اُس کے نتائج کا ذکر ہے۔

پانچویں باب میں عرب سیاحوں کے ذریعہ تحریر کردہ قدیم ہندوستانی معاشرت کے تمام پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سماج میں طبقے کی تقسیم کے اعتبار سے طبقہ اور ذات کا نظام، رسم و رواج، شادی بیاہ، عورتوں کی حالت، موت و زندگی، روزمرّہ کے معمولات وغیرہ کی تفصیل پر یہ باب مشتمل ہے۔

چھٹے باب میں عرب مصنفین کی کتابوں پر مبنی ہندوستانیوں کے مذہبی حالات درج کیے گئے ہیں۔ چنانچہ اس باب کے تحت یہاں رائج مورتی پوجا کے ساتھ ساتھ مختلف مذہبی فرقوں کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔ اس میں وشنو مذہب، شیو مذہب، دیوی کی عبادت، سورج کی پوجا نیز دیگر مختلف دیوی دیوتاؤں کی پوجا کا ذکر کیا گیا ہے۔ بودھ مذہب اور جین مذہب کے مروجہ طریقوں کو عرب مصنفین نے خود تحریر کیا ہے۔

زیر نظر کتاب کی ترتیب و تالیف میں جن ارباب علم و دانش سے مجھے تعاون ملا ہے میں اُن کی خلوص دل سے ممنون و متشکر ہوں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد اسحاق ڈی۔ ایس سی صدر شعبۂ ریاضی کیلی فورنیا یونیورسٹی، پروفیسر محمد رضوان علوی ڈین فیکلٹی آف آرٹس لکھنؤ یونیورسٹی اور ڈاکٹر سید توقیر عابدی کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ عابدی صاحب کے مقالے سے تو مجھے بھرپور استفادے کا موقع ملا۔

بعض نہایت اہم مواد اور کتابیں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی مولانا آزاد لائبریری سے

مجھے حاصل ہوئیں جس کے لیے میں وہاں کے ذمہ داروں کی بے حد ممنون ہوں خاص طور پر پروفیسر عزیز ٹونکی شعبہ جغرافیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی شکر گزار ہوں جنھوں نے ضروری مواد اور کتابوں کی فراہمی میں مجھے تعاون دیا۔ میں لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبہ قدیم ہندوستانی تاریخ کے صدر، پروفیسر بی۔ این۔ سری واستوا کی متشکر ہوں جنھوں نے مجھے ریسرچ کا حوصلہ اور قیمتی تعاون سے نوازا۔

میرے اس مقالے کے نگراں ڈاکٹر شیلیندر ناتھ کپور کی محبت، دعائیں اور رہنمائی قدم قدم پر میرا سہارا بنی۔ ان کا شکریہ ادا کرنے کے لیے درحقیقت میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔

میری خوش نصیبی ہے کہ برادر محترم جناب محمد شاہد نے تحقیقی کام کے دوران پیش آنے والی دشواریوں کو دور کر کے نہ صرف میرا حوصلہ بڑھایا بلکہ والد صاحب قبلہ کے انتقال کے بعد ان کی مزید شفقت و محبت نے مجھے کسی کمی کا احساس نہ ہونے دیا۔ اسی طرح برادر عزیز محمد شکیل سلّمہ نے اس مقالے کی طباعت و اشاعت کے دوران تگ و دو کر کے میری بہت سی الجھنوں کو کم کیا۔ میری پیاری بہن خالدہ خاتون ایم اے (اردو) نے پروف ریڈنگ کر کے جو دیدہ ریزی کی ہے میں اس کا شکریہ کہاں ادا کر سکتی ہوں۔

میں جناب نثار اعظمی لکچرر شعبہ عربی لکھنؤ یونیورسٹی کی بھی انتہائی ممنون و متشکر ہوں جنھوں نے تحقیقی مقالے کے اردو ترجمہ پر نظر ثانی کی کیوں کہ بنیادی طور پر یہ مقالہ ہندی میں تحریر کیا گیا تھا اس کے علاوہ کتاب کی تزئین عمدہ کتابت و طباعت کے سلسلے میں بھی مجھے ان کا تعاون حاصل رہا۔

آخر میں اپنے محترم بزرگ جناب شاہ شبیر عطا جاوید صاحب سجادہ نشین سلون کا ذکر کیے بغیر میں نہیں رہ سکتی جن کی پُر خلوص دعاؤں اور شفقت و محبت کے زیر سایہ میرا کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

عابدہ خاتون

فہرست

	عنوانات	صفحہ
پہلا باب	مشہور عرب مصنفین اور ان کا مختصر تعارف	۱۷
	سلیمان تاجر۔ ابن خردادبہ۔ الجاحظ۔ بلاذری۔ یعقوبی ابوزید سیرفی۔ ابن حوقل۔ الاصطخری۔ المسعودی۔ ابن ندیم۔ البیرونی۔ ادریسی۔ عبدالکریم شہرستانی۔ القزوینی۔ ابن ابی اُصیبعہ۔ رشید الدین حمد۔ ابن رستہ۔ ابن فقیہہ ہمدانی۔ قاضی صاعد اندلسی۔ بزرگ بن شہریار۔ بشاری مقدسی۔ قاضی رشید بن زبیر۔ طاہر مقدسی۔ گردیزی۔	
دوسرا باب	عرب مصنفین کی نظر میں ہندوستان کا جغرافیہ	۴۹
	مشہور صوبے اور شہر	
	پہاڑ۔ دریا۔ جزیرے	
تیسرا باب	عرب حملہ آور اور گرجر پرتیہار خاندان	
	ناگ بھٹ اوّل۔ ناگ بھٹ دوم۔ بھوج راج اوّل۔ مہی پال اوّل۔ راجیہ پال۔ ترلوچن پال۔	

	عنوانات	صفحہ
چوتھا باب	**عربوں کی آمد اور اس کے نتائج** محمد بن قاسم کا حملہ دیول کی فتح۔ نیرون کی فتح۔ سیستان کی فتح۔ سیسم یا سیدبی کی فتح۔ اشبہار قلعے کی فتح۔ راہر پر حملہ بر ہمناباد پر حملہ۔ اَرُور کا محاصرہ۔ بابیا کی فتح۔ اِصقلندا کی فتح۔ سکہ کی فتح۔ ملتان کی فتح۔	۱۲۲
پانچواں باب	**عرب مصنفین کی نظر میں ہندوستانی معاشرہ** طبقہ اور ذات کا نظام۔ طبقاتی نظام۔ ذات پات۔ عرب سیاحوں کی نظر میں ذات پات کی تقسیم:۔ برہمن۔ چھتری۔ ویش۔ شودر۔ کھتری (کھتری) نچلا طبقہ:۔ دھوبی۔ موچی۔ جادوگر۔ ٹوکری اور ڈھال بنانے والے۔ ملاح۔ جُنکر۔ ہاڈی۔ ڈوم۔ چنڈال۔ وگھتو۔ آشرم کا نظام: برہمچریہ آشرم۔ گرہستھ آشرم۔ وان پرستھ آشرم۔ سنیاس آشرم۔ عرب سیاحوں کے بیان کردہ سنسکار (رسومات): گربھا دان سنسکار۔ پُنسون سنسکار۔ سیمنتونین سنسکار۔ جات کرم سنسکار نام کرن سنسکار۔ نشکرمن سنسکار۔ آن پراشن سنسکار۔ چول یا چوڑا کرم سنسکار۔ کنر ویدھ سنسکار۔ ودیا رمبھ سنسکار۔ جنتا شورج سنسکار	۱۲۴

صفحہ	عنوانات	

آپ نین سنسکار - وواد سنسکار - انتم یا انتیشٹھ سنسکار -
شادی - شادی کی عمر - شادی کا طریقہ - شادی کی قسمیں - جہیز
عورتوں کی حالت :- بیوہ کی شادی - پردہ کا چلن - ستی
کا چلن - عورتوں کی خوبصورتی - طوائف کا
چلن - دیوداسی کا رواج - بدچلنی (ناجائز تعلقات)
سماجی زندگی میں تعلیم :- ریاضی - علم طبقات الارض - علم طب
قواعد - علم کیمیا - اندرجال (جادو) علم نجوم -
علم ہیئت (دیکھتر) علم مناظرہ - بلاغت
منتر (جھاڑ پھونک) علم جار علم موسیقی علم فلسفہ
وید کی اہمیت اور اس کی تعلیم - زبان انشاپردازی
رسم الخط - لکھنے کا سامان - لکھنے کا انداز - کتھا
(کہانی) شاعر کی عزت اور شاعری کا رواج -
کار خیر اور اس کے طریقے - درس و تدریس کا انتظام
اور درسگاہیں -
کھانا پینا (طعام و شراب) :- گوشت پر مشتمل خوراک - اناج پر
مشتمل خوراک - سبزیاں اور پھل - مٹھائیاں -
کھانے کا طریقہ - پینے کی چیزیں (شراب وغیرہ) پان
لباس اور آرائش و زیبائش :- لباس - پاؤں کا محافظ (جوتا)
زیورات
تفریحات اور روزمرہ کے معمولات :- شطرنج - چوسر اور جوا -

	عنوانات	صفحہ
	موسیقی والا موسیقی۔ حیرت انگیز کھیل۔ چوپایوں اور پرندوں کو پالنا۔ جانوروں اور پرندوں کا شکار۔ روزمرہ کا برتاؤ۔ مذہبی رواداری۔	
چھٹا باب	**عرب مصنفین کی نظر میں ہندوستان کی مذہبی حالت** مختلف مذہبی فرقے:۔ مہاکالیہ فرقہ۔ دین کیتیہ فرقہ۔ چندر بھکت فرقہ۔ بکرنتی نیہ فرقہ۔ اصحاب روحانیات۔ دکھی نیہ فرقہ۔ جلہ دکیہ جل کیتیہ فرقہ۔ بادونیہ فرقہ۔ آن واتریہ (اگنی ہوتری) فرقہ۔ باہودیتیہ فرقہ۔ (ممکنہ شیو فرقہ) باس دیہ فرقہ۔ کاب لیہ فرقہ۔ بہا بھوجیہ فرقہ۔ گنگا یاتری اور راجپوتیہ فرقہ۔ برکس ہیکیہ فرقہ۔ صابئیہ۔ مورتی پوجا اور وشنو دھرم۔ شیو دھرم۔ دیوی پوجا۔ سوریہ (سورج) پوجا۔ بودھ اور جین دھرم۔	۲۹۵
	حوالے: عربی اور فارسی کی اصل کتابیں اور ان کے ترجمے ہندی کی نسخی کتابیں۔ سنسکرت کی کتابیں۔ اردو کتابیں **ببلوگرافی:** جدید انگریزی ماخذ (اصل کتابیں اور ترجمے) انگریزی رسائل اور میگزین۔	۳۴۷

پہلا باب
مشہور عرب مصنفین اور اُن کا مختصر تعارف

۱۔ سلیمان سوداگر

ہندوستان کا سفر کرکے یہاں کا آنکھوں دیکھا حال تحریر کرنے والا یہ پہلا عرب مصنف ہے، جس کی کتاب قدیم تاریخ سے متعلق معلومات کی بنیاد سمجھی جاتی ہے ۱۷۱۸ء میں سلیمان کے سفرنامہ کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کرکے اسے۔ بے نیاد ڈیسٹلے نے پیرس سے شائع کیا ۱۸۱۱ء لانجکس سے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا سلیمان کا اصل سفرنامہ سلسلۃ التواریخ کے نام سے معروف و مشہور ہے جو کہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ پہلا حصہ سلیمان کے انکشافات پر مبنی ہے۔

۲۔ دوسرا حصہ ابوزید حسن سیرافی نے لکھا ہے

اس کتاب میں سمندر، جزیرہ اور سیراف سے چین تک کا ذکر ہے۔ ہندوستانی معاشرہ، مذہب، رسم و رواج، سیاسی حالات وغیرہ پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ اس مصنف کو علم جغرافیہ سے واقفیت برائے نام تھی پھر بھی اس کی کتاب علم جغرافیہ کی تاریخ میں اپنے دور کی ایک عظیم تصنیف ہے۔ حقیقت میں سیاحت سے انسان کے علم میں اضافہ ہوتا ہے اور سلیمان نے عراق، آرمینیا، ایشیا، مائنر افریقہ، سوڈان اور چین سے تبت علاوہ پھر ہندوستان وغیرہ کا سفر کیا تھا جس کے سبب یقیناً اسکی معلومات میں کافی اضافہ اور وسعت پیدا ہو گئی ہوگی۔

سلیمان کے تحریر کردہ سفرنامہ کے سلسلے میں ضیاء الدین علوی لکھتے ہیں[1]

"سلیمان کا سفرنامہ ۸۵۱ء میں لکھا گیا ہے جو دور دراز کے مشرقی سمندری خطہ

---

[1] اسلامک کلچر حصہ ۲۲، ۱۹۴۸ء صفحہ ۲۶۶

کی تجارتی منڈیوں کے بارے میں عربوں کی تجارتی غرض و غایت کے نظریہ پر مبنی ہے، یہ جغرافیائی معلومات پر مشتمل ہے۔"

۲۔ ابوالقاسم عبیداللہ بن عبداللہ بن خردادبہ (ابن خردادبہ)

خردادبہ عبیداللہ ولد ابوالقاسم سنہ ۸۵۰ء میں پیدا ہوا۔ اس کا تعلق بغداد کے برمک[1] خاندان سے تھا۔ اس کے آباء و اجداد آتش پرست تھے جنھوں نے بعد میں مذہب اسلام قبول کرلیا تھا۔ اس کی کتاب کا نام "کتاب الممالک و المسالک" ہے جس کا انگریزی ترجمہ BOOK OF Roads and King doms کے نام سے شائع ہوچکا ہے۔

ہندوستان کے متعلق جغرافیہ کی یہ سب سے پہلی کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ اس نے بلہرا کے راجہ کو عظیم ترین راجہ بتایا ہے جس کی راجدھانی کو دنکا نگر تھی۔

یہ مورخ خود ہندوستان نہیں آیا تھا لیکن ہندستان کے تئیں اس کے دل میں بڑی عقیدت اور جاذبیت محسوس ہوتی تھی کیوں کہ جو بھی تاجر یا مسافر ہندوستان کا دورہ کرکے اپنے ملک واپس لوٹتا وہ اس سے رابطہ قائم کرکے ہندوستان کے بارے میں معلومات حاصل کرتا۔ اس مصنّف کی عربی میں لکھی ہوئی کتاب کا کچھ حصہ سنہ ۱۸۶۵ء میں باربیہ ڈی مینارڈ کے ذریعہ جرنل ایشیاٹک میگزین میں شائع کیا گیا اور سنہ ۱۸۸۹ء میں ڈی، گوئیجے کے ذریعہ لیڈن میں اسے شائع کیا گیا اس کی وفات سنہ ۹۱۲ء میں ہوئی۔

۳۔ جاحظ عمر بن بحر

جاحظ عمر بن بحر عراق کے بصرہ شہر کا باشندہ تھا۔ یہ شہر ان دنوں عربی زبان و

---

[1] برمک۔ بغداد کا ایک مشہور خاندان جس کے اندر عباسی دور حکومت میں کئی وزراء اور مشاہیر پیدا ہوئے۔ بعض مورخین ان کی اصل ہندوستان سے بتاتے ہیں اور لفظ برمک کو پرمکھ کی عربی شکل مانتے ہیں

Marfat.com

ادب کا بہت اہم مرکز سمجھا جاتا تھا۔ عربی زبان و ادب کے ماہر اس مصنف نے ہندوستانی تہذیب و تمدن کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کی دو کتابیں خاص طور سے مشہور اور قابل ذکر ہیں۔

۱۔ کتاب البیان والتبیین۔ اس کتاب میں ہندوستان کے علوم و فنون اور ادب کا ذکر کیا گیا ہے۔ ابن خلدون نے اس کتاب کو ادب کی کان کہا ہے۔

۲۔ فخر السودان علی البیضان۔ مصر سے شائع شدہ اس کتاب میں ہندوستان کی معاشرتی و معاشی حالت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

جاحظ کی وفات ۸۶۹ء میں ہوئی۔

۴۔ بلاذری

بلاذری بغداد کا رہنے والا تھا۔ اس کا پورا نام احمد بن یحییٰ بن جعفر تھا۔ تاریخ میں یہ بلاذری کے نام سے ہی مشہور ہے۔ یہ فارسی زبان کا بھی عالم تھا۔ اس نے دو کتابیں تحریر کی ہیں۔

۱۔ انساب الاشراف۔

۲۔ فتوح البلدان۔ اس کتاب میں ہندوستان پر عربوں کی فتح سندھ اور ہندوستان کی معاشرتی و تہذیبی حالت کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کا ترجمہ مصر سے ۱۸۶۶ء میں شائع ہوا۔ بلاذری کی وفات ۸۹۲ء میں ہوئی[۱]

۵۔ یعقوبی

یعقوبی ۸۷۴ء یا ۸۷۵ء میں سفر کی نیت سے ہندوستان آیا تھا۔ اس کا پورا نام احمد یعقوب بن جعفر تھا۔ یہ پہلا مسلمان مورخ مانا جاتا ہے جس نے دنیا کی تاریخ عربی

---

[۱] ۔ انیس ایم علی: عرب جیوگرافی صفحہ ۲۰۔

Marfat.com

و زبان میں لکھی۔ یعقوبی نے تاریخ اور جغرافیہ کے موضوع سے متعلق دو مشہور کتابیں تحریر کیں۔

جغرافیائی حالات کا ذکر کرتے ہوئے یعقوبی نے دنیا کو سات حصوں میں تقسیم کیا پہلا حصہ ہندوستان ہے جس کی حدیں مشرق میں سمندر سے متصل اور چین سے لے کر مغرب میں دیبول تک پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ حصہ عراق کے قریب سمندر کی کھاڑی تک ہندوستان اور حجاز کی سرزمین سے ملا ہوا ہے[1] ہندوستان کے تفصیلی حالات کے سلسلے میں "تاریخ یعقوبی" کافی مشہور ہے۔ اس میں عربوں کی فتح سندھ کا ذکر ہے! اس سفرنامے کی اشاعت لیڈن سے دو حصوں میں ۱۸۸۳ء میں ہوئی۔

۶۔ ابوزید الحسن سیرافی

نویں صدی کا یہ عرب مصنف بصرہ کا رہنے والا تھا۔ اس نے "کتاب الثانی" نام سے کتاب لکھی جس میں اس نے ہندوستانی شہروں کے رہن سہن، رسم و رواج، مذہب، مندر، تجارت اور جغرافیائی کیفیت کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ اس نے خود ہی یہ تحریر کیا ہے کہ میں نے سلیمان کی لکھی ہوئی کتاب کو مکمل کیا ہے۔ اس کا سفرنامہ ۱۸۴۵ء میں پہلی بار پیرس میں شائع ہوا۔

۷۔ ابن حوقل

ابن حوقل کا پورا نام ابوالقاسم تھا۔ یہ بغداد کا رہنے والا تھا۔ ۹۷۶ء میں اس نے "کتاب المسالک والممالک" تحریر کی۔ اس کی یہ کتاب اشکال البلاد کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اس کتاب میں سندھ سے متعلق حصہ کا ترجمہ گلڈمیسٹر نے کیا ہے۔

---

[1] ۔ ایس ایم نینار: عرب جیاگرافرس۔ نالج آف سدرن انڈیا صفحہ ۲۳۱۔

Marfat.com

ابن حوقل نے "الاصطخری" کی طرح ہندوستان کے شہروں کا موقع بہ موقع ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ ہندوستانی باشندوں کے مذہب اور زبان کے متعلق بھی اپنے خیالات پیش کیے ہیں۔ یہ وہ پہلا عرب مصنف ہے جس نے ہندوستان کے رقبہ طول و عرض کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس نے سندھ کی جغرافیائی حالت کا ذکر کیا ہے اور ایک شہر سے دوسرے شہر کی دوری کا اندازہ سفر میں خرچ ہونے والے وقت کی بنیاد پر کیا ہے۔[1] ہندوستان کے حدود سے متعلق اس کا علم نامکمل تھا پھر بھی اس کی یہ اولین کوشش قابل تعریف ہے۔

۸۔ الاصطخری

یہ سیاح ۹۵۱ء میں ہندوستان کی سیاحت کے لیے آیا تھا۔ اس کا نام "ابراہیم بن محمد" تھا۔ ایران کے قریب ایخشتر نامی شہر کا باشندہ تھا۔ اصطخری نے ہندوستان میں قیام کرکے مختلف علاقوں کا نظارہ کیا۔ سیاحت کے ذریعہ جو معلومات اس نے حاصل کیں اُسے کتابی شکل میں پیش کیا۔ اس نے دو کتابیں لکھیں۔

۱۔ کتاب الاقالیم۔ ۹۵۱ء میں لکھی گئی۔

۲۔ مسالک الممالک۔ یقینی تاریخ تصنیف معلوم نہیں۔

ان دونوں کتابوں میں اصطخری نے ہندوستان کے مختلف شہروں اور وہاں کے بادشاہوں کا نام درج کیا ہے۔

۹۔ مسعودی

مسعودی کا اصل نام ابوالحسن علی بن حسین المسعودی تھا۔ اس کی تاریخ ولادت دستیاب نہیں ہے۔ مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مورخ دسویں صدی کے ابتداء میں ہندوستان آیا ہوگا۔ اپنے علم میں اضافہ کے لیے بغداد سے زنجبار تک گیا۔ چین، سری لنکا، ہندوستان، ایران، عراق، شام، اسپین، روم، یونان وغیرہ ملکوں کے سفر

---

[1] ایلیٹ: ہسٹری آف انڈیا۔ صفحہ ۴۰۔۳۹

میں اس نے کافی وقت صرف کیا۔ یہ ۹۱۵ء میں ہندوستان آیا اور یہاں پر دو سال قیام پذیر رہا۔ مسعودی نے جغرافیہ سے متعلق دو کتابیں تصنیف کیں۔

۱۔ مروّج الذّہب و معادن الجواہر

۲۔ التنبیہہ والاشراف

مروّج الذہب اس نے غالباً ۹۴۳ء میں تحریر کی۔ اس میں اس نے ان شہروں ندیوں اور ان کی جغرافیائی کیفیت کا ذکر کیا ہے جہاں وہ خود گیا تھا۔ اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ ڈاکٹر اِشپرنگر نے کیا ہے۔

دوسری کتاب اُس نے اپنی وفات (۹۵۶ء) سے قبل لکھی تھی۔ اس سے تاریخ، فلسفہ، منطق اور مظاہر قدرت کے سلسلے میں واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اُس نے کم و بیش ۳۵ کتابیں لکھیں۔ بہت سی کتابوں کا ترجمہ ۱۸۵۱ء میں مصر اور پیرس سے فرانسیسی زبان میں ایم۔ اے۔ باربیر ڈی میناڑ اور پیویٹ۔ ڈی کورٹیلے کے ذریعے کیا گیا۔

مسعودی کی کتابوں کی خصوصیت یہ ہے کہ اُس نے جغرافیہ کو تاریخی تذکروں کے اندر جگہ دی۔

مسعودی نے ہندوستان کے مختلف علاقوں کا سفر کر کے وہاں کی معاشرتی حالات، رسم و رواج اور زبان وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے۔ سیاسی حالات کے ضمن میں اُس نے مختلف علاقوں کے حکمرانوں کے نام تحریر کیے ہیں۔ اس طرح مسعودی کا مرتب کردہ سفرنامہ آنکھوں دیکھے حالات پر مشتمل ہے۔ طبری اور مسعودی کے انداز بیان نے تاریخ نویسی کو بام عروج پر پہنچا دیا۔ اُسے ایک مورخ، جغرافیہ داں اور زبردست محقق کے علاوہ لسان کہا جا سکتا ہے۔

ایک مورخ کی حیثیت سے وہ تحقیقی واقعات پیش کرنے کے لیے مشہور ہے۔

135612

انتشار و تشدد پسند افراد کی اس نے بارہا تنقید کی۔ ماجہ طاہر اکے ذریعہ اسلام کو عزت و سرپرستی عطا کیے جانے پر اس نے بہت اچھے انداز میں بارہا اس کی تعریف کی ہے
مسعودی کو عربوں کا "ہیروڈوٹس" مانا جاتا ہے۔ شاید یہ پہلا شخص تھا جس نے عربی تاریخ نویسی میں ایک نئے طرز کی بنیاد ڈالی۔ اس نے واقعات کا ذکر تاریخ ماہ و سال کو مرکز نہ مان کر حکومت، خاندان، بادشاہوں اور عوام سے منسوب واقعات کی بنیاد پر کیا۔ یہ ایک نیا انداز تھا جس کی پیروی ابن خلدون اور دوسرے مورخین نے کی ہے[۶]۔ اس نے اپنی زندگی کے آخری دس سال شام اور مصر میں گزارے اس کے تذکروں میں گھٹن کا احساس نہیں ہوتا۔ ہندوستان کی تاریخ کی جانب اس کا خاص رجحان و میلان تھا۔

۱۰۔ ابن ندیم

یہ بغداد کا رہنے والا تھا۔ اس کا اصلی نام احمد بن اسحاق بن ابی یعقوب ندیم تھا۔ اس نے ۹۸۷ء میں اپنی مشہور زمانہ کتاب "الفہرست" مکمل کی۔ اس کتاب میں اس نے دنیا کی بہت سی قوموں کی زبان، رسم الخط اور مذاہب کا ذکر کیا ہے۔ یہ عربوں کے درمیان ہندوستانی سماج اور مذہب سے متعلق تصدیق شدہ قدیم ترین کتاب سمجھی جاتی ہے جو یورپ اور مصر سے ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئی۔

۱۱۔ البیرونی

عرب مصنفین میں کبر سنی کے لحاظ سے البیرونی کو عظیم ترین مصنف کہا جاتا ہے۔ ۴؍ ستمبر ۹۷۳ء میں خوارزم کے قریب بیرون نامی شہر میں اس کی ولادت ہوئی۔ فارسی کا

۵۔ گوبند پانڈے: اتہاس: سوروپ و سدھانت ص ۱۲
۶۔ " " " " ص ۱۳

میں بیرون کا مطلب "باہر" یا غیر ملکی ہوتا ہے[1] خوارزم کے باہر ولادت ہونے پر شاید اس کا نام البیرونی پڑا۔

البیرونی کے ماں باپ خوش حال نہیں تھے۔ شاید جلد ہی اُس کے والد کا انتقال ہوگیا۔ غیر معمولی صلاحیت کے حامل اور محنت کے عادی البیرونی نے سخت جاں فشانی سے تعلیم حاصل کی۔ اس نے اپنے دو[2] استادوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ بغداد السرخسی ۲۔ ابو نصر منصور بن علی بن عراق

ابو نصر اپنے لائق و فائق شاگرد البیرونی سے اس قدر متاثر تھا کہ اس نے البیرونی کے نام پر کچھ کتابیں بھی لکھی تھیں[2] یہ دونوں اکابر جیوتش کے زبردست عالم تھے۔ البیرونی کے ہندوستان میں قیام کی مدت میں اختلاف ہے۔ ایلیٹ[3] کا کہنا ہے کہ البیرونی ہندوستان میں چالیس سال رہا[3] ہوڈی والا نے البیرونی کے قیام کی مدت[4] ۱۳ سال بتائی ہے[4]۔ یقینی طور پر یہ کہنا مشکل ہے کہ البیرونی یہاں کتنے سال قیام پذیر رہا لیکن ۱۰۱۷ء اور اس کے بعد محمود غزنوی کے حملوں کے ساتھ البیرونی کا خاص تعلق تھا۔ اس نے ہندوستان میں قیام کر کے سنسکرت زبان کا گہرا مطالعہ کیا۔ اُس نے خود لکھا ہے۔

"اس کے یعنی (ہندوستان) کے لیے میرے دل میں بے پناہ کشش ہے اس اعتبار سے میں اپنے دور کا واحد شخص ہوں کہ مجھے جس جگہ سے

---

[1] ایف۔ اسٹین گس، پرشین انگلش ڈکشنری صفحہ ۲۱۶

[2] سنت رام: البیرونی کا ہندوستان حصہ دوم صفحہ ۳

[3] ایلیٹ اینڈ ڈاوسن: ہسٹری آف انڈیا حصہ دوم صفحہ ۲

[4] ہوڈی والا: ہسٹری آف انڈو مسلم ریلیشن صفحہ ۴۳۲

Marfat.com

پہنچ جاتا ہوں نیز اسے سمجھنے و سمجھا سکنے والے عظیم ملک کے ہندو عالموں کی مدد لینے کی خاطر مال و زر خرچ کرنے اور تکلیف اٹھانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتا۔[1] اتنا ہی نہیں، اس نے یہ بھی لکھا ہے وہ کب کب اور کیا کیا لکھتا رہا ہے لیکن حیرت کی بات ہے کہ اس نے ہندوستان میں اپنے قیام کی تاریخ نہیں لکھی۔

البیرونی نے ہندوستان سے متعلق جو کتاب لکھی ہے اس کا نام کتاب ابی ریحان محمد بن احمد البیرونی فی تحقیق ما للہند من مقولۃ مقبولۃ فی العقل او مرذولۃ ہے لیکن زیادہ تر لوگوں نے اسکا نام کتاب الہند لکھا ہے۔[2]

البیرونی کی کتابوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسکا کافی وقت منطق، ریاضی جیوتش، فلسفہ اور تاریخ کے مطالعہ میں گزرا۔ وہ عربی اور سنسکرت وغیرہ زبانوں کا ماہر تھا۔[3]

البیرونی نے جغرافیہ کے سبھی نظریات کا مطالعہ کیا۔ اس نے خاص طور ہندوستان کے متعلق بہت تفصیل سے لکھا ہے، اس نے شہروں کی کاروباری حالت، پہاڑی علاقے، جانور و پرندے اور پیڑ پودوں پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ اسے پیش نظر رکھتے ہوئے ایلیٹ اور زخاؤ وغیرہ ماہرین کا یہ خیال ہے کہ اس نے ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا اور اکثر علاقوں میں اس نے قیام بھی کیا تھا۔ البیرونی نے قدیم ماہرین فن اساتذہ مثلاً ثعالبی، الجیہانی وغیرہ کی تصنیفات سے بھی استفادہ کیا۔

---

[1] زخاؤ، البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۴

[2] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ دوم صفحہ ۱

[3] ایس احمد، مسلم کنٹری بیوشن ٹو جیوگرفی صفحہ ۸۸

البیرونی نے ہندوستان کی معاشرتی، مذہبی اور معاشی حالت کو اجاگر کیا ہے
اسے ان دنوں ہندوستان میں مروجہ ذات پات پیشہ، عبادت اور رسومات کا بھی کافی ذکر کیا ہے اسلئے اس کی کتاب ہندوستانی تاریخ کی ایک بیش قیمت دستاویز ہے جس سے ہندوستانی باشندوں کی زندگی کے ہر پہلو کی کچھ نہ کچھ جھلک ضرور ملتی ہے اس کی کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس سے پہلے کے ساحوں نے لکھتے وقت بہت سی باتوں کو ادھورا چھوڑ دیا تھا۔ البیرونی نے جن کی تکمیل کی سنسکرت قواعد کے عالم پاڑنی کی کتابوں کا مطالعہ اس عرب مصنف نے کیا تھا، سنسکرت، عربی اور فارسی زبانوں پر عبور حاصل ہونے کی وجہ سے اسکے علم کا دائرہ اتنا وسیع ہو چکا تھا کہ ہندوستان و عرب ممالک کی روزمرہ زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اس نے بڑی مہارت کے ساتھ پیش کیا۔

جغرافیہ کے وسیع علم کے ساتھ ساتھ، قدیم ہندوستانی مذہب اور معاشرہ کی قدروقیمت کو بڑی سرگرمی کے ساتھ اسی مصنف نے دیکھا تھا اس کی کتاب بھی نہ صرف ہندوستان بلکہ عالمی سطح پر تاریخ کی بہت اہم امانت ہے۔

۱۲۔ الادریسی اس کا نام ابو عبداللہ، محمد بن عبداللہ تھا لیکن یہ شریف ادریسی کے نام سے مشہور ہے یہ افریقہ کے شاہی خاندان ادریسی کا فرد تھا۔ جس کا شجرہ تیرھویں چودھویں صدی ہجری میں حضرت علیؓ سے ملتا ہے ادریسی کی پیدائش گیارھویں صدی کے آخر میں مراکش کے سیوتا نامی مقام پر ہوئی۔

۱۳۔ عبدالکریم شہرستانی عبدالکریم شہرستانی ایران کے نیشاپور شہر کا رہنے والا تھا اس نے متعدد کتابیں تحریر کیں جن میں الملل والنحل مشہور ہے۔ یہ اہم کتاب دنیا کے مختلف مذاہب کا

یہ کتاب متعدد بار یورپ مصر اور بمبئی سے شائع ہوئی نیز فارسی و ترکی زبان میں بھی اس کا ترجمہ کیا گیا۔ ۱۱۵۳ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

۱۴۔ القزوینی اس کا پورا نام ذکریا بن محمد بن محمود تھا۔ ایران کے قزوین نامی مقام میں پیدا ہوا۔ اس نے خود ہندوستان کا سفر نہیں کیا تھا بلکہ اپنی کتاب کی تکمیل "اصطخری" ابن حوقل نیز دوسرے سیاحوں کے سفرنامے کی بنیاد پر کیا۔ اس نے ۱۲۶۳ء میں آثار البلاد تحریر کی اسکی کتاب "عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات" کافی مشہور ہے القزوینی نے سومناتھ مندر کے متعلق بہت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

۱۵۔ ابن ابی اصیبعہ اس کا اصلی نام احمد بن قاسم تھا اسکا وطن دمشق تھا ابن ابی اصیبعہ کے آباؤ اجداد میں ابی اصیبعہ نامی ایک شخص تھا اس لیے یہ ابن ابی اصیبعہ کے نام سے مشہور ہے اپنے ماں باپ کی طرح وہ خود بھی ایک طبیب تھا۔

۱۶۔ رشید الدین اس نے "جمیعۃ التواریخ" نامی کتاب ۱۳۱۰ء میں تحریر کی۔

اس نے ہندوستان کی جغرافیائی حالت کے تحت، شہروں، ندیوں اور پہاڑوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۷۔ ابن رستہ ابن رستہ کا پورا نام عمر بن رستہ تھا۔ یہ ابو علی کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ ہمدانی اور ابن رستہ ہم عصر سمجھے جاتے ہیں یہ مصنف سفر کی غرض سے ہندوستان نہیں آیا تھا اسنے ملاحوں اور مسافروں کی زبانی احوال سن کر الاعلاق النفیسہ نامی کتاب لکھی اس کتاب میں ہندوستان کے جغرافیائی احوال، رہن سہن، تہذیب

قانون جرم وسزا، رسم ورواج، وضع قطع आचार विचार پوجا پاٹھ اور قربانی کے طریقوں کا تذکرہ موجود ہے

۱۸۔ ابن فقیہہ ہمدانی

ہمدانی کا پورا نام احمد بن محمد بن اسحاق ہمدانی تھا۔ یہ ہمدانی کے نام سے مشہور ہے اس کی کتاب "کتاب البلدان" میں ہندوستان کے مختلف شہروں ندیوں وغیرہ کا ذکر ہے۔ یہ کتاب ۱۸۸۵ء میں یورپ میں شائع ہوئی

۱۹۔ قاضی صاعد اندلسی

ملک عرب کے اس مصنف کا پورا نام صاعد بن احمد عبدالرحمن بن محمد بن صاعد ہے۔ یہ مصنف علوم فلسفہ، طب، ادب، اسلامی قوانین جغرافیہ اور جیوتش وغیرہ کا ماہر تھا اس نے طبقات الامم نامی کتاب لکھی اس کتاب کا ترجمہ شبلی اکیڈمی سے شائع ہو چکا ہے اور علم فلکیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۲۰ بزرگ ابن شہریار

بزرگ بن شہریار نے ہندوستان کا سفر کیا تھا۔ یہ عراق کے میدورگاہ سے ہوتا ہوا ہندوستان چین اور جاپان گیا تھا۔ اس نے اپنے مشاہدے کی بنیاد پر عجائب الہند کے نام سے کتاب لکھی اس سلسلے میں اس نے جنوبی ہندوستان اور گجرات سے متعلق بہت سی کہانیاں، ہندوستانی طور طریقے مذہب، مذہبی ازاد سادھو وسنتوں کی عبادت کے طریقوں کا نقشہ کھینچا ہے ۱۸۸۶ء میں اس کتاب کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ لیڈن میں شائع ہوا۔

۲۱۔ بشاری مقدسی

بشاری مقدسی کا پورا نام محمد بن احمد تھا انہوں نے ہندوستان کا سفر کیا تھا لیکن اس کا سفر

سنہ ۹۹۰ء تک محو رہا۔ اس کی مشہور کتاب کا نام "احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم" ہے۔ اس کتاب میں اس نے نقشے پیش کر کے الگ الگ شہروں و صوبوں کا ذکر کیا ہے۔ بشاری مقدسی نے "کھمبایت" کے جوتوں کی تعریف کی ہے جو یہاں سے بن کر باہر جاتے تھے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں کئی مخصوص چیزوں کے صنعتی مراکز قائم تھے جن کی شہرت کے سلسلے میں اس عرب سیاح نے بھی تعریف کی ہے۔ یہ کتاب ۱۸۷۷ء و ۱۹۰۶ء میں لیڈن سے شائع ہوئی۔

۲۲۔ قاضی رشید بن زبیر

قاضی رشید بن زبیر کی کتاب "کتاب الذخائر والتحف" ہے، اس کتاب میں ہندوستانی بادشاہوں اور مسلم حکمرانوں کے درمیان آپسی میل جول کا ذکر کیا گیا ہے۔ تاریخ کے صفحات اس مصنف کی تاریخ ولادت و وفات کے سلسلے میں خاموش ہیں۔

۲۳۔ مظہر بن طاہر مقدسی

مظہر بن طاہر بیت المقدس کا رہنے والا تھا اس فلسفی عالم کی کتاب کا نام "کتاب البدء فی التاریخ" ہے یہ چھ حصوں پر مشتمل ہے چوتھے حصے میں ہندوستان کی جغرافیائی حالت و مذاہب کا ذکر ہے، مظہر بن طاہر مقدسی نے رسم شادی کے سلسلے میں تحریر کیا ہے کہ ہندوستان میں سگے رشتہ داروں میں شادی ممنوع تھی[1] اس سے عبارت صاف ظاہر ہے کہ قدیم ہندوستان میں حقیقی رشتہ داروں کے مابین شادی ممنوع تھی اور آج بھی ہندو معاشرہ میں یہ چلن بدستور رائج ہے اس کی کتاب ۱۸۹۹ء میں پیرس سے شائع ہوئی۔

---

[1] مظہر بن طاہر مقدسی۔ حصہ چہارم صفحہ ۱۱-۱۲

Marfat.com

۲۴۔ **گردیزی** البیرونی کا ہم عصر مصنف گردیزی بھی ایک اہم ترین شخص تھا
اس کا پورا نام ابوسعید ابن الضحاک ابن محمود گردیزی
تھا۔ اس نے غزنی کے سلطان عبدالرشید ابن محمود کے نام اپنی کتاب کا
انتساب کیا ہے۔ اسکی کتاب میں البیرونی کو اس سے ذاتی طور پر متعارف بتایا
گیا ہے اس کی ولادت غزنی سے ۴۳ میل دور ایک مقام پر ہوئی تھی۔

مندرجہ بالا عرب مصنفوں اور سیاحوں کے علاوہ دورجدید کے محققانہ
مصنفین میں سید سلیمان ندوی مشہور ہیں جنھوں نے "عرب وہند کے تعلقات"
نامی کتاب کی تخلیق کی اس میں عرب وہند کے درمیان قدیم زمانے سے جو
تعلقات رہے ہیں اس کی اہمیت ظاہر کی گئی ہے یہ کتاب ۱۹۳۰ء میں
ہندوستانی اکاڈمی الہ آباد سے شائع ہوئی۔

حقیقت میں عرب مصنفین کی ہندوستان سے متعلق تصانیف ہندوستانی
تاریخ کے ماہرین کے لیے بنیادی مآخذ ہیں۔ ہندوستانی عوام کے متعلق تاریخ
صفحات میں درج احوال وکوائف کی تلاش وجستجو کرکے پوری دیانت داری کے
ساتھ پیش کرنا اور ان کے نظریات کی صحیح قدروقیمت کا اندازہ کرنا، مقالہ
نگار کا مقصد ہے اسی نقطۂ نظر سے ۲۴ ممتاز ترین عرب مصنفین کا مختصر طور پر
تعارف وتذکرہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

باب دوم

عرب مصنفین کی نظروں میں ہندوستان کی جغرافیائی حالت

کسی بھی ملک کی تاریخ و تہذیب کے ارتقاء میں اسکی جغرافیائی حالت کا اہم ترین کردار ہوتا ہے۔ سمندر کی اونچی لہریں تین اطراف سے (مشرق میں بنگال کی کھاڑی، مغرب میں بحر عرب، جنوب میں بحر ہند) ہندوستان کی سرزمین کو عرب ممالک سے جوڑنے کا کام کرتی ہیں۔ قدیم زمانے میں مشرقی و مغربی ممالک سے ہندوستان کے بہت گہرے تجارتی و تہذیبی تعلقات قائم تھے پیریپلس (Periplus) آف۔ ایری تھرین۔ سی سے پتہ چلتا ہے کہ افریقہ کے مشرقی کنارے سے خلیج فارس ہوتے ہوئے اور عرب کے آس پاس سے سندھ کے ڈیلٹا سے ہوتے ہوئے ہندوستان کے ساحلی علاقوں تک تجارتی جہاز آیا جایا کرتے تھے۔ اس تجارتی میدان میں عرب اور اس کے باشندے بھی شامل تھے۔ انکے جہاز خلیج فارس سے چل کر سندھ کے ساحل سے ہوتے ہوئے ملک چین تک چلے جاتے تھے۔[1]

تجارت کی غرض سے بہت سے تاجر ہندوستان بھی آتے تھے انھوں نے اس ملک کی جغرافیائی کیفیت کا آنکھوں دیکھا نقشہ پیش کیا ہے۔ متعدد عرب جغرافیہ داں سیاحوں نے قدیم دور میں مختلف مدت میں ہندوستان کا سفر کیا اور اس ملک کے شہروں و گاؤں کی سیاحت کرنے کے بعد یہاں کے پہاڑوں،

---

[1] سلیمان ندوی، عربوں کی جہاز رانی ص ۲

شہروں، اور گاؤں ان کے قریب بہنے والی ندیاں اور زرخیزی کا بہت تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ان میں کچھ اہم ترین مقامات یہ ہیں۔

کمار دیش ابو زید الحسن سیراف نے "کمار دیش" کے نام کا ذکر کیا اسکا کہنا ہے کہ یہ ملک ایک جزیرہ نہیں ہے بلکہ جزیرہ نما میں واقع ہے یہ اس جگہ ہے جہاں سے ملک عرب سامنے نظر آتا ہے یہاں آبادی بہت زیادہ ہے زیادہ تر لوگ یہاں پیدل سفر کرتے ہیں انھیں راستہ میں طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جنگلی جانوروں کا خوف رہتا ہے پانی کم ملتا ہے جنوب اور جنوب مشرق ایشیا کے جزیروں اور ملکوں میں ان دنوں ہندوستانی تہذیب رائج تھی۔ شاید اسی وجہ سے عرب مصنفین نے ان جزیروں اور ملکوں کو ہندوستان کا حصہ تسلیم کیا ہے

المسعودی کے مطابق ہندوستان، زمین کا ایک حصہ تھا جہاں علاقہ بدھہ[1] اور نظم ونسق ازمنہ قدیم سے ایک ساتھ قائم ہے یہ ایک وسیع و عریض ملک ہے جو سمندر تک پھیلا ہوا ہے[2] اس میں پہاڑ اور دیگر دلیش شامل ہیں جاوج (جاوا) تک اس کی سرحدیں پھیلی ہوئی تھیں جاوا کا صوبہ ہندوستان اور چین کو الگ کرتا ہے۔ ہندوستان پہاڑوں کے ساتھ خراساں، سندھ اور تبت تک پھیلا ہوا تھا۔

رشید الدین نے ہندوستان کی ندیوں اور پہاڑوں کا ذکر کیا ہے۔ انکے مطابق فلسفیوں اور ریاضی دانوں نے ہندوستان کو ۹ حصوں میں تقسیم کیا ہے

---

[1] یہاں بدھہ نامی ایک شہر کا ذکر ہے

[2] رائٹک وشنو مران کا عبارت صفحہ ۲۱

[3] ڈی۔ سی۔ لاہسٹر تیل جیوغرافی آف اینشنٹ انڈیا صفحہ ۹۵

ان میں ہر حصے کے الگ الگ نام بتائے ہیں جیسے باتنکل (داتانکیل) اس کی اصلی شکل تیکو جل لگتا ہے۔ اسکی شکل پانی پر پڑے ہوئے کچھوے کی پیٹھ کی طرح لگتا ہے ان ۹ حصوں میں وسیع پہاڑ اور صوبے ہیں رشید الدین نے اسے کچھوے کی شکل کا بتایا ہے[1]

قدیم ہندوستانی ادب کے مطابق سات جزیروں پر مشتمل زمین کا ایک براعظم "جمبودیپ" تھا اسی کا ایک حصہ ہندوستان تھا اس کو ۹ حصوں یا ۹ دیپوں (جزیروں) میں تقسیم کیا گیا ہے ان ۹ حصوں میں ۹ دیپ جزیرے کو "وامن پران" (वामन पुराण) میں کمار دیپ کہا گیا ہے شاید اسی کو عرب مصنفین نے کمار دیش کہا ہے جاوا وغیرہ سمندری جزیرے یا جزیروں کے سلسلے آٹھ حصوں میں منقسم تھے اس واسطے صاف ظاہر ہے کہ عرب مصنفین کا کمار دیش دراصل کمار دیپ ہے۔

ہندوستان کے ۹ حصے ہونے کے نظریے سے عرب پوری طرح واقف تھے جس کی تصدیق قدیم ہندوستانی کتابوں سے ہوتی ہے پرانوں (पुराणों) میں ہندوستان کے ۹ حصے بتلائے گئے ہیں۔ اندردیپ، کشیرو تامر پرنٹر، گبھستمان، ناگ دیپ، سومیہ، درونٹر، اور نواں بھارت یا کمار ہے۔

البیرونی نے لکھا ہے کہ علم نجوم کے ماہر جیوتشوں نے دیش کی تقسیم کی ہے۔ واراہ مہر نے ۹ حصے کے ہر حصے کو "ورگ" (वर्ग) کہا ہے۔ اس میں ہندوستان یعنی دنیا کا آدھا حصہ نو حصوں میں بٹا ہوا ہے۔

---

[1] جرنل آف انڈین ہسٹری، جلد ۲۷ حصہ ۱۱ صفحہ ۸۱

مختلف ماہرین نے ان جزیروں کی پہچان الگ الگ انداز سے بتائی ہے[1]
(۱) اندردیپ۔ ڈاکٹر واسدیو اگروال نے اس کی پہچان انڈمان سے کی ہے۔
(۲) کسیرومان۔ اسکا محل وقوع ملایا بتایا گیا ہے کسیرو کو البیرونی نے मध्य देश مدھیہ دیش کے جنوب میں اور ابوالفضل نے مہیندرا اور شکتی مان کے درمیان اسے متعین کیا ہے۔
(۳) تامرپرنڑ۔ اسکو یونانی مصنفین نے "تپروبین" یعنی لنکا سے مشابہ بتایا ہے۔ لیکن وامن پران میں "سنہل" اور تامرپرنڑ دونوں کا الگ الگ ذکر کیا گیا ہے تامرپرنڑ کی مشابہت لنکا سے دی جا سکتی ہے کیونکہ یونانی تپروبن لفظ کا اپبھرنش تامرپرنڑ ظاہر ہوتا ہے۔
(۴) گمستمان۔ ابوالفضل نے اسکو "کرگ" اور "پریاترا" پہاڑوں کے درمیان واقع بتایا گیا ہے اس کی پہچان کرنا مشکل ہے۔
(۵) ناگ دیپ اسکی تشبیہہ نکوبار سے دی جاتی ہے۔
(۶) سومیہ دیپ۔ اسکی پہچان جدید "سماترا" سے کی جا سکتی ہے کوبس نامی ایک فرانسیسی عالم نے سومیہ کو "کیہ" کی بدلی شکل کہا ہے، کٹاہ کا تعارف اس نے "ملایا" جزائر دیپ میں واقع

---

[1] وقائع البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۴۴
[2] الہم ایچ سکرنڈل انڈیا صفحہ ۴۴۷
[3] تامرپرنڑی لفظ کا ذکر اشوک کے دوسرے پتھر پر کندہ دستاویز ۲۹ ۱ ۲۱ میں ملتا ہے اسمیں اشوک کے ملک کی سرحدوں سے متصل دوسرے ممالک کے سلسلے میں اسکا ذکر ہے ماہرین نے اسے شری لنکا سے مشابہ کیا ہے۔

Marfat.com

"کے اوہ" نامی بندرگاہ کے ساتھ کیا گیا ہے۔

(۷) گندھرو۔ شاید یہ گندھار کا ہی دوسرا نام ہے اور اسی وجہ سے اسکی پہچان یونان [illegible] سے کی جاسکتی ہے۔

(۸) داروندر۔ [illegible] اس کی پہچان دور جدید کے "بونیو" سے کی گئی ہے۔ ابوالفضل نے اس جزیرے کو "سحر" اور "وندھ" کے درمیان واقع بتایا ہے۔

(۹) کماری دیپ۔ یہ کماری دیپ یعنی جزیرہ نما ہندوستان ہے کماردش کے سلسلے میں اسکا ذکر پہلے بھی کیا جا چکا ہے۔

تشریح

عرب سیاح مسعودی[1] نے لکھا ہے کہ ہندوستان ایک وسیع ملک ہے جس میں پانی، زمین اور پہاڑی حصے شامل ہیں ایک طرف یہ ملک جاوا سے ملا ہے۔ جزائر جاوا کے بادشاہوں کی راجدھانی اور ہندوچین کے درمیان سرحدی لائن بھی ہندوستان میں شامل ہے دوسری طرف یہ ملک خراسان اور سندھ سے تبت تک پہاڑوں میں ملا ہے۔

ماہر جغرافیہ داں یعقوبی نے دنیا کو سات حصوں میں تقسیم کیا ہے اور اس کا پہلا حصہ ہندوستان بتایا ہے۔ اسکی سرحد مشرق میں سمندر سے متصل اور چین سے لیکر مغرب میں دیبل تک پھیلی ہوئی ہے جو عراق کے قریب سمندر کی خلیج تک ہندوستان اور سرزمین حجاز سے ملا ہوا ہے۔

اصطخری کا قول ہے کہ ہندوستانی رقبہ کا طول (لمبائی) مکران سے لیکر منصورہ تک سندھ قنوج اور تبت تک ہے اور اس کا عرض خلیج فارس

---

[1] ایس ایم۔ ایچ نینار عرب جغرافیہ داں تاریخ آف سدرن انڈیا صفحہ ۲۲، ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۸۴ [2] ایس۔ ایم۔ ایچ نینار عرب جغرافیہ داں (ہندوستان) صفحہ ۲۴

سے قنوج تک چلا گیا ہے جو تقریباً ۳ مہینہ کا سفر ہے[1]۔

البیرونی نے ہندوستان کی سرحد اتر میں کشمیر تک دکھن میں بحر ہند تک پورب میں کامروپ کے پہاڑوں تک اور پچھم میں سندھ کے پچھمی پہاڑوں تک بتائی ہے[2]۔

ابن حوقل پہلا عرب سیاح تھا جس نے اپنی کتاب میں سندھ کا نقشہ بنایا تھا۔ اس میں سندھ کی جغرافیائی کیفیت کا ذکر ہے اسکے مطابق "بھارت جہاولیش" میں مسلمانوں کے ولیش ہیں اس کے (اتر) شمال میں چین ہے۔ اسکی لمبائی بہت زیادہ ہے۔ مکران سے منصورہ تک، بدھ اور پورے صوبہ سندھ سے لے کر قنوج تک تین ماہ کا سفر ہے[3] ابن الفقیہ نے زمین کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے جس کا دایاں حصہ ہندوستان ہے[4] قزوینی کے مطابق ہندوستان ایک بہت بڑا ملک ہے جہاں بہت ہی عجیب و غریب چیزیں اور پہاڑ و ندیاں ہیں[5]۔

ابوالفدا کے مطابق اس کی مغربی سرحد بحر فارس ہے۔ جو سندھ کی سرحد پر ختم ہوتا ہے۔ جنوب میں بحر ہند اور مشرق میں مردکھل میں جو ہندوستان کو چین سے الگ کرتے ہیں اس کے شمال میں ترکی ملک ہے[6]۔

---

۱ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۲۲۶

۲ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۷، ۲۰۸

۳ سلیمان ندوی، عرب و بھارت کے سمبندھ مترجم رام چندر صفحہ ۹۳
التخری نے بھی یہی لکھا ہے جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے

۴ ایس ایم ایچ نینار۔ عرب جیاگرافرز نالج آف سدرن انڈیا صفحہ ۲۳

۵ " " " " مندرجہ بالا کتاب صفحہ ۲۴

۶ " " " " " " " " صفحہ ۲۴

دیگر سیاحوں نے ہندوستان کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے پہلا حصہ گجرات
(گجرات) مشرقی ساحل ہے۔ یہ سندھ اور کرمان سے متعلق ہے دوسرا حصہ
منی بار (مالابار) ہے[له]۔

۶۷۱ء میں چینی سیاح اتی سنگ نے سرزمین ہندوستان پر قدم
رکھا اسے ہندوستان کے پانچ ولشیوں (پانچ ولشیوں کا مطلب پورے
ہندوستان سے تھا) کا ذکر کیا ہے۔

ممکن ہے کہ وسیع سرزمین ہند پانچ حصوں میں منقسم رہی ہو جسے چینی
سیاح نے پانچ ولشیوں کا نام دیا ہے اس کے مطابق ہندوستان کے
پانچ ولشیوں کی سرحدیں کافی وسیع اور دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ زمین
کے اعتبار سے وسطی ہندوستان کے پردیش کی دوری تقریباً ۴۰۰ یوجن
ہے دور پھیلی سرحدیں اس ناپ میں شامل نہیں ہیں۔ اس سیاح نے لکھا
ہے کہ اگرچہ میں نے ہندوستان کے سرحدی علاقوں کو نہیں دیکھا لیکن ہوشیاری
کے ساتھ تحقیق و جستجو کے بعد سچائی کو اجاگر کر سکتا ہوں۔

یونانی مصنفین نے اپنی کتابوں میں عرب مصنفین کی طرح ہندوستان
کی وسعت کا الگ الگ ذکر کیا ہے۔ ہیروڈوٹس نے ہندوستان کو سب سے
مشرق میں واقع ملک مانا ہے جس کے آگے ریگستان ہیں اس سے درت
"ہپری سندھو" (سندھ ندی پر واقع) دیش پنجاب اور سندھ کا علم
ہوتا ہے

میگستھینز نے ہندوستان کی شکل کو چوکور کہا ہے جس کے
مشرق و مغرب میں سمندر شمال میں ہیمووانش (ہیم دیش) کا پہاڑ اور

له ہسٹری ویل انڈین کوارٹرلی حصہ دوم صفحہ ۱۵۹

Marfat.com

مغرب کی طرف سندھ ندی ہے۔

مندرجہ بالا تذکرے کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان ایک وسیع خطہ ارض کا نام تھا جس میں بہت سے صوبے، پہاڑ ندی اور جزیرے شامل تھے۔ عرب سیاحوں کے تذکروں سے مختلف گوشوں میں وہ خلا پر ہو جاتا ہے جس کا تذکرہ ہندوستانی ادب میں کم دستیاب ہے۔ سیاحوں نے ہندوستانی علاقے کی وسعت کا ذکر سفر میں لگنے والی مدت کی بنیاد پر کیا ہے یہ ایک قدیم دستور تھا۔ عرب سیاحوں نے قدیم ہندوستان کی جغرافیائی کیفیت کا ذکر مختلف انداز سے کیا ہے۔

(۱) مشہور شہر و صوبے

عرب سیاحوں نے اپنے سفرنامے میں مختلف صوبوں، شہروں اور مواضعات وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ ان سیاحوں کے تذکروں میں کوئی تسلسل نہیں ہے کیونکہ اس نے جس علاقے کا سفر کیا اور جس صوبے و شہر میں جانے کا اتفاق ہوا وہاں کا تذکرہ کسی تسلسل کے بغیر اسی انداز میں کر دیا۔

سندھ لفظ "انڈیا" سندھ ندی یا انڈس سے بنا ہے[1] سندھ ایک قدیم و مشہور صوبہ تھا جو ہندوستان سے متعلق تھا بشاری مقدسی کے مطابق صوبۂ سندھ کے مغرب میں کرمان، سجستان کے جنگل، شمال میں ہندوستان کے دیگر شہر، جنوب میں مکران کے وسط کا جنگل اور کیچ کے پہاڑ، اور اس کے پیچھے بحر فارس ہے۔ یہاں راستے میں جو شہر پڑتے ہیں اس سلسلے میں نگران کی طرف،

۱ـ ریپسن، کیمبرج ہسٹری آف انڈیا، حصہ اول صفحہ ۳۲۴

Marfat.com

بیج، کبرقون، درک، راسک، بے ہند، حقا، بھلپورا، سکی، کنبلی اورارمائل وغیرہ ہیں[1]

ساتویں صدی عیسوی میں سندھ ۴ حصوں میں منقسم تھا، اوپری سندھ وسطی سندھ، نچلا سندھ اور کچھ[2] چین کے باشندے ہمی شن اودھ یا سندھ کو بھی ہندوستان کا قدیم نام جانتے تھے[3]

اصطخری نے سندھ کے مشہور شہروں میں "منصورہ" (سندھی میں برہمن آباد) "دیول" "بیرون" "کالری" "اناری" یا لوہی (بلاری)، "سوابی" "بانیا" سھناری (سنجاری) سندوستان "الرور" "الور" "کاهل" "چیمور" "ملتان" "جنداور" اور "بسمد" کو شامل کیا ہے[4]

عرب جغرافیہ نویس ابن خردازبہ نے سندھ کے سلسلہ میں درج ذیل شہروں کو شامل کیا ہے۔ کیکان، بن، مکران، مید، قندھار، کسدار، کھمبایت، بوقان، کندابیل، کنج پور، ارماجیل، دویں، کمبلی، قبابید، سبان، سوستان، رارک، روڑ، ساوندری، ملتان، منڈل، بہلیان سرست، کیرج، مرمد، کالی، دھوکہ بروس (بھڑوچ)، وغیرہ[5] ان میں سے زیادہ تر شہروں کی پہچان، موجودہ زمانے کے شہروں سے کرنا بہت مشکل ہے۔

ابن حوقل سندھ کو پوری طرح سے ہندوستان کا حصہ تسلیم کرتے ہیں۔ توران اور بدھ اسکے زیرسایہ ہیں جس کے مشرق کی سمت میں بحر فارس شمال میں

---

[1] ضیاء الدین، سندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۲۸۱

[2] اے کنی دھم، دی اینشینٹ جیاگرافی آف انڈیا حصہ ۲۰۹

[3] باگچی دی جیاگرافی آف ارلی بدھزم صفحہ ۱۶

[4] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۶۵، ۳۶۶

[5] سلیمان ندوی عرب وبھارت کے سمبندھ، مترجم رام چندر صفحہ ۴۷

ہندوستان کے صوبے اور جنوب میں ریگستان ہے۔ یہ سمیر میں "کچ" (کچھ) کے مشرق میں مکران تک پھیلے ہوئے ہیں اور چاروں طرف سے کرمان اور فارس سے گھرے ہوئے ہیں۔[1]

ادبی کتابوں میں "سندھ" "سودیر" دو نام ملتے ہیں۔ یسیانگ نے بھی اسکا ذکر کیا ہے[2] اسکے مطابق سندھ کا رقبہ ۷۰۰۰ لی ہے اور اس کی راجدھانی کا نام پی۔شان۔ پُو۔پُو۔لُو ہے جو ۳۰ لی سرکٹ ہے اس دیش میں گیہوں سونا چاندی وغیرہ دستیاب ہے۔

البلاذری کے مطابق سندھ کی سرحدیں وسیع تھیں اور ملتان بھی اسی میں شامل تھا۔ اس وقت سندھ سے متعلق مشرق میں ریگستانی صوبوں سے لے کر جنوب مغرب میں بلوچستان اور مکران کے بیشتر علاقے، اور جنوب میں سمندر اور سندھ ندی کی گھاٹی کے تمام نچلے پردیش شامل تھے[3]

لیکن عرب سیاحوں نے سندھ کو ہندوستان سے الگ بتایا ہے اصطخری اور ابن حوقل نے سندھ اور ہندوستان کی سرحد سے متعلق الگ الگ شہر بتائے ہیں۔ سندھ اور ہند کی سرحد کے درمیان کاہل (رماھل) واقع ہے[4] گمان ہے کہ یہ علاقہ بیکانیر اور جیسلمیر یا جوناگڈھ کے آس پاس کہیں رہا ہوگا۔[5]

دیول عرب سیاحوں کے مطابق دیول قدیم ہندوستان کا بہت اہم بندرگاہ اور مشہور شہر تھا۔ ابن خرداذبہ نے لکھا ہے کہ

---

[1] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۳

[2] واٹرس، حصہ دوم صفحہ ۲۵۲، ۲۵۴ [3] جرنل آف انڈین ہسٹری حصہ ۱ صفحہ ۱۱۱ [4] —— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۹۹

[5] —— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۸

دیول مغربی کنارے پر واقع ایک بڑا شہر بندرگاہ تھا قدیم زمانے میں یہ تجارت کا مشہور مرکز تھا۔ کچھ ماہرین سمندر واقع "کراچی" کو اور کچھ ٹھٹھہ کو قدیم دیول مانتے ہیں[1] الادریسی نے اسکے محل وقوع کے سلسلے میں لکھا ہے کہ سندھ ندی جس جگہ پر ہے اسکے مغرب میں چھ میل کی دوری پر "دیول" ہے[2]۔

بشاری مقدسی دیول کو ایک سمندری شہر تسلیم کرتے ہیں۔ جس کے متعلق سو گاؤں ہیں یہاں کے باشندے زیادہ تر ہندو ہیں۔ یہ پورے صوبے کا بندرگاہ ہے اسی جگہ پر سندھ ندی سمندر سے ملتی ہے۔

اسی کے قریب پہاڑ ہیں۔ سمندر کا پانی جب چڑھتا ہے تو اس وقت بازاروں میں داخل ہو جاتا ہے[3] دیول شہر ایک بندرگاہ بھی ہے۔

عہد بہار میں دیول ایک مشہور شہر تھا۔ یہ سمندر کے کنارے واقع تھا یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ یہ شہر دوسرے حصے میں واقع ہے۔ جنوب کی طرف سے عرض البلد ۲۴ حصہ اور ۳۰ دقیقہ ہے۔ لاہور اور ملتان کی ندیاں اسکی سرحد سے بہہ کر جاتی ہیں اور بحر عرب میں گرتی ہیں، روایۃ الحدیث کی ایک شاخ دیول سے متعلق ہے اس لیے "دیولی" کہلاتی ہے[4]۔ قلقشندی کا بیان ہے کہ یہاں سے دیول کے لوگ دوسرے صوبوں میں لائے جاتے ہیں[5] چچ نامے سے پتہ چلتا ہے کہ سراندیپ سے جہاز دیول کے کنارے آتے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ علاقہ سمندر کے قریب تھا[6] ابن حوقل، دیول کو مہران کے مغرب میں

---

[1] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۷۷-۷۸ [2] — ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۸ [3] بی ایچ۔ ٹی، لمبرک، ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۱۵۴

[4] معجم البلدان حصہ ۴ صفحہ ۱۱۸ [5] اطہر مبارکپوری، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۱۲۸ [6] کننگھم، دی اینشنٹ جیاگرافی آف انڈیا صفحہ ۵۲۷۔

سمندر کی طرف واقع بتاتے ہیں۔ یہ ایک بڑی تجارتی منڈی، عظیم شہر اور بندرگاہ ہے، یہاں چاول کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے اور اس علاقے کی تلواریں مشہور ہیں[1]

کننگھم کے مطابق منصورہ سے پانچ میل شمال کی طرف بھی اور پنجابی ندیوں کے منبع سے تقریباً ۳۰ میل کی دوری پر اسکا محل وقوع متعین کیا جا سکتا ہے[2]۔ دیول سندھ کا ایک حصہ تھا جو بحری تجارتی راستے میں پڑتا تھا محمد بن قاسم کے حملے کے وقت عراق سے آنے والی جنگی رسد اس علاقے سے ہو کر آئی تھی[3]

منصورہ ابن خرداذبہ کے مطابق یہ صوبہ سندھ کا ایک کثیر آبادی والا شہر تھا یہ دریائے سندھ کے کنارے ایک ایسی جگہ پر واقع تھا جہاں ندی کی ایک شاخ نے اسے جزیرہ کی طرح بنا دیا تھا۔ منصورہ کا قدیم نام ہندی میں بہمن گرنتہ تھا لیکن عراق کے لوگ اسے "جرہماواد" کہتے تھے[4]۔ عرب حملہ آوروں نے فتحیابی کے بعد فوجی و سیاسی مقاصد کے پیش نظر سندھ میں کئی شہر بسائے تھے، انھیں میں سے منصورہ بھی تھا[5]۔ اسے محمد بن قاسم نے برہمناباد سے دو میل کی دوری پر تعمیر کرایا تھا۔ پانچویں صدی کے شروع میں کسی وجہ سے یہ شہر تباہ ہو گیا[6]۔ بشاری مقدسی نے لکھا ہے کہ منصورہ کے دائرہ کار میں دیول، چندربج، دوار، ایگل اور تبلی وغیرہ مشہور شہر تھے[7]۔ حمزہ یاقوت الحموی کہتے ہیں کہ منصورہ کا دوسرا نام "برہمناواد" (برہمن آباد) تھا

۱۔ ابن حوقل صفحہ ۲۳۰

۲۔ کننگھم دی انشینٹ جیاگرافی آف انڈیا صفحہ ۲۵۲-۲۵۴

۳۔ جرنل آف پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی حصہ اول صفحہ سنہ ۱۹۵۳ء

۴۔ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۴

۵۔ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۵

۶۔ سلیمان ندوی، عرب و بھارت کے سمبندھ مترجم رام چندر صفحہ ۲۸۰

یہ سندھ کی قدیم راجدھانی تھی۔[1]

یاقوت الحموی "المشارق" میں لکھتے ہیں کہ منصورہ نام بہت سے شہروں کا رکھا گیا تھا۔ المنصورہ نام کا ایک شہر سندھ سے متعلق تھا منصورہ نام کا ایک اور شہر قدیم خوارزم میں واقع تھا، جو پانی کی وجہ سے تباہ ہوگیا تھا۔ یہ بڑو ہلیا ندی (الموہ ہیا) کے مشرقی کنارے پر واقع تھا یہاں کے شہری کر بنج تھے۔

بشاری نے منصورہ شہر کے چاروں طرف بنے ہوئے چار دروازوں کا ذکر کیا ہے۔

(۱) باب حضر

(۲) باب توران

(۳) باب سندان

(۴) باب ملتان

مسعودی منصورہ صوبہ کے متعلق بنیا، الور، سوبارا اور سیمور شہر بتاتے ہیں۔[2] شاید قاسم نے شہر کی حفاظت کے خیال سے چاروں طرف دروازے بنوائے تھے۔

بلاذری کے مطابق۔ منصورہ شہر ندی کے کنارے بسایا گیا تھا[3] مسعودی نے منصورہ مملکت کو ملتان سے تقریباً پھر سندھی "پیراسانگ" کی دوری پر واقع بتایا ہے۔ منصورہ کے زیر سایہ دو یا تین ہزار گاؤں ہیں۔ یہ زراعتی علاقہ ہے

---

[1] اسلامک ثمارہ ۱۹۶۴ء صحفہ ۱۸۰

[2] میڈیویل انڈیا کوارٹرلی حصہ دوم صفحہ ۱۵۳

[3] مسعودی مروج الذہب حصہ اول صفحہ ۳۷۷ - ۳۸۱

[4] بلاذری فتوح البلدان صفحہ ۴۴۴ (لیڈن)

اسکا نام منصورہ یہاں کے گورنر منصور بن جمہور کے نام پر پڑا۔ یہاں کا بادشاہ طاقتور تھا جنگ کے لئے اسکے پاس اسّی ہاتھی تھے[1]۔ ابن حوقل اصطخری کے مطابق یہ مہران ندی کے کنارے ایسے علاقے میں بسایا گیا تھا جہاں ندی کی ایک شاخ نے اسے جزیرہ کی طرح بنایا تھا کچھ عرب جغرافیہ کے ماہرین نے اسکا محل وقوع ویشانتر مغرب سے ۹۲ ڈگری اور اکشانس جنوب سے ۲۶ ڈگری اکشانس بتایا ہے ابن حوقل کے نقشے کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ سندھ ندی پنجاب کی طرف سے چل کر آخر میں جس جگہ بحر سندھ میں گرتی ہے اسی سے تھوڑی دور پہلے ندی کی ایک نئی شاخ نکلتی ہے پر دوبارہ گھوم کر اسی ندی میں مل جاتی ہے اس طرح[2] اس شاخ کے گھومنے سے بیچ میں تھوڑی سی زمین جزیرہ ٹاپو کی شکل میں بن گئی ہے اسی ٹاپو پر منصورہ شہر ہے جو چاروں طرف سے پانی سے گھرا ہونے کی وجہ سے حملہ آوروں سے محفوظ تھا۔ شاید یہ شہر ایک قلعہ کی طرح بنایا گیا تھا جس میں حفاظت کا پورا خیال رکھا گیا تھا۔ ان دنوں اسکا یاسی طور پر اہم مقام رہا ہوگا۔

نیرون ادریسی کے مطابق نیرون ایک مضبوط قلعہ ہے اسکی آبادی کم ہے۔ یہ منصورہ دیبل کے درمیان واقع ہے اس سے دونوں علاقوں کی دوری بتیس ۳۲ میل ہے یہ ایک چھوٹا اور زراعتی شہر ہے یہاں کے باشندے مالدار ہیں[3]

سندھ کے ساحلی شہروں میں نیرون نامی ایک شہر تھا کچھ ماہرین اسے بیرون پڑھتے ہیں اور البیرونی کو وہاں کا باشندہ سمجھتے ہیں[4] شاید صرف نام کی یکسانیت کو دیکھ کر۔ ورنہ البیرونی تو ایک غیر ملکی سیاح تھا۔ جو صرف سیاحت کی غرض سے

---

[1] سلیمان ندوی، عرب وبھارت کے سمبندھ مترجم رام حیدر صفحہ ۲۸۰

[2] سلیمان ندوی، عرب وبھارت کے سمبندھ صفحہ ۲۷۲

[3] ــــ، ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۶۸

[4] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۷۸ [5] ابوالفدا، تقویم البلدان صفحہ ۳۴۹

آباد تھا۔ مصر کے وزیر مہلبی نے اپنی جغرافیہ میں لکھا ہے کہ یہاں کے شہری زیادہ تر مسلمان ہیں قلقشندی نے تحریر کیا ہے کہ بیرون دیبل کے زیر سایہ منصورہ کے قریب واقع ہے اس تجارتی بندرگاہ کو محمد بن قاسم نے فتح کیا تھا۔

کلاری

ادریسی کے مطابق کلاری مہران کے مغربی کنارے پر واقع ہے یہ ایک تجارتی علاقہ ہے کلاری سے شروسان تک تین دن کا سفر ہے منصورہ سے کلاری (کلاری) کی دوری چالیس میل ہے[1]

ابن حوقل کلاری کو "لاری" کے نام سے مخاطب کرتا ہے یہ شہر سندھ کے مشرقی کنارے سے بہت دور واقع تھا۔ یہ منصورہ سے ملتان جاتے ہوئے راستے میں پڑتا ہے[2]

اناری

ابن حوقل کے مطابق ملتان اور منصورہ کے درمیان مہران کے مشرق میں اناری واقع ہے ابن حوقل اس کو ابری بھی کہتے ہیں[3] یہ سندھ کے مشرقی کنارے سے بہت دور واقع تھا۔ اناری سے کلاری دو میل کی دوری پر واقع تھا۔

بلاری

ابن حوقل بلاری کو "بیلدی" کہتے ہیں۔ یہ مہران کے قریب سندھ ندی کے ساحل پر واقع تھا[4]۔ برہان میں اس کی دا ناری، کلاری جائے وقوع، جدید سندھ کی راجدھانی (موجودہ حیدرآباد، سندھ) سے تقریباً پچاس میل شمال میں بتائی گئی ہے[5][6]

---

(۱) ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۷۹ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۷۵-۱۷۶ (۲) اطہر ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۱۴۴ (۳) ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۷ (۴) اطہر ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۱۳۷ (۵) برہان مارچ ۱۹۶۸ء صفحہ ۱۵۱ (۶) اطہر ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۱۴۳

مسواہی ابن حوقل کے مطابق مسواہی، مہران کے مغرب میں واقع تھا[1]

بانیا الادریسی کے مطابق بانیا ایک چھوٹا اور خوشحال شہر ہے یہاں کے باشندے مالدار ہیں یہاں سے منصورہ کا سفر تین دن کا ہے[2] اصطخری نے سندھ کے شہروں میں اسکا نام دیا ہے ابن حوقل کی مشہور کتاب اشکال البلاد میں اس کا نام بانیا بتایا گیا ہے۔ چچ نامہ میں اسکو باٹیا کہا گیا ہے یہ چھوٹا سا شہر منصورہ کے جنوب میں کاکاجہل کی طرف ایک نیل پر واقع تھا[3]

سنجباری (سنجاری) ابن حوقل نے اسے مہران کے مغرب میں واقع بتایا ہے[4] ادریسی کا کہنا ہے کہ سنجاری اشردستان (السدوستان) سے ۲۶ میل مغرب کی طرف واقع ہے۔ سنجباری کی زمین سطح ہے۔ اس کی عمارتیں خوبصورت ہیں خوبصورت پارک ہیں کھیتی باڑی خوب ہوتی ہے یہاں کے باشندے ندی اور چشموں سے پانی پیتے ہیں یہاں سے کنج پور دو میل ہے[5]۔ سندھ ندی کے مغرب میں منصورہ جاتے وقت سنجاری پڑتا ہے[6] ادریسی کے مطابق سنجاری شہر ایک غار میں واقع ہے اس کی بناوٹ بہت شاندار ہے۔ اسکے چاروں طرف باغات میں فواروں سے پانی نکلتا ہے[7] یہاں سے دیول کا سفر دو دن کا ہے[8]

---

[1] اطہر ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۱۳۴ [2] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۷۹ [3] اطہر ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۱۳۳ [4] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۷، [5] ——— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۷۷، [6] اطہر ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۱۳۴ [7] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۷۹۔۸۰ [8] کننگھم ایشینٹ جیوگرافی آف انڈیا صفحہ ۲۲۸

سدوسان (شروسان) | ادریسی کے مطابق تلاری سے سدوسان تین دن کا سفر ہے۔

یہاں کی آبادی زیادہ ہے پیداوار اچھی ہے تجارت کیلئے یہ علاقہ عمدہ ہے بہت سے غیر ملکی تاجر یہاں تجارت کرنے آتے ہیں[۱]۔ ابن خرداذبہ کے مطابق مختلف ادوار میں اس علاقے کا نام مختلف رہا ہے جیسے سندوسان، سبتان، سھوان، سھبن وغیرہ گجرات کا یہ صوبہ سمندر کے کنارے واقع ہے[۲] سندھ ندی کے مغرب میں واقع ہونے کی وجہ سے یہ شہر محمد بن قاسم کے دور میں فتح ہوا تھا[۳]۔ این ایل۔ ڈے نے یونانی مصنفین کے بیان کئے ہوئے سندھی مان، نزعربوں کے بیان کئے ہوئے سندان اور سدوسان کو سندھ کے داہنے کنارے پر بتایا تھا جہاں راجہ بھمبھاری نے حکمرانی کی تھی اسکے قلعے کے کھنڈرات آج بھی موجود ہیں[۴] ہندوستان، نہران ندی کے مغربی کنارے پر واقع ہے[۵]

سوپارا | ادریسی کے مطابق یہ سمندر سے تقریباً ڈیڑھ میل دور واقع ہے[۶]۔ یہ ایک خوشحال، زراعتی اور بحر ہند کا تجارتی بندرگاہ ہے این ایل۔ ڈے نے سوپارا کا محل وقوع بمبئی کے تھانہ ضلع میں بتایا ہے[۷] اس جگہ کا ذکر کئی یونانی جغرافیہ نے بھی کیا ہے بائبل میں اس کا ذکر

---

[۱] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۷۹-۸۰

[۲] ——— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۸۷

[۳] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۸

[۴] ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۱۳۳

[۵] میڈیول انڈین کوارٹرلی حصہ دوم صفحہ ۱۵۷

[۶] این۔ ایل۔ ڈے جیاگرافیکل ڈکشنری آف انشینٹ اینڈ میڈیول انڈیا صفحہ ۲۵۶

[۷] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۸۵

اُودگیر نام سے ہوا ہے۔ یہاں سے اشوک کا ایک فرمان دستیاب ہوا ہے[1] ابن حوقل نے مندرجہ بالا شہروں کا فاصلہ درج کیا ہے منصورہ سے دیول چھ دن کا سفر، منصورہ سے قوران ۱۵ دن کا سفر، کندر سے ملتان بیس دن، منصورہ سے بودھا کی سرحد پندرہ دن تیج سے کندر پندرہ دن، ملتان سے قوران کی سرحد دس دن کھندویل سے منصورہ آٹھ دن، منصورہ سے کاھبل آٹھ دن، کاھبل سے کمبایا چار دن، کمبایا سمندر سے ایک پراسانگ[2] دور ہے۔ سبارا سے سندان دس دن، سندان سے سیمور پانچ دن سیمور سے اَل رُج (دالور) تین دن ایارا (انماری)، سیبلارا (بلاری) دو دن بلارا سے منصورہ ایک دن دیول سے کناجبر چودہ دن، دیول سے مخنارا (سنجاری) دو دن بلارا (بلاری) سے انآری چار پراسانگ پر واقع ہے۔ کاھبل سے منصورا دو دن کا سفر ہے[3] عرب سیاح کے اس بیان سے ایک شہر سے دوسرے شہر کا فاصلہ سفر میں لگنے والی مدت کی بنیاد پر منحصر ہے۔ شاید عرب سیاح ان شہروں سے اچھی طرح واقف تھا معاشی و سماجی اعتبار سے ان کا اہم مقام رہا ہوگا۔

قنوج ساتویں صدی عیسوی میں بھی قنوج ہندوستان کا بہت مشہور اہم ترین شہر تھا، چینی سیاح، ہیون سانگ کے علاوہ مختلف عرب مصنفین نے

---

[1] این ایل ڈے جاگرافکل ڈکشنری آف اینشنٹ اینڈ میڈیول انڈیا صفحہ ۲۰۵ سنہ ۱۹۵۴ء

[2] ایک پراسانگ برابر ہے سیل انڈو ایریکا صفحہ ۲ حصہ ۷، دسمبر و جرنل آف دبابے برانچ آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی حصہ ۱۲ سنہ ۱۹۰۵ء بی۔ ڈی۔ آر بھنڈارکر صفحہ ۲۴۰

[3] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۹ ۱۳۰ دسمبر سنہ ۱۹۵۴ء و جرنل آف دبابے برانچ۔ آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی حصہ ۱۲ سنہ ۱۹۰۵ء بی۔ ڈی آر بھنڈارکر صفحہ ۲۴۳

Marfat.com

اس شہر کا بہترین طور پر ذکر کیا ہے۔

المسعودی کے مطابق ہندوستان کے قریب سمندر سے دور قنوج کا راجہ ہے یہاں کے بادشاہ کا خطاب بورا ہے۔ یہ قلعے کے شمال جنوب، مشرق و مغرب میں کافی تعداد میں فوج رکھتا ہے۔

وہ ہر سمت سے جنگجو بادشاہوں سے گھرا ہوا ہے[1]۔ رشید الدین نے قنوج کو گنگا کے جنوبی کنارے پر واقع بتایا ہے۔ جمنا ندی اس شہر کے مشرق میں ہے دونوں ندیوں کے درمیان ۲۷ پراسانگ کا فاصلہ ہے دونوں ندیوں کے درمیان ۲۷ پراسانگ اور قنوج کے شمال میں تھانیشور واقع ہے[2]۔

شریف الادریسی نے قنوج کی سرحد پنجاب و کشمیر تک بتائی ہے[3]۔ کشمیر سے قنوج کی دوری ۱۱۲ میل ہے شاید ادریسی نے قنوج کا ذکر ایک شہر کی حیثیت سے نہ کر کے ایک مملکت کی حیثیت سے کیا ہے۔ کشمیر سے قنوج کی دوری ۱۱۲ میل کہنا درست نہیں معلوم ہوتا ہے یہ ایک کافی کشادہ آباد و تجارتی مرکز ہے۔ صوبہ قنوج کے شہروں میں ایک شہر اترا سا ہے یہ گنگا کے ساحل پر واقع ہے اترا سا سے بنارست کی دوری اسی میل ہے یہ شہر گنگا ندی کے کنارے واقع ہے اس کی آبادی کافی ہے۔ یہاں پر گیہوں، چاول اور دیگر اناج کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے۔ قنوج کا بادشاہ کافی مالدار ہے اس کی فوج میں پیدل اور ہاتھی کثیر تعداد میں ہیں[4]۔ ہرش کے دور سے شمالی ہندوستان

---

[1] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۶

[2] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۴۲، ۴۳

[3] سلیمان ندوی، عرب و تجارت کے سمبندھ، مترجم رام چندر، صفحہ ۳۲۳-۳۲۴

[4] ———— ہندوستان عربوں کی نظر میں صفحہ ۲۲۲-۲۲۳

Marfat.com

میں قنوج کو بہت اہم مقام حاصل رہا ہے اس لئے البیرونی نے قنوج کو سیاحت کا مرکزی راستہ و مقام تسلیم کیا ہے۔ اس کا محل وقوع ایسا تھا کہ دوسرے علاقوں کا فاصلہ دریافت کرنے (پیمائش کرنے) میں آسانی ہوتی تھی۔

ابن سعید نے لکھا ہے کہ یہ شہر گنگا کے دونوں کناروں پر واقع ہے[۱] بشاری مقدسی کے بقول قنوج ایک مملکت کا دارالخلافہ ہے

اسکے مشہور شہر "قدار" ابار کہارا باوہ وجیم اور عنا ر شور اور برہمدا ہیں[۲] ان شہروں کی پہچان مشکل ہے۔ قنوج ایک بڑا شہر ہے اس کے چاروں طرف فصیل ہے[۳] یہاں گوشت کافی بکتا ہے۔ پانی ہے باشندے خوبصورت ہیں یہاں بڑے بڑے مشہور اور عقلمند لوگ رہتے ہیں[۴] ابن سعید مغربی ۸۸۵ھ میں لکھا ہے کہ یہ شہر گنگا کے دونوں کناروں پر آباد ہے[۵]۔ اس طرح عرب سیاحوں کے تذکروں سے قنوج کی خوشحالی اور خوبصورتی کا علم ہوتا ہے یہ بات قابل ذکر ہے کہ ساتویں صدی عیسوی سے گیارھویں صدی تک قنوج کا نیہ کنج ہندوستان کا ایک بہت خوشحال عظیم ترین شہر تھا۔ پرتیہاروں پالوں اور راشٹرکوٹوں کی جنگ میں بھی قنوج کا اہم کردار ہے البیرونی کے مطابق محمود غزنوی نے اس شہر کو دو مرتبہ تباہ کیا

قندھار ابن خرداذبہ کے مطابق قندھار سندھ کا ایک مشہور اور شاندار شہر تھا اس کی حیثیت ایک مستقل مملکت کی طرح تھی یہ برہمنوں اور

---

۱ کننگھم انشنٹ جیاگرافی آف انڈیا صفحہ ۴۳۹

۲ ابوالفدا تقویم البلدان صفحہ ۳۶۰ (پیرس)

۳ سلیمان ندوی، عرب و بھارت کے سمبندھ، ترجمہ رام چندر صفحہ ۳۲۳

۴ ـــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۳۸۰

۵ سلیمان ندوی، عرب و بھارت کے سمبندھ ترجمہ رام چندر صفحہ ۳۲۳

Marfat.com

رشیوں کی جائے رہائش تھی۔ اسی مقام سے سندھ کی رانڈ (راوی) ندی بہتی ہے

بلہرا

عرب سیاحوں نے ہندوستان کے مختلف بادشاہوں میں جنوبی علاقے کے بادشاہ بلہرا کا خاص طور پر ذکر کیا ہے

المسعودی[1] اور ابن خردازبہ[2] نے اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ (مہاراجہ) بادشاہ بلہرا (بلبھراج) گجرات کا حکمراں تھا۔ بلبھراج لفظ کا استعمال مہاراج کے معنی میں ہوتا ہے اس سے عظمت کا اظہار ہوتا ہے یہ نام اس خاندان میں ایک قدیم زمانے سے ایک لقب کی طرح سے استعمال ہو رہا ہے۔ بادشاہ بلہرا اپنے دور کا عظیم ترین حکمراں تھا اور اپنی راجدھانی کوکن نامی شہر میں رہتا تھا[3]۔

سلیمان نے بادشاہ بلہرا کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بلہرا یہاں کے بادشاہوں کا خطاب تھا[4]۔ مسعودی نے اسے دوسرے بادشاہوں کا سرپرست بتایا ہے[5]۔ اصطخری کے بقول بلہرا کی راجدھانی جھ نگر ہے۔ سلیمان کے مطابق بلہرا ہندوستان کا عظیم ترین وطاقتور بادشاہ ہے۔ ہندوستان کے بہت سے بادشاہ آزاد و خودمختار ہیں لیکن اس کی عظمت تسلیم کرتے ہیں سلیمان اور مسعودی کے تذکروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ بلہرا کے سفیر دوسرے راجاؤں کے یہاں جب جاتے ہیں تو انکی کافی عزت کی جاتی ہے۔ سلیمان نیز دیگر عرب سیاحوں کو یقین ہے کہ بلہرا کے بادشاہ کافی لمبی مدت تک حکمرانی کرتے ہیں اس کی ... عربوں سے محبت بھرا سلوک تھے[6] ادریسی نے بھی بلہرا کو (راجاؤں کا راجہ) شہنشاہ بتلاتے ہوئے

---

[1] سعودی صفحہ ۱۷۱ [2] ابن خرداذبہ صفحہ ۱۶۶
[3] ابن رستہ صفحہ ۱۳۴، ۱۳۵ [4] سلیمان صفحہ ۲۶ پیرس ۱۸۱۱ء، برہان جنوری ۱۹۵۹ء صفحہ ۲۵ [5] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۶ [6] ضیاء الدین، ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۳۹۔

اس لقب کو یہ تشنیی بتایا ہے۔

ابن خردازبہ نے دلبھ بادشاہوں کی دائرہ حکمرانی میں گجرات، کاٹھیاواڑ اور کوکن وغیرہ صوبوں کو شامل کیا ہے مسعودی نے اسکی راجدھانی مانکیر بتائی ہے پر سمندر سے ۸۰ ہیراگ اننگ دور ہے [1] مسعودی کے مطابق بوراہ شمال مغربی پرتیہار بادشاہوں کا ملک تھا۔ [2]

عرب سیاحوں کے تذکروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ بلہرا ہندوستان کا مشہور مالدار اور عربوں کی عزت کرنے والا بادشاہ تھا۔ دوسرے حکمراں خود کو اس کے زیر سایہ تسلیم کرتے تھے [3] کچھ مورخین کے مطابق اسکی حکومت میں عیسائی، اور عالم شہر ہوتے تھے [4] مسعودی یہاں تک کہتا ہے کہ اس کی حکومت میں اسلام کیلئے مسجدیں بنی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر الٹیکر کے مطابق عرب سیاحوں نے جن کو بلہرا کہا ہے وہ راشٹرکوٹ کے حکمراں تھے جنھوں نے ۷۵۴ء سے ۹۷۴ء تک حکمرانی کی۔ [5]

بلہرا شاید سنسکرت کے لفظ [6] بلبھ رائے کی بدلی ہوئی شکل ہے راشٹرکوٹ کے بادشاہوں کا لقب بلبھ راج تھا انکا خاص مرکزی مقام مغربی دکن (جنوب) میں واقع مالکھیڑ اور شمال میں واقع گجرات اور مغربی ساحل تھا [7] متعدد مورخوں نے بلہرا کے محل وقوع کے سلسلے میں مختلف نظریات پیش کئے ہیں۔ مشہور چینی سیاح

---

[1] اسلامک کلچر ۱۹۶۴ء صفحہ ۶۲

[2] انڈین ہسٹاریکل کوارٹرلی حصہ ۱۸ ۱۹۴۲ء صفحہ ۳۷۲ [3] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۴ [4] برہان نومبر ۱۹۶۱ء، صفحہ ۲۲۷ دسواں۔ بی جلد دہم، [5] آر. سی. مجمدار دی ایج آف امپیریل قنوج صفحہ ۱۷

[6] برہان نومبر ۱۹۶۱ء صفحہ ۲۲۷ نوٹ۔ قاضی اطہر نے انھیں بلبھی کا حکمراں تسلیم کیا ہے جو صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اطہر صفحہ ۳۱۰

Marfat.com

ہیون سانگ نے اسے لارکا، لاریانی (بھڑوچ)، کے شمال میں واقع بتایا ہے البیرونی کے مطابق انہلواڑا سے جنوب میں پڑتا ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ بلھراکا یقینی محل وقوع کیا ہے۔ عرب سیاح نے اسکو ہندوستانی نام سے مخاطب نہیں کیا۔ سلیمان کے مطابق بلہرا کے ساحل پر تقنق شہر تھا۔ سی۔ بی۔ ویدھ نے اسے جالندھر اور پنجاب کا علاقہ بتایا ہے۔ ایلیٹ کے مطابق یہ بھاؤنگر سے بیس میل اور بندر گھوگھ کے درمیان میں واقع ہے۔ دھیلاری ندی کے کنارے بڑا نامی گاؤں کے قریب دلبھ یا دلبھی نامی ایک چھوٹا سا موضع ہے جس کو اس شہر کی یادگار سمجھا جاتا ہے۔ بلہرا شہر کے تباہ ہوجانے کے سلسلہ میں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔

سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ یہاں کے حکمرانوں کا مذہب بدھ تھا اور کچھ کا جین شاید اسی جنگ کی وجہ سے یہ برباد ہوا ہوگا

جُزر یا جُرز ابن خرداذبہ نے بہت سے صوبوں کا ذکر کرتے ہوئے جزر نامی مملکت کا ذکر کیا ہے[۵۱] سعودی اور سلیمان کے تذکروں سے جزر یا جرزہ کے محل وقوع پر روشنی پڑتی ہے[۵۲]۔ سیاحوں کے ذریعے مذکور راجہ جزر، گجرات سے متعلق علاقے کا حکمراں رہا ہوگا اسی لئے اس کا ذکر ابن رستہ نے بھی جزر کے حکمراں کی حیثیت سے کیا ہے[۵۳]۔ شاید عربوں کا جزرات (گجرات)، جزر ہوگیا ہے ان کی راجدھانی ان دنوں قنوج تھی راشٹر کوٹوں کی پالیسی کے برعکس یہ مسلمانوں سے بغض و عداوت رکھتے تھے۔ استخری نے بلہرا مملکت سے متصل جزر کی مملکت بتایا ہے جس کے پاس

---

۵۱ ابن خرداذبہ صفحہ ۱۰

۵۲ ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن، ہسٹری آف انڈیا حصہ چہارم صفحہ ۱۰۴-۱۰۵

۵۳ ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۲

Marfat.com

گھوڑے اونٹ اور کافی فوج ہے۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ علی جُرز لفظ حقیقت میں گوجر ہے۔ گوجر راجہ گجرات کے حکمراں تھے۔ جب گوجر خاندان ہندوستان فتح کرکے آبو ہوتے ہوتے اس ملک میں داخل ہوئے تو انھوں نے جیتے ہوئے جنوبی خطے کو تین حصوں میں تقسیم کردیا پہلا جو سب سے بڑا حصہ تھا اس کا نام مہاراشٹر دوسرے کا گوجر راشٹر اور تیسرے کا نام سوراشٹر رکھا جنھیں آج کل مہاراشٹر، (مرہٹا دیش)، گجرات اور سورٹھ کاٹھیاواڑ پکارتے ہیں۔ ۵۸۰ء کے مسلمان اسے جرز بولتے تھے گوجر کو دوبارہ ناکتین ہند نے گوجر راشٹر سے گجرات بنا دیا جو دور جدید میں بھی اسی نام سے جانا جاتا ہے۔

تاپھن (تافن)

ابن خردازبہ اور مسعودی نے مملکت "تاپھن" کا ذکر کیا ہے۔ بقول مسعودی، کچھ بادشاہ اپنا دار الخلافہ ... سے دور پہاڑوں میں آباد کرتے ہیں جسے تاپھن یہاں کا بادشاہ مسلمانوں سے بے حد محبت کرتا ہے۔ الخزری کے مطابق راجاؤں کے بعد تاپھن کا راجہ ہے یہ اپنے قریبی بادشاہوں سے دوستی رکھتا ہے اس کی فوجی قوت دیگر بادشاہوں سے کم ہے۔

سلیمان نے بلہرا کے قریب تعلق مملکت کا محل وقوع ہے یہاں کی عورتیں گورے رنگ کی اور بہت خوبصورت ہوتی ہیں یہاں کے بادشاہ اپنے پڑوسی بادشاہوں سے دوستی رکھتے ہیں۔ خردادبہ نے اس مملکت کو تافان

---

۵۱ — ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۱

۵۲ ابن خرداذبہ صفحہ ۱۰

۵۳ ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۵ - ۶

۵۴ ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۷

Marfat.com

کہا ہے[1] کچھ لوگوں نے اس کو جنوبی اورنگ آباد کے قریب بتایا ہے۔ سلیمان نے لکھا ہے کہ تاقوج (تافن)، جزر کی مملکت سے متصل ہے۔ رینا دکا کہنا ہے کہ جزر کا یہ علاقہ قنوج ہو سکتا ہے۔ اور تافن اورنگ آباد اگر جزر گجرات میں ہو سکتا ہے تو تافن اس کے شمال میں ہو سکتا ہے[2] اس کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی تافن کو جدید اورنگ آباد کے ہی قریب بتایا ہے۔

عرب و بھارت کے تعلقات میں سلیمان ندوی نے اس لفظ کو تافن بتاتے ہوئے اسے دکن (دکھن) لفظ کی بگڑی ہوئی شکل تسلیم کیا ہے[3]

رہمی یا رہما

شمال میں ایک بڑی ریاست کا ذکر کرتے ہوئے مسعودی نے لکھا ہے کہ رہمی نامی ملک، ساحل سمندر پر آباد ہے[4]۔ مسعودی نے لفظ رہما استعمال کیا ہے اس کے مطابق رہمانیاں کے حکمرانوں کا لقب تھا۔ زیادہ تر ان کا نام بھی یہی ہوتا تھا[5] سلیمان نے مختلف ریاستوں کے ساتھ مملکت "رہمی" کا ذکر کیا ہے[6] یہاں کا بادشاہ بلہرا تافق اور گجرات کے بادشاہوں سے دوستی رکھتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ جنگ میں تقریباً پچاس ہاتھیوں کے ہمراہ چلتا ہے[7] مسعودی اور سلیمان

---

1 ـــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۴۱-۴۲

2 ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن ہسٹری آف انڈیا حصہ دوم صفحہ ۱۱

3 قاضی اطہر ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۳۱۰ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۹

4 یعقوبی صفحہ ۱۰۶

5 ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن، ہسٹوریننس آف سندھ حصہ ۴ صفحہ ۳۸۴

6 ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۶

7 ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۶

Marfat.com

دونوں نے لکھا ہے کہ وہ مستقل طور پر جنوب میں بلہرا اور شمال میں گوجروں سے جنگ کرنے میں مصروف رہتا ہے۔ اس کی فوج ان دونوں سے زیادہ تھی وہ میدان جنگ میں جاتا ہے تو اسکے ساتھ پچاس ہزار ہاتھیوں کی فوج علاوہ گھوڑے، اونٹ اور پیدل پاہیوں کی فوج کے ہوتی تھی وہ سردی میں جنگ کرتا ہے کیونکہ ہاتھی پیاس برداشت نہیں کرسکتے۔ سلیمان نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے پندرہ ہزار آدمی اس کی فوج میں ملازم تھے۔ جو جنگ کی ضرورت کو پورا کرنے اور کپڑے دھونے کے لیے متعین کیے گئے تھے۔[۱]

عربوں نے رہمی مملکت کی جن خوبیوں کا ذکر کیا ہے ان میں اعلیٰ قسم کے سوتی کپڑے کی بنائی اور کوڑیوں کا استعمال اس کے بنگال سے تعلق کو واضح کرتا ہے[۲]

شاہان گوجر کے مصنف نے اسے پُرفنتا بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ عرب مصنفین نے آخر میں "ا" کی آواز کو بی - ی - کی شکل میں درج کیا ہے جو زمانہ دراز کے بعد اسی کی جگہ پر "د" کے حذف ہونے سے) رہمی رہ گیا۔[۳]

فرانبہ (فرانج) ابن خرداذبہ نے فرابیج کو فہرج لکھا ہے ان دنوں سیاحوں کی جماعت خراسان سے مکران اور سندھ جاتی تھی۔ سفر کے دوران انکی مختلف منزلوں کا ذکر ملتا ہے پہلی منزل فہرج تھی فہرج سندھ کے مشہور شہروں میں سے تھا۔

---

[۱] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۶

[۲] نالندہ آج کا ڈھاکا ہی رہمی مملکت پال کی برائی صفحہ ۹

[۳] قاضی اطہر مبارکپوری، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۲۱۲

[۴] شاہان گوجر صفحہ ۵۱۷

اسطخری نے فہرج کو سندھ ندی کے مغرب میں واقع بتایا ہے بشاری مقدسی نے اسے منصورہ ملک کے تحت بتایا ہے۔ یاقوت حموی نے فہرج شہر کا شہر کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے[۱] ادریسی کے مطابق فہرج ایک خوشحال شہر ہے مکران ادریسی شہر سے تعلق تھا اسکے دائرہ کار میں پیردرک، راسک، باہ، باند کسربند، اسفاقا، کھلبھارا، مسکان، کج اور بلبک شہر تھے[۲]۔

فرنج مسعودی نے "رہماء" کے بعد "فرنج" راجدھانی کا ذکر کیا ہے یہاں عنبر زیادہ مقدار میں دستیاب ہوتا ہے[۳]۔ رینا ڈ اسے کارومنڈل کی کھاڑی کہتے ہیں۔ وہ اسے کلنگ کی کھاڑی کا ملک مانتے ہیں سلیمان نے فرنج کو کرنج کہا ہے یہاں کا بادشاہ غریب ہے یہاں عنبر کافی مقدار میں پایا جاتا ہے[۴]۔

کج یا کجدار ادریسی نے اسے توران سے اڑتالیس میل دور واقع بتایا ہے یہاں بازار اور منڈیاں ہیں، اس کے زیر سایہ بہت سے قصبے اور شہر ہیں[۵] ابن خرداذبہ نے اسکو توران کی قدیم راجدھانی اور ایک جنگل میں واقع بتایا ہے۔ بشاری مقدسی کے مطابق یہ بلوچستان کے تیز نامی بندرگاہ سے سمندر کے کنارے مکران کی لمبائی میں بارہ پڑاؤ پر ہے[۶] ابوالفداء

---

۱ اطہر مبارکپوری، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۱۳۸

۲ ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۱۱

۳ ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۳

۴ ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۷

۵ ـــــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۸۶

۶ احسن التقاسیم صفحہ ۳۸۵

Marfat.com

کے مطابق یہ ملتان سے شاید بیس پڑاؤ پر ہے[1]۔ یہ ایک چھوٹے قلعہ کی طرح ہے جو ایک چھوٹی پہاڑی پر آباد ہوگا۔ بکی کی فتح لگتا ہے اس کے چاروں طرف پھلوں کے باغات ہیں[2]۔

کنج پور۔ بنج پور

عرب سیاحوں نے جس شہر کا ذکر کیا ہے وہ شاید بنج پور شہر ہوگا، جو مکران[3] کی راجدھانی تھی[4]۔ ادریسی نے اسی راستے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے[5] کہ یہ ایک خود مختار شہر ہے مکران سے متعلق ہے۔ یہاں کے لوگ مالدار ہیں۔ این۔ ایل۔ ڈے نے اسے بنج پور لکھتے ہوئے کہا بھارت اور ایران کی گوری ندی سے جوڑا ہے جسے گریک کے باشندوں نے گورئیس کہا ہے۔

کیکان، کیکان، کیجکانان

ابن خردازبہ نے اس شہر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کیزکانان یا کیکان ایک ہی نام ہیں یہ توران کا خوشحال شہر اور راجدھانی تھی[5]۔ بلاذری نے اس شہر کے سلسلے میں لکھا ہے کہ یہ ایک ہرا بھرا شہر ہے یہاں لوگ خوشحال ہیں[6]۔ ادریسی نے قصدار کے مغرب میں واقع بتایا ہے۔ یہاں اکثر توران کا راجہ پڑاؤ ڈالتا ہے یہ ایک آباد شہر ہے یہاں مختلف پھلوں کے

---

[1] ابوالفداء، تقویم البلدان صفحہ ۳۴۹

[2] میڈیول انڈین کوارٹرلی حصہ دوم صفحہ ۱۵۶-۱۵۷

[3] اطہر مبارکپوری، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۴۷۱

[4] ادریسی حصہ اول صفحہ ۱۱۳

[5] اطہر، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۱۶

[6] بلاذری فتوح البلدان صفحہ ۴۰۱

باغات ہیں میوے اور انگور پیدا ہوتے ہیں کھجور کی پیداوار نہیں ہوتی۔

آمھل ماھل

ابن حوقل کا خیال ہے کہ ماھل ہندوستان کی سرحد پر سیمور کی طرف آباد ہے[1] ادریسی کا قول ہے کہ ماھل ہندوستان کا شہر ہے جو سندھ اور ہند کے درمیان واقع ہے[2] اصطخری کاھل کو ہندوستان کی سرحد کا پہلا شہر بتاتے ہیں۔ جو کہ سیمور تک چلی گئی ہے جنوب میں ہندوستان کے شہر ہیں۔ کاھل مسلمانوں کی ملکیت ہے یہاں پر آم، ناریل، کیلا وغیرہ پیدا ہوتا ہے[3] ابن حوقل کے مطابق کاھل ایک خوبصورت اور بڑا شہر ہے یہاں آم ناریل نیبو اور چاول کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے کھجور نہیں ہوتا[4] کاھل (ماھل) ایک دولت مند شہر تھا جو بلہرا کی راجدھانی میں واقع تھا[5]۔

کمبایا

بقول ادریسی یہ سمندر سے تین میل دور واقع ہے یہ ہندوستان کا خوبصورت شہر ہے۔ یہ بندرگاہ کے نام سے جانا جاتا ہے مختلف ملکوں کے تاجر یہاں بغرض تجارت آتے ہیں خلیج اونچائی میں ہونے کی وجہ سے یہاں جہاز آتے جاتے تھے کمبایا سے جزیرہ ایلکین کا بحری سفر ڈھائی دن کا ہے ایلکین سے دیول دو دن کا سفر ہے۔ کمبایا میں گیہوں چاول پیدا ہوتا ہے یہاں کے باشندوں کا مذہب بدھ ہے[6] ابن حوقل نے کمبایا کو ہندوستان کا

---

[1] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۸

[2] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۷۹

[3] ——— ہندوستان عربوں کی نظر میں

[4] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۴۹

[5] پروسیڈنگ آف انڈین ہسٹری کانگریس صفحہ ۶۶۶

[6] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۱۴

Marfat.com

ایک مضبوط اور بڑا شہر کہا ہے اس مقام پر آم، ناریل، نیبو اور چاول وغیرہ کی کھیتی ہوتی ہے۔ شہد کافی مقدار میں پایا جاتا ہے لیکن کھجور نہیں ہوتا[لہ]

سبارا ادریسی کا خیال ہے کہ یہ سمندر سے ڈیڑھ میل دور واقع ہے یہ آباد شہر ہے۔ یہاں بہت سی صنعتیں قائم ہیں۔ یہ ہندوستان کا ایک کاروباری شہر ہے۔ یہاں مچھلی اور موتی دستیاب ہونے تھے۔ یہ بارا کے قریب ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جس میں ناریل کے درخت ہیں سبارا سے سندان پانچ دن کا سفر ہے[لے] ابن حوقل نے اسے لکھایا کہا ہے کمبایا اور سربایا چار دن کا سفر ہے[سے]۔

مکران میں واقع تیج سے سیتو بندھ تک کے علاقوں کے سلسلے میں البیرونی نے سبارا اور سنگل جزیروں کا ذکر کیا ہے سبار کو سجاد نے سنسکرت کا لفظ سپارک دشپیرک، بتایا ہے[لے] اسے بمبئی سے ۳۷ میل دور شمال میں تھانہ ضلع کے سوپر سے تشبیہ دی گئی ہے اس بنیاد پر سپارا کو سوپارا کی بدلی ہوئی شکل تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

سندان ابن حوقل نے ہندوستان کے ایک طاقتور اور وسیع شہر کی حیثیت سے سندان کا ذکر کیا ہے اس علاقے میں آم ناریل، نیبو اور دھان کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے۔ شہد بھی دستیاب ہوتا ہے لیکن کھجور نہیں[ھ] ابن فرداذبہ کے مطابق صوبہ

لہ ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۹۰

لے ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۸۵

سے ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۸

لے سجاد البیرونیز انڈیا حصہ دوم صفحہ ۳۲۰ ھ ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۹۰

Marfat.com

سندان سندھ سے متعلق ہے یہاں کی آب و ہوا گرم ہے[1] ادریسی نے سندان کو سمندر سے ڈیڑھ میل دور واقع بتایا ہے یہ ایک آباد اور بڑا شہر ہے یہاں پر بحیرہ خارجہ سے تجارت ہوتی ہے سندان کے مشرق میں اسی نام کا ایک اور جزیرہ ہے جو ہندوستان کے تحت ہے یہ ایک زرخیز شہر ہے[2]۔

سیمر ادریسی نے لکھا ہے کہ سیمر ایک خوبصورت شہر ہے یہاں پر آم ناریل، لیموں، اور چاول کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے شہد بھی ملتا ہے کھجور کے پیڑ یہاں نہیں ہیں[3]

قصوینی نے اپنی کتاب آثار البلاد میں سیمر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ہندوستان کا ایک شہر ہے جو سندھ کی سرحد میں واقع ہے یہاں کے باشندے بہت خوبصورت اور صحت مند ہوتے ہیں۔ یہاں پر مسلمان عیسائی آتش پرست وغیرہ مذاہب کے ماننے والے رہتے ہیں۔ ترکی تاجر یہاں کاروبار کرتے ہیں اور یہاں سے سموری اگرے جاتے ہیں[4] اصطخری نے سیمر کو بلھرا کے تحت قرار دیا ہے[5] مسعودی نے اس شہر کے سلسلے میں تحریر کیا ہے کہ یہاں کے مسلمانوں کی تعداد دس ہزار سے زیادہ ہے[6]۔

جندرہ (جنداور) اصطخری کے مطابق ملتان سے ڈیڑھ میل دور بہت سے مکانات ہیں جن کو جنداور کہا

---

[1] ابو جعفر تاریخ سندھ صفحہ ۸۵
[2] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۸۵
[3] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۸۳
[4] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۹۷
[5] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۷
[6] مسعودی، مروج الذہب حصہ دوم صفحہ ۸۵-۸۶

جاتا ہے[1] ادریسی نے ذکر کیا ہے کہ جندرہ مضبوط قلعوں کا ایک مجموعہ (جھنڈ) ہے یہ بہت اونچا ہے یہاں صاف ستھرا پانی ملتا ہے۔ یہ ملتان سے دور ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک خوبصورت شہر ہے ملتان کا بادشاہ گرمی کی تعطیل میں اسی مقام پر آرام کرتا ہے[2]۔ شاید یہ پہاڑی پر آباد کوئی تفریحی مقام رہا ہوگا۔

سندر ادریسی کے مطابق جنوبی ملتان سے تین دن کے سفر پر سندر واقع ہے۔ یہ علاقہ تجارت اور مال و زر کے لیے مشہور ہے یہ اس ندی کے کنارے بسا ہوا ہے جو کہ مہران کے اوپر سمندر میں گرتی ہے۔ ملتان سے شمال کی جانب کچھ دور پر ایک ریگستان ہے جو کہ دور توران کی مشرقی سرحد تک پھیلا ہوا ہے[3]۔

بسمد اصطخری کے مطابق بسمد ایک چھوٹا سا مگر خوبصورت شہر ہے وہ بسمد کو سمندری کہتے ہیں[4]۔ ابن حوقل نے بسمد کو ملتان اور "بندرود" کی طرح مہران کے مشرق میں واقع بتایا ہے[5]۔

ملتان ابن خرداذبہ کے مطابق ملتان، ہندوستان کا قدیم اور مشہور شہر ہے اس کی شہرت کا خاص سبب یہاں کا وسیع و مشہور

---

[1] —— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۷۳
[2] —— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۹۲
[3] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا، حصہ اول صفحہ ۱۱۵
[4] —— ، ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۷۳
[5] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۷

Marfat.com

مندر ہے[1]، ابوزید کے مطابق ملتان کا بت، منصورہ کی سرحد میں واقع ہے ہندوستانی باشندے کہنوں سفر کے بعد اس مندر کی زیارت کو آتے ہیں اور اپنے ساتھ ہندوستانی چندن لاتے ہیں جسے الکامرون کہتے ہیں اس میں بہت خوشبو ہوتی ہے۔ مندر کا پورا خرچ اسی سے چلتا ہے[2]

المسعودی نے ملتان کے سلسلے میں لکھا ہے کہ اس کا نام "سونے کی سرائے" اس لئے پڑا کہ حجاج کے بھائی محمد بن یوسف نے چالیس بھار سونا حاصل کیا تھا (ایک بھار سونا تین سو تینتیس من کا ہوتا ہے) یہ سب سونا ایک گھر سے حاصل ہونے کی وجہ سے ملتان کا نام "فرج بیت الذہب" پڑ گیا۔ ملتان میں ایک چھوٹی سی ندی ہے جس کے اوپر بہت سی پن چکیاں لگی ہوئی ہیں۔ اس کے کنارے بہت سے کھیت ہیں یہ ندی سندھ میں گرتی ہیں[3]۔ استخری نے لکھا ہے کہ ملتان کی حفاظت کے لئے چاروں طرف بڑے بڑے شہر ہیں[4]۔ مسعودی کے مطابق ملتان ایک کافی وسیع و عریض صوبہ ہے۔ یہ شہر ایک مندر کی وجہ سے بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے[5]۔ ابن حوقل کے مطابق ملتان منصورہ کا نصف ہے اس کو سونے کے گھر کی سرحد کہتے ہیں۔ مندر کی مورت ایک مضبوط قلعے میں نصب ہے کنگھم کے مطابق ملتان ویرانوں والا شہر ہے یہ مضبوط قلعہ تھا جو راوی ندی کے

---

[1] ابوجعفر تاریخ سندھ ۳۴۲ [2] ـــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۹۱-۱۹۲ [3] ہیمبٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۳۰

[4] ـــــ ، ہندوستان عربوں کی نظر میں، حصہ اول صفحہ ۱۹۱-۱۹۲

[5] استخری صفحہ ۳۷۰

[6] ـــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۹۱-۹۲

دوسرے کنارے پر واقع تھا[1] ۔الادریسی کے مطابق ملتان، ہندوستان کی سرحد میں واقع ہے[2] ملتان کو زیادہ تر لوگ سونے کی سرحد یا سونے کا دروازہ کہتے ہیں یہاں ایک مشہور مندر ہے۔ سندھ و ہند کے کبھی باشندے اسکی مشہور مورتی سے گہری عقیدت رکھتے ہیں۔ اس مورتی کے نام پر یہاں کا نام ملتان پڑا[3]۔ بشاری مقدسی کے مطابق ملتان ایک خوبصورت شہر وراجدھانی ہے اس کے مشہور شہر، برار، رسطان، ورمن اور بربر وغیرہ ہیں ایسا لگتا ہے کہ ملتان ایک شہر نہ ہو کر ایک صوبہ تھا۔ ملتان کی سرحد کا ذکر کرتے ہوئے مصری وزیر مہلبی (چوتھی صدی ہجری) نے لکھا ہے کہ ملتان کی سرحدیں بہت زیادہ وسیع ہیں۔ مغرب میں مکران اور جنوب کی طرف منصورہ (سندھ) تک اس کی وسعت ہے۔ اس دور میں تقریباً ایک لاکھ بیس مواضعات اسلامی مملکت میں شامل تھے[5]۔

قضوینی کے مطابق ملتان ایک گھنی آبادی والا شہر ہے غیر ہندوؤں اور جینیوں کے لئے مقدس مقام ہے۔ ویسے ہی جیسے مسلمانوں کا مکہ ہے یہاں کے باشندے مسلمان ہیں یہاں کی حکومت کسانوں کے ہاتھ میں ہے[6]۔ ساتویں صدی میں ملتان کا نصف شمالی علاقہ موجودہ صوبہ

---

[1] کنی رگھم ایشینٹ جاغرافی آف انڈیا صفحہ ۱۹۴
[2] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۹۱-۱۹۲
[3] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۸۱-۸۲
اصطخری صفحہ ۵۳ ابن حوقل صفحہ ۴۵-۴۶
[4] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۳۸۴
[5] سلیمان ندوی، عرب و بھارت کے سمبندھ مترجم رام چندر صفحہ ۲۴۸
[6] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۹۶

بہاولپور تھا[۱]

ملتان عربوں کے حملہ کرنے سے پہلے سندھ کے ایک ہندو مملکت کی راجدھانی تھا۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ لاہور کے برہمن بادشاہ چچ نے اس پر فتح حاصل کی تھی۔ جب سندھ کے آخری بدھ راجہ رائے سہاسی دوم کی وفات کے بعد اس پر قبضہ کر لیا[۲]۔ عرب سیاحوں کے تذکروں سے یہ بات پوری طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ قدیم زمانے میں ملتان ایک مذہبی زیارت گاہ کی حیثیت سے بے حد اہم سمجھا جاتا ہندوستان کے گوشے گوشے سے عقیدت مند اس مبارک عبادتگاہ کی زیارت کے لئے آتے تھے۔ ملتان کے دائرہ کار میں عرب سیاح نے ایک لاکھ بیس ہزار گاؤں شامل بتلائے ہیں۔ جس سے اس صوبہ کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے[۳]

کندابیل

استخری نے لکھا ہے کہ کندابیل ایک وسیع شہر ہے، یہاں ریگستان ہیں صرف یہاں بانس پیدا ہوتا ہے۔ یہاں ابل نامی ایک شخص تھا جس کے نام پر اس شہر کا نام کندابیل رکھا گیا ہے یہ بودھوں کا تجارتی مرکز ہے کیکیز کانہ اور کندابیل کے درمیان میں "ابل" نام کا ایک پرگنہ ہے[۴]۔ ابن فرداز بہ کندابیل کا اصلی نام گندھابیل بتاتے ہیں کسی زمانے میں یہاں بھاٹیوں کی حکمرانی تھی، یہ سندھ کے خوشحال آباد شہروں میں سے تھا اس کی پہچان گنداوا سے کی جاسکتی ہے[۵] ابن حوقل نے اسے بودھ مملکت کا دارالخلافہ بتایا ہے[۶]۔ کندابیل کو عام طور پر شاہ بہت گندو

---

۱ وائرس حصہ اول صفحہ ۱۸۵ ۲ اسلامک کلچر ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۴

۳ ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۹

۴ ـــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۴

۵ ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۸

سے کی جاتی ہے کتاب المسالک والممالک کے مطابق اس علاقہ سے ملتان اور منصورہ کا فاصلہ دس اور آٹھ دنوں کا سفر ہے[1]

القانون توران کا مشہور شہر تھا۔ ابن حوقل نے لکھا ہے کہ البدھہ توران اور مکران کے درمیان واقع تھا اور ملتان منصورہ کا شہر تھا۔[2]

کمبایت مسعودی نے لکھا ہے کہ کمبایت وہ شہر ہے جہاں دلکش کھمبایتی جوتوں کا کام ہوتا ہے[3]۔ ادریسی نے لکھا ہے کہ یہ ساحل سمندر سے تین میل دور ایک خوبصورت شہر ہے یہاں بہت سے ملکوں اور شہروں کا سامان جہاز سے اترتا ہے۔ اس کے چاروں طرف مضبوط فصیل ہے جسے صوبۂ سندھ کے حاکم (گورنر) نے اس وقت تعمیر کرایا تھا۔ جب کیش جزیرہ کے حکمرانوں نے کھمبایت پر حملہ کرکے اسے فتح کرلیا تھا[4]۔ این ایل۔ ڈے نے گجرات میں واقع یا استمبھ پور کو یا کمبات بتاتے ہیں[5]۔

اجودھیا البیرونی نے اجودہ کو قنوج سے پندرہ میل جنوب مشرق میں واقع بتایا ہے[6] کسی عہد میں یہ کوشل کا پایہ تخت تھا جو کہ رام کی جائے ولادت اور مذہبی مقام اجودھیا ہے۔ ہیون سانگ نے

---

۱ ایچ ٹی لیمرک ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۱۵۷
۲ میڈیویل انڈین کوارٹرلی حصہ دوم صفحہ ۱۵۴
۳ مسعودی، مروج الذہب، حصہ اول صفحہ ۲۵۳ (پیرس)
۴ ـــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۸۶
۵ این ایل۔ ڈے جاگرافکل ڈکشنری آف اینشینٹ اینڈ میڈیویل انڈیا صفحہ ۴۲
۶ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۸

Marfat.com

اسے ایت لکھا ہے[۵۱] جدید اجودھیا فیض آباد ریلوے اسٹیشن سے ۶ میل اور سرجو ندی کے کنارے پر واقع ہے۔

انہلوارا

عرب سیاحوں کے مطابق انہلوارا سے جنوب میں کچھ دور یہ مملکت لالہ واقع ہے انہلوار کا ذکر بمبئی کے مغربی ساحلی شہروں میں ہوا ہے[۵۲] اس کا محل وقوع براہنج (بھڑوچ) سے ۱۲۸ میل دور بتایا گیا ہے۔ اس شہر کا موازنہ (تشبیہ) ایلیٹ نے گجرات میں واقع پاٹن یا انہلوارا نام سے کیا ہے آٹھویں صدی قبل مسیح سلنکھی بادشاہوں کے زوال کے بعد انہن پاٹن، گجرات یا مغربی ہندوستان کا پندرھویں صدی قبل مسیح تک اہم شہر تھا[۵۳]۔

آبھاپوری

البیرونی نے لکھا ہے کہ قنوج سے چل کر جون (جمنا) اور گنگا نامی ندیوں کے درمیان جنوب میں سفر کرنے والا آبھاپوری پہونچتا ہے[۵۴]۔ یہ قنوج سے ۸ فرسخ اور واقع ہے اس کے محل وقوع کا صحیح علم نہیں ہے یہ علاقہ نامعلوم ہے۔

اوکھمن (اوتکین)

ابن فرداذبہ کے مطابق سندھ ندی کے ڈیلٹا سے اوتکین (اوکھمن) تک جہاں سے ہندوستان کا آغاز ہوتا ہے ۴ دن کا سفر ہے فرداذبہ کے اوتکین اور ادریسی کے اوتکین سے مراد اوکھاپوٹ ہے جو کاٹھیاوار کے

---

۵۱ دارٹس صفحہ ۳۵۵

۵۲ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۵

۵۳ کننگھم اینشینٹ جیاگرافی آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۹۶

۵۴ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۹

شمال مغربی سرے پر واقع ہے۔

انکوتیرتھ البیرونی کے مطابق اس کا محل وقوع پریاگ سے ۱۲ فرسخ ہے ایلیٹ نے اس کا نام آرکرت لکھا ہے[۵۱] اور ڈاوسن سے کرن تیرت جو جدید مرزا پور میں کنٹت کہا جاتا ہے[۵۲] ہوری والا نے اسے آرک تیرتھ کے نام سے مخاطب کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ یادین پر واقع اور تیرتھ ہے جلالہ کنز کے نالہ گا نگیے صدی کی دستاویز (فرمان) ملا ہے[۵۳] کنز د بو حیدی کے ایک ۱۱۶۱ء الہام میں اس کا ذکر ہے[۵۴] ڈاکٹر جے شنکر شر نے لکھا ہے کہ ثاثا البیرونی کا ایک تیرتھ ۱۲ فرسخ (تقریباً ۶۰ میل) پریاگ کے جنوب میں کہیں آس پاس معلوم ہوتا ہے[۵۵]۔

آسی یہ قنوج کے جنوب مغرب میں واقع ہے[۵۶] جس کی دوری ۱۸ فرسخ بتی ہے اس کا ذکر سلطان محمود کے ہندوستان پر حملے کے سلسلے میں کیا ہے[۵۷] کننگھم آسی کو قنوج سے ۶۰ میل جنوبی مغرب اور اٹاوا سے چھ میل جنوب میں جمنا ندی کے ساحل پر آباد آسی گھاٹ سے تشبیہہ دی ہے[۵۸]۔

---

۵۱ ایلیٹ اینڈ ڈاوسن، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۵۵

۵۲ " " " " " صفحہ ۵۸۵

۵۳ ہوری والا، اسٹڈیز ان انڈو مسلم ہسٹری صفحہ ۱۰

۵۴ ایپگرافیا انڈیکا حصہ ۱۱ صفحہ ۱۷۵

۵۵ جے شنکر شر، گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۴۴

۵۶ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۲

۵۷ ایلیٹ اینڈ ڈاوسن، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۴۶

۵۸ کننگھم، اینشینٹ جیاگرافی آف انڈیا صفحہ ۳۹۹

ادھشٹھان اس کا ذکر "بربہان" سے ادھشٹھان تک کے راستے (کشمیر کی راجدھانی) کے سلسلے میں ہوا ہے[۱] یہ سرینگر کی قدیم راجدھانی تھی[۲]

ابھرانت البیرونی کے مطابق اسکا محل وقوع شمال میں ہے لیکن یہ مغرب میں واقع ہے جس کی تشبیہہ کوکن سے دی گئی ہے[۳]

اُجین البیرونی نے اجین سے "مال" دھقرا کا فاصلہ ۵ فرسخ بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ راستے میں بہت سے مواضعات پڑتے ہیں[۴]

اجین سے مراد مشہور علاقہ اُجینی ہے جو اونتی کی راجدھانی تھی مشہور چینی سیاح یہاں آیا تھا[۵]

اُشدھارا البیرونی نے "بربہان" سے ادھشٹھان (کشمیر کی راجدھانی) تک راستے میں پڑنے والے علاقوں کے سلسلے میں اس کا تذکرہ کیا ہے[۶] کننگھم نے اشدھر کو موجودہ بارہ مولہ سے جنوب مشرق میں دو میل کے فاصلے پر واقع … علاقہ سے مشابہت دی ہے[۷]

---

۱ سخاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۲
۲ امپیریل گزیٹیر آف انڈیا حصہ ۲۳ صفحہ ۹۶
۳ لا۔ البیرونیز نالج آف انڈین جیاگرافی صفحہ ۱۴
۴ سخاؤ، البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۳
۵ ایس۔ بیل۔ بدھشٹ رکارڈز آف دی ویسٹرن ورلڈ حصہ ۲ صفحہ ۲۷۰-۲۷۱
۶ سخاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۷
۷ کننگھم ایشینٹ جیاگرافی آف انڈیا صفحہ ۱۰۰

Marfat.com

کُردُھ البیرونی نے لکھا ہے کہ قنوج سے چل کر جون (جمنا ندی) اور گنگا نامی دو ندیوں کے درمیان جنوب کی طرف چلنے پر آٹھ فرسخ کی دوری پر کردھ پڑتا ہے۔ کردہ کو فتح پور ضلع کے کھجوا تحصیل کے کورجہان آباد کا قدیم نام بتایا جاتا ہے[1]۔

کانچی یہ قدیم زمانے سے ہی مشہور ہے۔ البیرونی نے بھی اسکا تذکرہ کیا ہے اس کے متعدد نام ہیں جیسے کانچی پور کانچی اور کنجی ورم[2]۔

گنگا ساگر (ساگر) اس کا اصلی نام گنگا ساگر معلوم ہوتا ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں گنگا ندی سمندر میں ملتی ہے۔ قدیم زمانہ سے ہی یہ علاقہ ہندوؤں کا ایک بہت ہی مشہور متبرک زیارت گاہ تسلیم کیا جاتا ہے[3] البیرونی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اس علاقے کا فاصلہ بنواسی سے ۳۰ فرسخ بتایا گیا ہے یہ علاقہ گنگا کے مشرقی کنارے کے ساتھ چلتے ہوئے بنارسی کے جنوب مشرق میں واقع بتایا گیا ہے۔

تامرلپتی یہ علاقہ تیرتھ گرت کا ذکر البیرونی نے وایو پران اور جارہ مہر کا مطالعہ کرکے کیا ہے[4] اس علاقے کو موجودہ تاماملک

---

[1] امپیریل گزیٹر آف انڈیا حصہ دوم صفحہ ۳۹۸

[2] این۔ ایل۔ ڈے جیاگرافیکل ڈکشنری آف انشینٹ اینڈ میڈیول انڈیا صفحہ ۱۰۲

[3] فرداً زیہ صفحہ ۱۵۲

[4] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۹۹

Marfat.com

سے مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ آج کا مشرقی بنگال جس میں ڈھاکہ اور چٹاگام شامل ہیں وہی علاقہ ہے۔ اسکا ذکر چھٹی صدی میں سمبھ کی قدیم راجدھانی کے طور پر ہوا ہے۔

تھانا (تنابا) تھانہ کے سلسلے میں ادریسی نے لکھا ہے کہ تھانا ایک عمدہ شہر ہے جو کشادہ خلیج کے سامنے واقع ہے یہاں بہت سے ملکوں کا سامان اتارا چڑھایا جاتا ہے ادریسی نے تنابا (تھانا) سے فندرینہ کا سمندری سفر ۴ مرحلہ ہے۔ اس ذکر سے تھانا سے مراد بمبئی صوبہ کا ہی کوئی حصہ یا کوئی قریبی علاقہ معلوم پڑتا ہے دور جدید میں بھی بمبئی میں ایک علاقہ تھانہ کے نام سے واقع ہے۔

پانی پت البیرونی کے مطابق قنوج سے ۱۰ فرسخ مغرب کی طرف چلنے پر پانی پت پڑتا ہے[1] پانی پت سے مراد جدید پانی پت ہے اس کا قدیم نام پانی پرستھ معلوم ہوتا ہے جو یدھشٹر کے ذریعے دریودھن سے مانگے گئے مواضعات میں سے ایک تھا۔

پانڈیہ پانڈا اور پانکال کا ذکر بھی وایو پران اور سمفتا کی بنیاد پر کیا گیا ہے[2] یہ موجودہ مدورا، ٹن ویلی اور جنوبی تراون کور کا مشترکہ روپ تھا جس کی راجدھانی مدورا تھی[3]۔

پرشاور البیرونی نے لکھا ہے کہ مغرب کی طرف چلنے پر سنام کے بعد راستہ تبدیل کر کے شمال مغرب میں چلنے پر ۱۴ فرسخ

---

[1] سچاد البیرونیز انڈیا، حصہ اول صفحہ ۲۰۵

[2] انڈو ایرانیکا حصہ ۷، دسمبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۱۳

[3] این۔ ایل۔ ڈے جیاگرافکل ڈکشنری آف انشینٹ میڈیول انڈیا صفحہ ۱۴۸

[4] لا۔ ٹرائبس ان اینشینٹ۔ انڈیا باب ۴

Marfat.com

دور پرشادر پڑتا ہے[۵۱]۔ پرشادر سے مراد جدید پشاور ہے[۵۲]

بروچ یا بروس ادریسی کے مطابق یہ ایک مشہور شہر ہے[۵۳] یہاں کی عمارتیں اینٹ اور چونے کی بنی ہوئی ہیں۔ این ایل ڈے نے اس کے دیگر نام بھرگو کچھ تر، مرگ آشرم وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ جدید بروچ ہے[۵۴]۔

بلاور قنوج سے شمال مغرب میں چلنے پر ۱۰ فرسخ دور بلاور واقع ہے اس کا ذکر البیرونی نے قنوج سے کشمیر تک کے شہروں کے سلسلے میں کیا ہے[۵۵] سچاؤ نے اسے بلاپور سے مشابہ کیا ہے[۵۶]

مین مال عرب سیاحوں کے مطابق سندھ کے بعد یہ ہندوستان کا پہلا شہر تھا۔ ادریسی کا کہنا ہے کہ کچھ لوگ اسے ہندوستان کا اور کچھ لوگ سندھ کا شہر تسلیم کرتے ہیں[۵۷] اصطخری نے اسے ہندوستان کا ایک سرحدی شہر کہا ہے[۵۸] الیٹ اور بروڈی والا کا نظریہ ہے کہ یہ شہور سی کا ماحل المحل یا انفل ہے[۵۹] بلاذری نے فتوح البلدان میں اسے وین مال (مین مال)

---

۵۱ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۵ - ۲۰۶

۵۲ انڈو ایرانیکا حصہ ۷، دسمبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۹

۵۳ ادریسی حصہ اول صفحہ ۱۷۹

۵۴ این۔ ایل ڈے جیاگرافیکل ڈکشنری آف انشینٹ اینڈ میڈیول انڈیا صفحہ ۲۲

۵۵ سچاؤ البیرونیز حصہ اول صفحہ ۲۰۵

۵۶ سچاؤ البیرونیز حصہ اول صفحہ ۳۱۹

۵۷ ادریسی حصہ اول صفحہ ۲۰۳ ۵۸ اصطخری صفحہ ۱۷۶

۵۹ الیٹ اینڈ ڈاوسن ہسٹری آف انڈیا حصہ دوم صفحہ ۲۶۳-۲۶۴

Marfat.com

لکھا ہے جو گرجر پرتیہار بادشاہوں کی راجدھانی تھی اور بعد میں یہ علاقہ قنوج میں شامل کر کے مملکت کا مرکز بنا لیا گیا ہے[1]

میواڑ البیرونی نے لکھا ہے کہ یہ ایک مملکت ہے جو بجان سے جنوب کی طرف آنے پر ۲۵ فرسخ پر واقع ہے[2] اس کی راجدھانی جبتور (چتوڑ) ہے جائے وقوع کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مقام یقیناً راجستھان کا میواڑ ہی ہے

مندھوکر یہ علاقہ قنوج سے جنوب کے بعد ۲ فرسخ کی دوری پر واقع ہے[3] ہوڈی والا نے اس کا محل وقوع لاہور کے قریب بتایا ہے[4]۔

فندرینہ ادریسی نے لکھا ہے کہ تھانا سے فندرینہ کا سمندری سفر ۴ مرحلے ہے (یہ فاصلہ صحیح نہیں ہے کیونکہ تھانا سے فندرینہ کے درمیان ۴۰۰ میل سے زیادہ فاصلہ ہے، لیکن ۴ مرحلے زیادہ سے زیادہ ۱۲۵ میل کے برابر ہوتے ہیں) فندرینہ ایک سمندری خلیج کے دہانے پر واقع ہے جو مالابار (سنوی دار) کی طرف سے آتی ہے۔

یہاں ہند و سندھ کے جہاز رکتے ہیں قریب میں ایک اونچا پہاڑ ہے جس کے اطراف میں الائچی پیدا ہوتی ہے ابن بطوطہ جو چودھویں صدی میں یہاں سے گذرا تھا اس نے بھی اسے فندرینہ لکھا ہے[5]

---

۱ ــــ ایشینٹ جیوگرافی آف انڈیا صفحہ

۲ سخاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۲

۳ سخاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۵ - ۲۰۶

۴ ہوڈی والا، اسٹڈیز ان انڈو مسلم ہسٹری صفحہ ۵۳

۵ ہوڈی والا اسٹڈیز ان انڈو عرب صفحہ ۷۰

Marfat.com

مگدھ مگدھ اور جھار اشٹر کا ذکر البیرونی نے "سمہتا" اور پران کی بناو پر کیا ہے[1]۔ قدیم کتابوں میں مگدھ کا بہت تفصیلی تذکرہ آیا ہے جو کسی دور میں شہرت کی انتہائی بلندی پر فائز ہو چکا تھا۔ بہار میں واقع "گیا" اور پٹنہ کے ضلع اسی کے دائرہ کار میں تھے جس کی اولین راجدھانی گری ورج یا راج گرہ تھی شہنشاہ اشوک کے دور میں اسکی راجدھانی پاٹلی پتر تھی جو سون اور گنگا ندی کے سنگم پر بسی تھی موجودہ بہار کی راجدھانی پٹنہ پاٹلی پتر کا ہی دوسرا نام ہے

راجوری[4] البیرونی کے مطابق قنوج کے جنوب مغرب میں یہ علاقہ واقع ہے اور جدید میں بھی اس کا یہی نام مشہور ہے۔ اس کا محل وقوع ماجوری سے ۱۲ میل شمال مغرب میں اور سندوون سے پچاس میل شمال مغرب میں واقع ہے[5]۔

راج گری البیرونی نے اس علاقے کے سلسلے میں تحریر کیا ہے کہ قنوج سے راج گری کا قلعہ ۸ فرسخ کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کے بعد شمال میں چلنے پر کشمیر پہونچتے ہیں[6] یہ علاقہ پنجاب کے شمال میں واقع تھا اور بہار میں واقع اسی نام کے علاقے سے مختلف تھا۔

لاردیش البیرونی نے لکھا ہے کہ انہلواڑا سے جنوب کی طرف چلنے پر لاردیش پہونچتے ہیں[7]۔ لاردیش سے مراد لاٹ ہے جو

---

۱ انڈو ایرانیکا حصہ ۷ دسمبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۱۰

۲ لا۔ مگدھاز ان اینشینٹ انڈیا صفحہ ۲۲

۳ لا۔ البیرونیز نالج آف انڈین جاگرافی صفحہ ۱۴

۴ سچاؤ، البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۳

۵ کننگھم، اینشینٹ جیاگرافی آف انڈیا صفحہ ۳۳۹

۶ سچاؤ، البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۵ ۷ بی سی لا، ہسٹاریکل جاگرافی آف اینشینٹ انڈیا ص ۲۸۷

Marfat.com

قدیم گجرات اور شمالی کونکن کا نام ہے [1]۔

لوہاور قنوج سے مغرب کی طرف چل کر بعد میں شمال مغرب کی سمت سفر کرنے پر ایراوتی ندی کے پہلے لوہاور کی راجدھانی ہے [2] ۵ فرسخ ہے [3] لوہاور سے مراد جدید لاہور ہے۔

لوہرانی البیرونی کے مطابق سندھ کے دہانے پر اسکا محل وقوع ہے۔ ڈاکٹر جے شنکر شرما نے اس کا محل وقوع پاکستان میں واقع جدید کراچی کے قریب بتایا ہے جس کا اصلی نام لوہارن ہے [4]۔

لدا قنوج سے کشمیر تک کے شہروں میں لدا کا ذکر ہوا ہے یہاں آنے کیلئے قنوج سے شمال مغرب چلتے ہوئے دوبارہ مغرب کی طرف چلنا پڑتا ہے [5] ہودی والا سے لد کو لدر ندی کی گھاٹی کا نام بتایا ہے جو جہلم کی معاون ہے [6]۔

درک ادریسی نے اپنے تذکرہ میں درک شہر پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ ایک آزاد تجارتی شہر ہے یہاں سے فرایز تین دن کا سفر ہے درک کے جنوب مغرب میں ایک اونچا پہاڑ ہے جو کہ نمک کا پہاڑ کہلاتا ہے [7]۔

---

۱ امپارٹمنٹ انسکرپشن فرام دی بڑودا اسٹیٹ، حصہ اول صفحہ ۲۹

۲ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۵، ۲۰۶

۳ جے شنکر شرما، گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۵۵

۴ " " " " صفحہ ۵۵

۵ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۵

۶ ہودی والا اسٹڈیز ان انڈو عرب ہسٹری صفحہ ۵۲

۷ ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۱۲

Marfat.com

عرب سیاحوں نے جن علاقوں وشہروں کا تذکرہ کیا ہے اور جدید میں ان میں سے متعدد علاقوں کی حقیقی پہچان کرنا بہت مشکل ہے اس فصل میں صرف ان شہروں کا تذکرہ و مختصر تعارف ہی پیش کیا جا سکا ہے جس کا کہ عرب مصنفین نے اپنی کتابوں میں تذکرہ کیا ہے متعدد ناموں میں اختلاف رائے پائے جانے پر مقالہ نگار نے اپنی جانب سے امکانات پیش کرنے کی جسارت کی ہے۔

پہاڑ ہندوستان ایک وسیع وعریض خطہ ارضی والا ملک ہے۔ اس کی سرحدوں پر، اونچے اونچے پہاڑی سلسلے، پہریدار کی مانند کھڑے ہوئے ہیں۔ عرب سیاحوں نے اپنی کتابوں میں مختلف پہاڑوں کا دلچسپ ذکر کیا ہے۔

عرب سیاح مسعودی[۱] نے لکھا ہے کہ گنگا کے اوپری حصہ میں اونچے پہاڑ ہیں[۱]۔ رشید الدین کے مطابق ہندوستان کے نو حصوں میں پہاڑ اور میدان شامل ہیں۔ یہ پہاڑ ایک [illegible] کے بعد ایک اس طرح قطار در قطار ہیں کہ دیکھنے میں ریڑھ کی ہڈی کے جوڑوں کی مانند لگتے ہیں۔ یہ مشرق سے شروع ہو کر مغرب کے وسطی حصے تک پھیلے ہوئے ہیں جو چین کے ابتدا سے تبت، ترکی کے [illegible] (کابل) بدخشاں تخارستان، بمیان، دبامیان)، گھر خراسان، گیلان آذربائیجان، آرمینیا، ام (فرنگ کا ملک) گلیشیا تک پھیلے ہوئے، بہت سی مبارک ندیاں انہیں پہاڑوں سے بہہ کر ہندوستان کی سرزمین کو تقدس و پاکیزگی عطا کرتی ہیں[۲]۔ مملکت بلہرا پہاڑوں سے

۱۔ مسعودی مروج الذہب حصہ دوم صفحہ ۸۲-۸۳

۲۔ الیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۵۷-۵۸

Marfat.com

گھری ہوئی ہے، سمندر کے ساحل دلمار کے پہاڑی حصے میں پہاڑوں کا پانی ملا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان میں ایک بہت ہی اونچا پہاڑ ہے[1]۔ سندھ کے شہر فیروزپور (سنجگوبد) سے ۳۶ میل مغرب میں انجیل الملح نامی نمک کا پہاڑ ہے اس پہاڑ کا یہ نام اس وجہ سے پڑا کہ اس کے چشمے کا پانی کھاری ہے[2]۔ اس سلسلے میں البیرونی کے ذریعے متس پران کی بنیاد پر پیش کی گئی فہرست قابل ذکر ہے جس میں ہندوستان کے متعدد پہاڑوں کا ذکر ہے خاص پہاڑوں میں ہمونت مہیندر، ملے، سہیہ، شکتی، کرچھ، وندھ، پر یاتر، کیلاش اور گندھ مادن قابل ذکر ہیں[3]۔ مطہر بن طاہر مقدسی نے ہندوستان میں واقع پہاڑوں کا ذکر کیا ہے۔ البیرونی کے مطابق ہندوستان کی سرحدوں پر پہرداروں کی طرح پہاڑ ہیں۔ اس کے شمال میں میرو پہاڑ محافظ کی طرح کھڑا ہوا ہے (وسط میں کشمیر ہے)، جو ملک ترکی سے ملا ہوا ہے ہمونت پہاڑ کی وسعت ملباری میں ہے پہاڑوں کا یہ سلسلہ میرو پہاڑ اور آگے خطۂ ارضی تک زیادہ ٹھنڈا ہوتا گیا ہے۔ ان پہاڑوں کے ذریعے سرزمین ہند کی نہ صرف خود بخود حفاظت ہوتی ہے بلکہ ملک کے معاشی و مذہبی ارتقاء میں تعاون دیتا ہے[4]۔

میرو پہاڑ رشید الدین رقمطراز ہیں کہ ہندوستان کے شمال میں میرو پہاڑ اور ترکوں کا ملک ہے۔ میرو پہاڑ کی اونچائی

---

۱ ابن فقیہ ہمدانی صفحہ ۱۱-۱۲

۲ ــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۸۱

۳ ہاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۷ - ۲۵۹

۴ مطہر بن طاہر مقدسی حصۂ چہارم صفحہ ۱۷، ۱۸

۵ ــــ، ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۵۷-۵۸

بہت زیادہ ہے اسکے چاروں طرف دیوتا گردش کرتے ہیں[1] اس علاقے میں دن رات ۶ مہینے کے ہوتے ہیں۔ اسٹربو بیلنی جیسے ماہرین نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔

رشیدالدین ہندوستان کے شمال پہاڑوں کا سلسلہ میرو پہاڑ سے بتاتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری اونچی چوٹیوں کے درمیان ترکستان تبت اور ہندوستان واقع ہے۔ اس چوٹی کا مقابلہ ہندوستان کی دوسری کوئی چوٹی نہیں کر سکتی۔ یہاں ہمیشہ کہر اکھڑا رہتا ہے اوپر سے تبت اور چین لال رنگ کے دکھائی دیتے ہیں اس چوٹی سے تبت کا فاصلہ ایک ہزار سانگ ہے[2]۔ میرو پہاڑ کا تذکرہ ہندوستان کی قدیم کتابوں میں ہوا ہے۔ کہیں کہیں اسے سمیرو بھی کہا گیا ہے۔ ڈے صاحب نے اس کی پہچان گڑوا کے رودر ہمالیہ سے کی ہے جہاں سے گنگا ندی نکلتی ہے[3] لا۔ صاحب نے اسے بدریکا آشرم کے قریب واقع بتایا ہے[4]۔ شیرنگ کا کہنا ہے میرو پہاڑ الموڑہ ضلع کے ٹھیک شمال میں واقع ہے[5] ڈے صاحب کے مطابق ماؤنٹ میٹا کے پاس ایلیریا کا ماؤنٹ میروس بھی ہے رشیدالدین کا یہ کہنا کہ دیوتا میرو پہاڑ کے گرد چکر لگاتے ہیں قدیم ہندوستانی کتابوں سے بھی ثابت ہے۔

---

[1] بودی والا اسٹڈیز ان انڈو مسلم ہسٹری صفحہ ۴۰

[2] ——— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۵۷-۵۸

[3] این۔ ایل ڈے۔ جیاگرافیکل ڈکشنری آف انشینٹ اینڈ میڈیول انڈیا صفحہ ۱۹۶

[4] این۔ ایل ڈے جیاگرافیکل ڈکشنری آف انشینٹ اینڈ میڈیول انڈیا صفحہ ۱۲

[5] شہ ولسٹرن تبت صفحہ ۴۰

Marfat.com

ہمالیہ پہاڑ

ہندوستان کی جغرافیائی اہمیت میں ہمالیہ پہاڑ کا خاص حصہ ہے دنیا کا کوئی پہاڑی سلسلہ اس کے مساوی نہیں ہے۔ اس نے ہندوستان کی سرحد کے تعین میں بے مثال کردار ادا کیا ہے۔ پانینی نے بھی اس کا ذکر ہماوت یا ہماوس نام سے کرتے ہوئے گنگا اور سندھ کا [illegible] علاقہ بتایا ہے[1] رشید الدین نے ہمالیہ کا محل وقوع میرو پہاڑ کی مخالف سمت میں قنوج کے شمال میں بتایا ہے شکل اس کی گول نہیں ہے یہاں پر ہمیشہ برف جمی رہتی ہے جس کی وجہ سے ٹھنڈ پڑتی ہے[2]۔ آسام اور نیپال تک پھیلا ہوا مشرقی ہمالیہ کا علاقہ ہے موٹی شکل میں اور جمبو جزیرہ کا ہمونت برابر تھا۔ جس کے بارے میں اشوک نے اپنے تیرہویں قلمی فرمان میں ناگو اور نابھ پنتیوں کا پہلی مرتبہ استعمال کیا ہے[3]۔ ماہرین جغرافیہ کے مطابق ہمونت کا نام اس پورے پہاڑی سلسلہ کا رکھا گیا تھا جو پنجاب کے مغرب میں پہاڑی سلسلہ تک ہندوستان کی پوری شمالی سرحد تک پھیلا ہوا تھا ہندوستان کی جغرافیائی سرحدوں کے سلسلہ میں ہمالیہ ہی اکیلا پہاڑ ہے[4]۔ مقدس گنگا ندی اسی ہمالیہ سے نکل کر ۵۰۰ میل تک جاتی ہے اور آخر میں ہندوستان کے میدانوں کو زراعت کے قابل بنا کر زندگی عطا کرتی ہے۔

۱۔ "پانینز ایشینٹ انڈیا" صفحہ ۸۱

۲۔ ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۵۹

۳۔ بروا اشوک اینڈ ہز انسکرپشن حصہ اول صفحہ ۲۱

۴۔ بمل چرن لاہا جاگرافی آف ارلی بدھ ازم صفحہ ۲۷-۴۱-۴۲

Marfat.com

اسی سے جمنا، سرسوتی، پر اور سندھ وغیرہ ندیاں نکلی ہیں، جن پر ہندوستانی عوام کی زندگی منحصر ہے[1]۔ ہندوستان کا ہمالیہ پہاڑ سندھ ندی اور سمندر سے گھرا ہوا ہے[2]۔

ڈاکٹر نفیس نے ہمونٹ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کشمیر اونچے برفیلے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ یہ پہاڑ ایک بغیر ٹوٹی زنجیر کی طرح پھیلے ہوئے ہیں جنھیں ہمونت کے نام سے پکارتے ہیں[3]۔ دنیا کا سب سے اونچا پہاڑی سلسلہ ہمالیہ کی بناوٹ ایک گول ٹکڑے کی طرح ہے جس کا پھیلاؤ مغرب میں سندھ کی طرف مشرق میں برہم پتر ندیوں کے درمیانی ہندوستان کی طرف مڑا ہوا ہے[4]۔ ہمونت اور ہماوری کو پروفیسر رائے چودھری نے ایک ہی پہاڑ تسلیم کیا ہے جو ہندوستان کی جغرافیائی حد متعین کرتے ہیں۔ قدیم ماہرین جغرافیہ کے مطابق ہمونت پہاڑ کے سلسلے میں بہت سے پہاڑ تھے۔ جو سلیمان سے لے کر مغربی پنجاب پورے ہندوستان کی شمالی سرحد، آسام اراکان پہاڑی تک پھیلے ہوئے تھے[5]۔ مشرق میں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں و چوٹیاں ہیں ہمالیہ کا ذکر بودھ کی مذہبی کتابوں میں بھی آیا ہے ان میں اسے مدھیہ پردیش کی شمالی سرحد پہ واقع بتایا گیا ہے۔

---

[1] پرکر۔ جیاغرافکل فیکٹرز آف انڈین ہسٹری صفحہ ۳۴

[2] اینی قسنٹ۔ ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۱

[3] نفیس، اسلم کانٹری پوزیشن تو جیاغرافی صفحہ ۱۳۵

[4] ول چرنرلاہا۔ پراچین بھارت کا ایتہاسک بھوگول صفحہ ۲۷

[5] سندرچھ بالہ جیاغرافیکل ایسیز۔ صفحہ ۸۲

Marfat.com

مندرجہ بالا بیانات کی روشنی میں ہمالیہ کے محل وقوع اور اس کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ مذہبی نقطہ نظر سے بھی اس کی قدر و منزلت کچھ کم نہیں کیونکہ مقدس ندی گنگا کا منبع یہی ہے اس کے علاوہ اس سے جاری ہونے والی بہت سی ندیوں نے ہندوستان کی سرزمین پر بے شمار احسانات کیے ہیں سیاسی اعتبار سے یہ وسیع و عریض پہاڑ دشمنوں کے لئے ایک دیوار بن کر ملک کی حفاظت کرتا ہے۔ اس طرح اس پہاڑ کی صرف سیاسی اعتبار سے ہی نہیں بلکہ مذہبی و فلسفیانہ، تاریخی اور فنی نقطہ نظر سے بے مثال نقوش مرتب ہوئے ہیں یہ ہندوؤں کے لئے ہمیشہ استعجاب و عزت کا سرچشمہ رہا ہے[۱]۔

ہمکوٹ پہاڑ عرب سیاح رشیدالدین نے ہمکوٹ کو حرم کٹ پہاڑ کہا ہے۔ اس کے مطابق ہمالیہ کے شمال میں پہاڑوں کے سلسلے میں ان میں کچھ پہاڑ ہرمکوٹ کہلاتے ہیں۔ اسی سے گنگا ندی نکلتی ہے اس کے اوپری حصے میں بہت زیادہ سردی ہوتی ہے[۲]۔

کلراچل پہاڑ رشیدالدین نے اس سلسلے میں کئی پہاڑ بتائے ہیں یہ پہاڑ چمکدار، پرسکون اور ہمیشہ برف سے ڈھکے رہتے ہیں یہ تاکاس اور لابا بہ (لاہور) سے دکھائی دیتے ہیں اسے سرسور (دنکھیا شلا)، کے پہاڑ سے پکارتے ہیں

بلر پہاڑ رشیدالدین نے ترکستان کی طرف واقع پہاڑوں کو بلر کی پہاڑوں کے نام سے یاد کیا ہے جن کا تعلق شاملان سے

۱؎ پارکر، جیاغرافیکل فیکٹس آف انڈین ہسٹری صفحہ ۲۳
۲؎ الیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۶۰

Marfat.com

ہے یہاں سے ترکستان کا دو دن کا سفر ہے یہاں پر بھوت واریا نامی قبیلہ رہتا ہے اس کا بادشاہ بھوت شاہ ہے۔ البیرونی نے ان پہاڑوں کا موازنہ کچھوے سے کیا ہے ممکن ہے کہ پہاڑ کی شکل کچھوے کی طرح رہی ہو۔

ڈھرک پہاڑ رشیدالدین کے مطابق ڈھرک پہاڑ میں گھرداز نڈ (گوکھنڈ) ندی کی دھارا ملتی ہے پھر یہ ندی بکھان شہر سے گزرتی ہے[1]۔

امک پہاڑ یہ ترکی ملک کی سرحد پر واقع ہے، لندہ ندی اسی پہاڑ سے نکلتی ہے۔ پھر یہ بلرا اور شاملوں کی پہاڑیوں سے ہو کر نکلتی ہے۔ آخر میں دو دن کے سفر کے بعد بھوت واری ولشن پہونچتی ہے[2]۔

کرن پہاڑ ادریسی نے کرن نامی پہاڑ کا ذکر کیا ہے جہاں اعلیٰ قسم کی چندن کی لکڑی پیدا ہوتی ہے یہ پہاڑی کشمیر کے قریب ہے سالا ندی کرن کی پہاڑوں سے نکلتی ہے۔

لنیا پہاڑ ادریسی نے لنیا پہاڑ کا ذکر کیا ہے سالا ندی کرن پہاڑ سے نکلنے کے بعد لنیا پہاڑ کے نیچے سے گزرتی ہے[3]۔

امری پہاڑ ادریسی نے جبریتن کے مشرق کی طرف کیلکا سارا شہر اور اسکے نیچے ابھرے پہاڑ کا تذکرہ کیا ہے جو بہت اونچا ہے اور

---

[1] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۸۸-۸۹

[2] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۶۰-۶۱

[3] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۲۵-۱۲۶

[4] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۲۵-۱۲۶

Marfat.com

شمال کی طرف پھیلا ہے۔ یہ سمندر کے اندر مونگے کے پہاڑوں کا وسیع سلسلہ بناتا ہے۔ یہاں سے سرندیپ ۴ دن کا سفر ہے۔

پری یاتر[۱] دور جدید میں ان پہاڑوں کو صرف وندھ نام سے جانا جاتا ہے[۲]

مہیندر[۳] اس کا محل وقوع گنگا ساگر، سنگم اور [illegible] گوداوری کے درمیان بتایا گیا ہے۔ حقیقت میں ہندوستان کے شمالی اور مشرقی پہاڑ ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں جو مشرق کی طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ اسکے بعد وہی جنوب کی طرف گھوم پڑے ہیں۔ لیکن حقیقت میں دونوں ایک ہی کڑی ہیں یہاں تک کہ انکا سلسلہ سمندر تک پھیلا ہوا ہے۔

عرب سیاحوں نے ہندوستان کے مختلف پہاڑوں کا جو تذکرہ کیا ہے وہ بہت اہم ہے ان میں سے زیادہ تر پہاڑی سلسلوں کی دور جدید میں پہچان کر پانا بہت مشکل ہے لیکن یہ بات پوری طرح عیاں ہے کہ ہندوستان کی سرحدوں پہ پھیلے ہوئے یہ پہاڑ مختلف انداز سے ملک کے لئے فائدے مند ہیں۔

ندیاں

کسی بھی ملک کے تہذیبی ارتقاء میں زمانہ قدیم سے ہی ندیوں کا

---

۱ سخاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۷
۲ ڈبلیو۔ سی۔ لا ماؤنٹینس آف انڈیا صفحہ ۱۷-۱۸
۳ سخاؤ۔ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۷

Marfat.com

قابل تعریف کردار رہا ہے البیرونی کے مطابق ہندوستان کی زیادہ تر ندیاں شمالی مشرقی پہاڑوں سے نکلتی ہیں۔ یہ پہاڑ ایک لمبی قطار بنائے ہیں اور مشرق کی طرف پھیلتے ہوئے جنوب کی طرف مرکز سمندر تک پہنچ گئے ہیں۔[1] سمندر میں پہونچنے کے بعد پہاڑی سلسلہ کا کچھ حصہ رام کا باندھ نامی علاقے سے مل گیا ہے۔ عرب سیاح سلیمان کے مطابق ہندوستان کی ندیاں عرب کی ندیوں کے مقابلے میں زیادہ وسیع ہیں۔[2]

گنگا عرب سیاحوں نے گنگا اور اس سے نکلنے والی چھوٹی چھوٹی ندوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ ابن رستہ گنگا کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ ہندوستان کی مشہور ندی گنگا کشمیر کے اوپری پہاڑوں سے نکل کر جنوب کی طرف ہوتی ہوئی بحر ہند میں گرتی ہے۔[3] رشید الدین نے گنگا ندی کے ہمالیہ پہاڑ سے نکلنے کے سلسلے میں روشنی ڈالی ہے۔ اس کے مطابق ہندوں کا عقیدہ ہے کہ گنگا بہشت بریں سے نکل کر زمین پر گرتی ہے اور پھر سات ندیوں میں منقسم ہو جاتی ہے وسطی حصہ گنگا کہلاتا ہے۔ گنگا ندی مختلف شہروں بر گندارت، رساون، بلاور اور کن اور تلی گھاٹی سے ہوتی ہوئی باندجاتی ہے۔[4]

عہد جدید میں جغرافیہ کے ماہرین کا خیال ہے کہ بھگیرتھی، گڑھوال کے علاقہ میں گنگوتری کے قریب روپوش ہو گئی ہے۔ دیو پریاگ میں

---

[1] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۸

[2] سلیمان صفحہ ۵۹

[3] ~~~، ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۶۹

[4] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا، حصہ اول صفحہ ۶۹-۷۰

Marfat.com

بائیں طرف سے آکر اس میں الکنندا ندی مل جاتی ہے دیوپریاگ سے اس مشترکہ دھارا کو گنگا کہا جاتا ہے وہرہ دون سے ہردوار تک اس کا دہانہ زیادہ تر تنگ ہے جسے گنگا دوار بھی کہا جاتا ہے[1] ادریسی نے گنگا کو دنیا کی سب سے بڑی ندی کہا ہے[2]۔

رشیدالدین نے گنگا کی سات دھاراؤں میں سے تین مشرقی دھارائیں بلبن۔ لدانی اور نلم کا ذکر کیا ہے جنوبی دھاراؤں میں ست، جیکاش اور سندھ ہے بیچ کی دھارا گنگا ہے یہ ندی جب بیت ندی سے الگ ہوتی ہے تو یہ برفیلی پہاڑیوں سے بہتی ہوئی مختلف علاقوں سے گذرتی ہے جیسے سلک، کرسب ہر۔ بار بر، ہرا۔ سکر کالت۔ منکا لاکر، اور سکرت وغیرہ اسکے بعد یہ جنوبی سمندر میں گرتی ہے۔ جنوب میں جیکاش، جوکہ مارکالک ولک، نجار۔ بار برکب[3] بجر دبیرا اور انجات علاقوں کو اپنے پانی سے سیراب کرتی ہے، اس فصل میں مندرجہ بالا علاقوں سے انکے موجودہ ناموں سے پہچاننا بے حد مشکل کام ہے۔ گنگا جنت سے اتر کر میرو پہاڑ کی چوٹی پر آتی ہے اور پھر چار دھاراؤں میں منقسم ہو کر بہتی ہے۔ جنوبی شاخ سیتا، مغربی شاخ چکھشو یا آکسس ندی ہے عرب سیاح اور پرانوں میں گنگا ندی کی مختلف شاخوں کا ذکر ملتا ہے وہ اس طرح ہے۔

بیت ندی رشیدالدین کے مطابق سیتا ندی بھدر سوا سے ملتی ہے اور چکھشو کی طرح رتیومالا، بھدرا کے شمال میں کردو

---

[1] ول جیز لاب، پراچین بھارت کا اتہاسک بھوگول صفحہ ۵۳

[2] ادریسی صفحہ ۵۰

[3] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۶۷

میں چلی جاتی ہے[1] ڈاکٹر جے چندر ودیا لنکار کے مطابق یہ یارقند (جرفشاں) ہے جسے چینی اس کے قدیم سنسکرت نام سیتا کے مطابق اب تک سیتا کہتے ہیں اس کے چشمے کے مشرق[2] میں تبت اور مغرب میں پامیر ہے۔

چکچھش ندی رشید الدین نے اس ندی کو جبکا شندی لکھا ہے یہ چین، مرو، کالک، دھولک، تکھار، بربر، کاچا، بہلب اور بروجیت وغیرہ ملکوں کو اپنے پانی سے سیراب کرتی ہے یہ موجودہ آکسس یا آمو ندی ہے۔

سندھ ندی مہران (سندھ) کا تذکرہ، ابن خردازبہ وغیرہ متعدد سیاحوں نے کیا ہے[3] سعودی نے لکھا ہے کہ سندھ، ملتان اور منصورہ سے ہوتی ہوئی دیول کے قریب سمندر میں گرتی ہے[4]۔ اسی طرح ابن رستہ نے لکھا ہے کہ دریائے سندھ، شکنان کے پہاڑوں سے نکل کر سمندر میں گرتی ہے۔ سیلاب کے وقت بہت تیز رفتار کے ساتھ دجلہ و فرات کی طرح بہتی ہے[5]۔ عام طور پر سندھ ندی کو ہندوستان کی مغربی سرحد مانا جاتا ہے۔ ایران مطلع کرتا ہے کہ سندھ ندی کئی علاقوں میں جھیلوں کی طرح پھیلی ہوئی ہے جس کے نتیجے میں سطح زمین پر ندی کا پاٹ زیادہ ہو گیا ہے

۱؎ ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۶۷

۲؎ سچاؤ۔ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۹

۳؎ ابن خردازبہ صفحہ ۶۱-۶۴

۴؎ ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۱

۵؎ میکرنڈل، انشینٹ انڈیا صفحہ ۲۸-۳۴

۶؎ ——، ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۶۸

اور اسکے کنارے ایک دوسرے سے بہت کو دور نظر آتے ہیں۔

ادریسی کے مطابق سندھ کی دو شاخیں ہو گئی ہیں جو مغرب و مشرق طرف جاتی ہیں۔ اس کی بڑی شاخ منصورہ تک جاتی ہے اور دوسری شاخ شمال کی طرف شردساں چلی جاتی ہے۔ پھر یہ مغرب کی طرف مڑتی ہے اسکا دوسرا حصہ منصورہ کے نچلے حصے سے ہوتا ہوا بارہ میں آگے جاکر دوسری شاخ سے مل جاتا ہے اور آگے بڑھتا ہوا بحر عرب میں گر جاتا ہے[1] ملتان کے بعد سندھ ندی منصورہ سے بہتی ہوئی دیول کے قریب سمندر میں گرتی ہے[2] بشاری مقدسی کے مطابق سندھ ندی ملتان سے تین منزل کی دوری پر شفاف پانی والی ندی ہے[3]۔ ابن حوقل نے لکھا ہے کہ مہران ندی ایک پہاڑ سے نکلتی ہے ایسا علاقہ سمندر کے قریب ملتان کا ہے پھر یہ ندی الرج، منصورہ اور لسمد سے گزرتی ہے۔ آخر میں دیول کا مشرق میں سمندر میں گرتی ہے۔ اس ندی کا پانی مصر کی نیل ندی کی طرح میٹھا ہے۔ یہ بہاؤ اور زراعت کے کاموں میں بھی نیل ندی سے ملتی جلتی ہے[4]۔ الاصطخری نے لکھا ہے کہ سندھ میں ایک بڑی ندی ہے، جس کو مہران کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ ایک پہاڑی کی اونچی چوٹی سے نکلتی ہے مہران ندی، سمندر کی سرحد ال روڑ ملتان کے پاس منصورہ تک بہتی ہے۔ آگے چل کر یہ دیول کے مشرقی سمندر سے مل جاتی ہے، سندھ ندی ملتان سے تین منزل پر

---

[1] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۷۷

[2] ——— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۳۹۷

[3] ——— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۳۹۷

[4] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۵۱-۵۲

Marfat.com

واقع ہے[1]۔ البیرونی کے مطابق سندھ کے شہر ارور سے ایک تار دھارا کی شکل میں بہنے کے ساتھ اسے مہران کی ندی کے نام سے مسلمان لوگ پکارتے ہیں۔ یہ سیدھی بہتی ہے اور آگے چوڑی ہو جاتی ہے[2]

سندھ ندی مشرقی ایشیا کی ندیوں میں سب سے بڑی اور سمندر کی طرح ہے[3]۔ البیرونی کے مطابق چیناؤ (جنیدر بھاگا) ندی کے سنگم کے پہلے تک سندھ کے صرف اوپری بہاؤ کو ہی سندھ ندی کہا جاتا ہے اس علاقے کے نیچے ارور پنج ند اور ارور سے سمندر تک کے اس کے بہاؤ کو مہران کہا جاتا ہے۔ سندھ ندی کی بنیاد پر جس علاقہ میں یہ بہتی ہے اسے "سندھ دیش" کہا گیا ہے[4]۔

رشید الدین کے مطابق سندھ ندی مختلف علاقوں میں لمبائی اور چوڑائی میں گھرتی ہوئی بہتی ہے گنگا کے مشرقی دھارا کے سلسلہ میں تین ندیاں ہیں اور یہ مختلف علاقوں سے گزرتی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

ہادنی — یرنسب، اشکان دھیور، پرشک، نیل گھنے کمیکر، اشٹ کرٹ، قراط، بلودر، ودنز، کرشکان اور ارض بہشت

آخر میں ہادنی ندی مشرقی سمندر میں گر جاتی ہے[5]۔

---

۱ ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۸ - ۳۹

۲ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۶۰

۳ برہان جولائی ۱۹۶۱ء صفحہ ۱۶

۴ جنرل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ۱۸۶۶ء جلد ۱۱ صفحہ ۳۴۳

۵ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۶۲

Marfat.com

پاوئی برندی کنیچہ، اندر دھن سرد، کھریتچہ، ہنز سرسبجہ کو سیراب کرتی ہے یہ مردر کے باغات سے ہو کر گنش پرور ڑ وشیوں اور اندر دیپ میں سے بہتی ہوئی آخر میں کھاری سمندر میں گرتی ہے[1] ڈاکٹر سرکار پاونی کو اندر دیپ کے قریب سمندر میں گرتا ہوا مان کر اسکی پہچان آرادوی ندی سے کرتے ہیں۔

نلنی گنگا کی تیسری شرقی دھارا تامر، ہنس مارگ اور مشرقی صدیوں سے ہوتی ہوئی سمندر میں گرتی ہے اس کی پہچان سالوین، یا میکانگ سے کی گئی ہے[2]۔

پانچ ندیاں (پنج ند)

المسعودی، البیرونی وغیرہ عرب سیاحوں نے پنج ند کا تذکرہ کیا ہے المسعودی کے مطابق پانچ ندیاں قنوج سے گذرتی ہیں۔ جو کہ آگے چل کر سندھ میں مہران ندی کہلاتی ہیں۔ پانچ ندیوں میں سے پہلی دلال، رنڈ ندی ہے جو قندھار سے آتی ہے دوسری ندی بہاتل کے نام سے پکاری جاتی ہے یہ سندھ کے پہاڑوں سے آتی ہے تیسری ندی سندھ میں مہران ندی ہے۔ جاحظ کے مطابق ریتیلی ندی سے نکلی ہے۔ جو بھی کابل سے آتی ہے اور اس کے پہاڑوں پر یا یئے سندھ کی طرف وسیع غزنی، جراؤں، الدوخز اور دابار کے ملک ہیں جو کر سنرستان کے سامنے ہیں۔

---

[1] سخاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۶۲

[2] سخاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۶۲

پانچویں آخری ندی کشمیر سے آتی ہے رشیدالدین کے مطابق یہ پانچوں ندیاں سندھ کے قریب بترشت کے قلعے میں گرتی ہیں جو کہ قندھار کا شہر ہے اس کے بعد یہ ندیاں جنوب میں تلت کی ندی سے آتی ہیں جسے جھیلم کے نام سے پکارتے ہیں۔ اسکا اور جیندرا ندی کا پانی پچاس میل دور جہراوار کے ملتا ہے۔ یہ ملتان کی طرف جاتی ہے وہاں سے مشرق میں ملتی ہے یہ علاقہ پنج ند یا پانچ ندیوں کا سنگم ہے یہ ندیاں شمال کی طرف سے پہاڑوں سے بہتی ہیں۔ جب یہ ترمرز کے قریب بروح ندی بناتی ہے تو سات ندیاں کہلاتی ہیں[1]۔ البیرونی نے پنج ند کے سلسلے میں پانچ ندیوں بیت (جھیلم)، ویاہ، جیندراہ، اراوا اور ستلج کا ذکر کیا ہے پانچوں ندیاں ملتان کے نیچے ملتی ہیں اس وجہ سے یہ علاقہ پنج ند کہلاتا ہے[2]۔

بیت (جھیلم) یہ مشرقی کنارے پر بسے ہوئے ایک شہر کے نام پر جھیلم کہلاتی ہے[3] اس ندی کا مخرج ہرم کٹ پہاڑ ہیں ہے[4] دور جدید میں جھیلم ندی کا منبع کشمیر کی گھاٹی میں ویری ناگ میں ہے، شاید ویری ناگ کو ہی ہرم کٹ کہا گیا ہوگا۔

ویاہ یہ ملتان کے مشرق میں بہتی ہے اور پیچھے سے بجبت اور جیندراہ میں مل جاتی ہے[5]۔ البیرونی ویاہ کو لاہور کے (دیکھیں)

۱۔ ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۶۳، ۶۴

۲۔ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۶۰

۳۔ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۶۰

۴۔ ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۶۳

۵۔ لارڈ ورس آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۳

Marfat.com

مغرب میں واقع بتاتے ہیں۔ رشید الدین نے بھی اس ندی کا ذکر کیا ہے۔

چندراہ یہ ندی جہر اور کے تقریباً پچاس میل اوپر ایک دوسرے سے ملتی ہیں۔ اور ملتان کے مغرب سے گذرتی ہے۔ یہ پنجاب کی چناب ہے[1]

راوی یہ ندی کچ ندی سے ملتی ہے جو کہ ہماچل کے پہاڑوں سے نگرکوٹ سے نکلتی ہے۔ یہ لاہور کے مشرق سے بہتی ہے۔ رشید الدین نے بھی اس ندی کا ذکر کیا ہے یہ جدید راوی ہے[2]۔ یہ پنجاب میں بہتی ہوئی لاہور کے آگے جنوب مغرب میں ہو کر چناب سے مل جاتی ہے

شتلدر (ستلج) البیرونی نے پانچ ندیوں میں سے آخری ندی ستلج جلایا ہے اور اسکے گرنے کی جگہ سونا تھ بتایا ہے[3]۔ یہ جدید ستلج ہے۔ رشید الدین نے سرست ندی (ستلج ندی) کو شربت ندی کہا ہے جو کہ لامکھن سے نسبتی ہے[4]۔ گریک لوگوں نے اسے ھیس یا ورس کہا ہے[5] شدریا ستلج کا ھیینہ مانس سرور کی مغربی جھیل کے مغربی پردیش میں ہے

البیرونی نے ہندوستان کے شمال اور مشرق سے نکلنے والی ندیوں کا تذکرہ کیا ہے جنھیں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے

ہمدھیاوے ہند کی ندی اس کے سلسلے میں بہت یا جھیلم چندربھاگ (چناب) لاہور کے

---

[1] سخاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۶۵

[2] لا۔ اوپرس آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۳

[3] سخاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۹۔۲۶۰

[4] ایلیپٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۶۱

[5] بی ایس۔ ریبی انڈیا اینج ڈسکرائبڈ بائی گریک رائٹرس صفحہ ۳۱۱

Marfat.com

مغرب میں اراوتی، لاہور کے مشرق میں شتدرو دیا ستلج دریا آتی ہیں۔

سرست اس سے متعلق جان، گنگا، سریو یا سرودیو کا کھو وغیرہ ندیاں ہیں۔

گومتی گومتی سے مراد جدید گومتی ہے جو وارانسی میں گنگا سے ملتی ہے اس کے سلسلے میں گھٹ یا یا وشالا، باہوداس، کوشکی تشیرا وغیرہ ندیاں آتی ہیں۔

وداسنی اس سلسلے میں چندما، کاونا، پرچرموتی اور ودشا وغیرہ ندیاں شامل ہیں۔

ویردتی جبی پرا جو پریاتر پہاڑ سے نکلتی ہے اور اجین سے گذرتی ہے کرتو یا یشاپن وغیرہ ندیاں اس کے دائرہ میں آتی ہیں۔

سریو یا سکھا[1] اس سے مراد جدید سرجو ندی ہے نیا اجودھیا اسی کے ساحل پر آباد ہے۔

باہدا[2] اس سے مراد جدید رام گنگا ہے۔ یہ قنوج کے قریب گنگا سے ملتی ہے۔

ورشدوتی[3] یہ ندی سرستوتی کے ساتھ مل کر بہتی ہے[4] ہندوستان کی مشہور ندی مانی جاتی ہے

اسے تھانیشور کے جنوب مغرب سے بہنے والی راتی ندی سے تشبیہ

---

[1] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۹

[2] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۹

[3] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۹

[4] ریپسن، انشینٹ انڈیا صفحہ ۵۱

Marfat.com

دی ہے الفنسٹن اور ٹانڈ کے مطابق یہ گھگھر ندی ہے جو انبالا اور سندھ سے ہو کر بہتی ہے۔ ریسن کے مطابق اسے ہم سرسوتی کے متوازی بہنے والی، چترنگ یا چیانگ سے مشابہت

ویت پاپ[2] اس سے مراد موجودہ بھوپ ندی ہے جو سلطانپور سے اٹھارہ میل جنوب مشرق میں واقع ہے۔[3]

نشچیرا (نشچیرا)[4] اسے ماہرین نے کوشکی سے تشبیہ دی ہے ویسے اس ندی کے سلسلے میں ماہرین میں اختلاف ہے اس کے متعدد ناموں کا تذکرہ آیا ہے جیسے نریرا، نشچیتو اور نوارا[5]۔

پارا[6] اسے کننگھم نے پاروتی بتایا ہے جو بھوپال سے بہتی ہوئی چمبل میں مل جاتی ہے[7]

گنڈک گنگا کی مشہور معاون ندی گنڈک ہے بھگوت پران میں اسکا نام چکر ندی ہے[8] گنڈکی (موجودہ گنڈک) گنگا کی اوپری معاون ندی ہے۔ گنڈک کی خاص دھارا (خاص گنڈک ندی) آرا ضلع میں سونپید

---

١ ڈسل جیوبرٹلاہا - پراچین بھارت کا اتہاسک بھگول صفحہ ٥٢

٢ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ٢٥٩

٣ بی سی لا، البیرونیز نالج آف انڈین جیاغرافی صفحہ ٢١

٤ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ٢٥٩

٥ این۔ ایل۔ ڈے جیاغرافیکل ڈکشنری آف اینشنٹ اینڈ میڈیول انڈیا صفحہ ١٤١

٦ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ٢٥٩

٧ آرکیالاجیکل سروے رپورٹ آف انڈیا حصہ دوم صفحہ ٣٠٨

٨ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ٢٥٩

Marfat.com

اور مظفر پور ضلع میں غازی پور کے بیچ میں گنگا سے ملتی ہے۔[1]

گُہوا[2] اس سے مراد موجودہ کابل ندی۔ اس کا ذکر رگ وید میں بھی گُہا کے نام سے ہوا ہے

دیوکا[3] قدیم پران کی کتابوں میں اس کا ذکر آیا ہے کالکا پران میں لکھا ہے کہ گومتی سرجو ندی کے وسط بہتی ہے۔

کوشکی[4] اس سے مراد موجودہ کوسی ندی ہے جو بہار میں بہتی ہے، یہ تیز رفتار کے ساتھ بہنے والی بھیانک ندی ہے یہ موجودہ کشتی بھاگلپور اور پورنیا ضلع میں ہو کر بہتی ہے اور پورنیہ ضلع میں مان ہری کے جنوب مشرق میں گنگا ندی سے ملتی ہے۔

کرتویا[5] یہ جمنا ندی کی خاص معاون ندی ہے

پرناشا[6] اس کا تذکرہ ورناشا کے نام سے بھی آیا ہے یہ موجودہ بناسی مشرقی ہندوستان کی ندی ہے۔[7]

---

[1] انڈو ایرانیکا حصہ ۷ دسمبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۲۱

[2] ومل چرن لا یا پراچین بھارت کا ایتہاسک بھگول صفحہ ۸۵

[3] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۵

[4] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۹

[5] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۹

[6] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۹

[7] انڈو ایرانیکا حصہ ۷ دسمبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۲۳

جمنا یا یمنا گنگا کی پہلی اور بڑی معاون ندی جمنا ہے ہمالیہ پہاڑی سلسلہ میں کامیت پہاڑ کے آگے سے نکلتی ہے اُن کے ساحل پر ہندوستان کی متعدد زیارت گاہیں ہیں جینی اس ندی کو یین سونا کہتے ہیں۔ بودھوں کے مطابق یہ پانچ ندیوں میں سے ایک ہے یہ جمنا ندی ہے۔ جیسے قدیم کتابوں میں کالند کنیا بھی کہا گیا ہے یہ گنگا کی معاون ندی ہے اور الہ آباد میں گنگا سے ملتی ہے۔

جمنا ندی، گنگا ندی کے نیچے قنوج میں جہاں مغربی ندی کا شہر واقع ہے۔ گرتی ہے یہ ندی گنگا اور سرست کے وسط میں واقع ہے متعدد لوگوں نے اسے گیرج کہا ہے۔ جمنا ندی قنوج کے مشرق میں واقع ہے اور یہاں اس کی دوری ندیوں کے درمیان ۷۰ پراسانگ ہے، تھانیشور شہران دونوں ندیوں کے وسط میں تقریباً ۷۰ پراسانگ ہے قنوج کے شمال میں اور تھرا سے بجائیں پراسانگ پر واقع ہے، گنگا اسکا منبع ہے جو کہ گنگدور کہلاتا ہے۔ اسکا پانی ہندوستان کے متعدد شہروں سے گذرتا ہے[۱]

البیرونی کے مطابق نرمدا ندی کا دریا نہ گنگا اور سرستی ندی کے دہانوں کے وسط میں ہے یہ مشرقی پہاڑوں سے نکل کر جنوب مغرب کی طرف بہتی ہے اور سومنات سے تقریباً آٹھ جوجن مشرق میں بھروچ شہر کے قریب سمندر میں گرتی ہے[۲] نرمدا ندی کا سرچشمہ بیکل پہاڑ بھا مچر کہ مدھیہ پردیش کے گونڈوانا میں واقع ہے اسے رکوا بھی کہتے ہیں۔ یہ موجودہ جمنا ہے جسے

---

[۱] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۷۲

[۲] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۷۲

Marfat.com

قدیم کتابوں میں کلند کنیا کہا گیا ہے یہ گنگا کی معاون ندی ہے اور الہ آباد میں گنگا سے ملتی ہے۔

مسالہ ندی ادریسی کے مطابق مسالہ ندی کرن کی پہاڑیوں سے نکلتی ہے اور اسنند شہر کی دیوار کو دھوتی ہوئی جنیا کی پہاڑیوں کے نیچے سے گذرتی ہے۔

گوروند ندی رشیدالدین نے لکھا ہے کہ بکان ندی نمران سے بہتی ہے اور بہت سے دلشیوں سے گزرتی ہے یہ کارن ادیارین۔ انگس دلیش کو سیراب کرتی ہوئی سمندر میں گرتی ہے۔

شنبرن رشیدالدین نے اس ندی کا تذکرہ کیا ہے[۱]

اس فصل میں عرب مصنفین کے ذریعے بیان کی گئی متعدد ندیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ہندوستان کے وسیع و عریض خطہ ارضی کے مختلف علاقوں میں بہنے والی ان ندیوں نے عرب مصنفین کی توجہ اپنی جانب مبذول کی ہوگی شمال مغربی ہندوستان کا خاص مرکز تھا اس لیے ان علاقوں میں بہنے والی ندیوں کا خاص طور پر ذکر آیا ہے ندیوں کے ناموں کے ساتھ ساتھ ان کے مخرج اور بہنے کی جگہوں کی مکمل تحقیک ٹھیک پہچان کبھی کبھی مشکل ہو جاتی ہے خلاصہ یہ ہے کہ عرب مصنفین کا ہندوستانی جغرافیہ کے متعلق علم قابل تعریف ہے جس میں ندیوں کا خاص کردار ہے۔

جزیرے عام طور پر زمین کے اس حصے جو چاروں طرف پانی سے گھرا ہوا ہو جزیرہ کہتے ہیں۔ عرب مصنفین نے

[۱] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۲۵ - ۱۲۶

سمندر میں واقع متعدد جزائر کا تذکرہ کیا ہے۔ سلیمان کے مطابق تیسرے سمندر کو ہرکند سمندر کہتے ہیں اسکے اور ولاربی[1] سمندر کے درمیان بہت سے جزیرے ہیں جن کی تعداد ایک ہزار نو سو ہے یہاں ایک عورت کی حکمرانی ہے یہاں عنبر پیدا ہوتا ہے۔ ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے کی دوری دو تین یا چار فرسخ ہے۔ ناریل کے درخت ہیں۔ ان جزیروں کے آخر میں بحر ہند کے کنارے جزیرہ لنکا ہے اگر اس سمندر میں جہازوں کے ذریعے لنکا کی طرف آئیں تو کچھ جزیرے پڑتے ہیں۔ یہ تعداد میں تو زیادہ نہیں ہیں لیکن ان کا رقبہ کافی کشادہ ہے[2]

ابن رستہ نے لکھا ہے کہ بحر ہند میں آباد وغیرہ آباد جزائر ایک ہزار تین سو ستر ہیں ایک بڑا جزیرہ مشرق کی طرف انتہائے ہند میں، ہندوستان کی سرزمین کی طرح واقع ہے۔ اس کا رقبہ تین ہزار میل ہے۔ اس میں بڑے بڑے پہاڑوں اور ندیوں کی کثرت ہے جس میں لال اور آسمانی رنگ کے یاقوت نکلتے ہیں اس کے چاروں طرف انیس جزیرے ہیں جس میں بہت سے شہر قصبے اور گاؤں ہیں[3]

بحر ہند اور بحر فارس کی سرحد میں ماہرین کا اختلاف ہے کہ بحر ہند کی حد مغرب کے قریب عدن کے بعد سے شروع ہو کر جاوا میں ختم ہوتی ہے بحر ہند کے مشرقی کنارے پر، ہندوستان، مڈگاسکاری اور ملک حبشہ وغیرہ میں بہت سے ہندوستانی خاندان آباد ہیں جو علاقے سمندر سے دور ہیں

۱ہ ولاربی سے مراد مغربی سمندر سے لے کر مغربی بحر ہند کا ساحل

۲ہ ——، ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۳۰-۳۱

۳ہ ابن رستہ صفحہ ۸۷

وہاں پر موسم گرما میں بارش ہوتی ہے[1] سعودی کے مطابق ان جزیروں کی تعداد ایک ہزار نوسو ہے[2]۔

عرب سیاح خصوصاً رشیدالدین، اوربی اور مسعودی نے قدیم ہندوستان کے مختلف جزائر کا تذکرہ کیا ہے۔

جمبو جزیرہ

شمال میں ہمالیہ سے لے کر جنوب میں سمندر تک وسیع و عریض ملک کو مخاطب (ــــــــــ) کرنے کے لئے عوام کو ایک جامع لفظ کی ضرورت محسوس ہوتی۔ یہ لفظ جمبودیپ تھا جو ان دنوں استعمال کیا جاتا تھا۔ بودھ کے ادب میں اس جزیرہ کو چار بڑے جزیروں میں سے ایک یا اپنے مرکز میں سمیرو (سمیر) پہاڑ سے متصل بشمول سرزمین ہندوستان چاروں مہادیپوں کے لئے بولا جاتا تھا۔

اس جزیرے کے انگھدیپ نامی مشہور علاقے کے سلسلے میں وایوپران میں درج ہے کہ وہاں ملیچھ رہا کرتے تھے[3]۔

عرب سیاح البیرونی نے جمبو جزیرہ کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ اس میں اُگے ہوئے درختوں کی وجہ سے اسے جمبودیپ کہا جاتا تھا۔ اس درخت کی شاخیں سو یوجن تک پھیلی ہوئی ہیں[4] جائلڈس کے مطابق اس جزیرہ کا رقبہ دس ہزار یوجن تھا اس میں چار ہزار یوجن تک سمندر رہتا اور تین ہزار تک ہمونت کے جنگل پھیلے ہوئے تھے باقی تین سو یوجن میں انسانی آبادی تھی۔ گنگا جمنا

---

[1] ــــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۶۸ - ۱۶۹

[2] سعودی مروج الذہب حصہ اول صفحہ ۲۱۶ - ۲۱۸

[3] دل جرنلا ہا۔ پراچین بھارت کا ایتہاسک بھگول صفحہ ۱۴

[4] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ 251

اجراوتی، سمبھو اور مہی نامی پانچ بڑی ندیاں اس علاقے کو سیراب کرتی ہوئی سمندر میں گرتی ہیں۔[1] بودھ ادب میں اس جزیرہ کو ایک وسیع رقبہ والا جزیرہ کہا گیا ہے اور قدیم زمانے میں ہندوستان کو جمبو جزیرہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ پالی بودھ ادب میں بھی اس کا تذکرہ آیا ہے۔[2] قدیم طویل نظموں اور پرانوں میں سات بڑے جزیروں میں سے ایک بتایا گیا ہے۔

سرندیپ رشیدالدین کے مطابق سرندیپ (سرندیو) جدی (جنوبی) پہاڑ کے نیچے واقع ہے اسکو سمکندیپ، سنبھل دیپ کہتے ہیں۔ یہ شہر کے سونے کا علاقہ ہے۔ یہ جزیرہ بیٹھے ہوئے شیر کی شکل کی طرح ہے۔ اسکو سرندیپ کہتے ہیں۔[3] اسکی حقیقت کے سلسلے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے۔ پورا دیش ایک قطار میں ہے اس جزیرہ میں سونا اور قیمتی پتھر پائے جاتے ہیں۔ یہاں کے باشندے بودھ مذہب کے ماننے والے ہیں اور بت پوجتے ہیں۔[4]

ادریسی نے ہرکند سمندر کے مشہور جزیروں میں سرندیپ یعنی سری لنکا کو بتایا ہے۔ یہ ایک وسیع اور مشہور جزیرہ ہے۔ اسی میں وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت آدم (برہما) اتارے گئے تھے۔ اس کا سفر کئی دن کا ہے۔ سمندر میں سفر کرنے والے اسے جہازوں سے دیکھ لیتے ہیں اس پہاڑ کا نام

---

[1] اسپین ہارڈوی۔ مینوئل بدھزم جاگرافی آف ارلی بدھزم صفحہ ۱۷

[2] بی۔ سی۔ لا۔ ہسٹارکل جاگرافی آف انشینٹ انڈیا صفحہ ۹

[3] بی۔ سی۔ لا۔ جاگرفی آف ارلی بدھزم صفحہ ۱۶

[4] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۸۸

[5] ادریسی۔ نزہۃ المشتاق آفاق حصہ صفحہ ۲۹

راہون ہے ہندوستان کے پنڈت اور برہمنوں کا قول ہے کہ اس پہاڑ پر حضرت آدم (ع) کے قدموں کے نشانات ہیں جو سمندر میں ڈوبا ہوا ہے قدموں کے نشان کی لمبائی ستر ہاتھ ہے اور اس سے ہر وقت بجلی کی طرح روشنی نکلتی ہے۔ دوسرا نشان اس پہاڑ سے اٹھ کر سمندر میں پڑا ہے۔ اور دونوں کے درمیان دوری ہے اور سمندر سے پہاڑ کے درمیان دو دن کا راستہ ہے[1]۔

ادریسی نے لنکا کے، مرکاما، اگنا، فرس کوری، اندوی، ماکوٹے ورسامری[2] کلمانی، سجوتا، سمندورا، سیتبری، کابلی، برنشلی مرونا وغیرہ شہروں کا ذکر کیا ہے۔ شاید یہ نام سری لنکا کے قدیم شہروں کا عربی نام ہو گا مہندو[3] کے مطابق لنکا راکششوں کا گڑھ ہے

یہ زمین کے اوپر تیس یوجن ٹھیک اسی پر اسانک ہے اسکی لمبائی مشرق سے مغرب تک سو یوجن ہے۔ اس جزیرہ کی چوڑائی اور اونچائی شمال سے جنوب تک سو یوجن ہے لنکا اور وڈمالکھ نامی جزیرہ کی وجہ سے ہی ہندو جنوب کو بدشگون تصور کرتے ہیں۔ نیکی کے کسی کام میں بھی وہ جنوب کی طرف نہیں چلتے[4]۔ ابن فرہاذبہ نے سرندیپ کی لمبائی ۲۷۰ میل (۸۰ فرسخ)، اور چوڑائی بھی اتنی ہی بتائی ہے[5]۔

ابن فقیہ اور سلیمان نے لنکا جزیرہ کو ولیال جزیرہ کے آخر واقع بتایا ہے جو بنگال سمندر (برگندہ) میں واقع ہے۔ یہ دیجات کے

---

[1] سعود علی ہ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۳۷۱ ۸ ۱۹۶۰ء

[2] سنتراؤ، البیرونی کا بھارت، حصہ اول صفحہ ۲۶۲

[3] ایضاً تحریر ملاحظہ سید البیرونی کا بھارت، صفحہ ۴۲

[5] سلیمان رابیرونی کا بھارت صفحہ ۷۵

تمام جزیروں میں بڑا ہے۔ ابن رستہ اور بزرگ بن شہریار نے لنکا کا ذکر کیا ہے[1] کہ متعدد جزیروں میں جزیرہ لنکا خاص ہے اسکا نام سیلون سہیلان ہے[2] اس کی لمبائی تقریباً تین سو میل (اسو فرسخ) اور چوڑائی تین سو فرسخ (سوا نو سو میل) ہے[3]۔

عرب سیاحوں کے تذکرے سے اندازہ ہوتا ہے قدیم زمانے میں سرندیپ ایک وسیع اور خوشحال جزیرہ تھا، اسکے علاوہ متعدد کتابوں سے لنکا کی مذہبی عظمت کا پتہ چلتا ہے، قدیم زمانے میں یہ مذہب بودھ کی مبارک جگہ تھی۔

شلاحت جزیرہ ابن فقیہہ ہمدانی کے مطابق شلاحت جزیرہ "جاوا" کے قریب واقع ہے اس میں عنبر پیدا ہوتا ہے۔ اس سے اعلیٰ قسم کا عنبر کسی اور جزیرہ میں نہیں ہوتا۔ یہاں پر کافور نام کا عطر بھی پیدا ہوتا ہے۔

---

۱ ابن رستہ البیرونی کا بھارت حصہ اول صفحہ ۸۴۔

۲ عربی تحریر میں لنکا کیلئے زیادہ تر سرندیپ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ کچھ کتابوں میں سیلون بھی لکھا ہے۔ اندازہ ہے کہ یہی سیلون ہو گیا ہے، لفظ سیلان سنگھل کی بگڑی شکل معلوم ہوتا ہے۔ پالی زبان میں لنکا کو سنگھل ملک لکھا گیا ہے۔ اس طرح سہیلان، سیلان کی بدلی ہوئی شکل معلوم ہوتا ہے۔

۳ یہ اندازہ ہوتا ہے کہ سنی سنائی باتوں کی وجہ سے اس نے ایسا لکھ دیا ہوگا جو حقیقت کے بالکل برعکس ہے۔ لنکا کی مناسب وسعت صرف چھ سو پچاس میل ہے۔

Marfat.com

ہرج جزیرہ

ابن رستہ کے مطابق شلاہت جزیرہ کے قریب ہی ہرج جزیرہ واقع ہے۔ ہرج نام کا ایک شخص بادشاہ سلاہت کی فوج کا سپہ سالار تھا۔ شاید اسی کے نام سے اس جزیرہ کا نام رکھا گیا ہے۔

توران

ابن رستہ کے مطابق ایک جزیرہ کا نام توران ہے یہاں پر کافور پیدا ہوتا ہے۔ توران اس کا نام ہے۔ اس جزیرہ میں کافور ۲۲۱ھ میں ظاہر ہوا تھا[1]

جزیرہ کس (دیپ)

ابن خردازبہ نے چین سے سات میل کی دوری پر کس نامی جزیرہ بتایا یہ چار میل پھیلا ہوا ہے۔ یہاں پر گیہوں کھجور وغیرہ پیدا ہوتا ہے۔

ابن کا بان

ابن خردازبہ کے مطابق کس سے ابن کا بان اٹھارہ میل دور واقع ہے۔ یہ تین میل میں پھیلا ہوا ہے۔ یہاں کے باشندے ہر رنگ میں جو کہ ایجاٹش ذات کے ہیں

مالی

ادریسی کے مطابق سندان سے پانچ میل کی دوری پر سمندر میں مالی جزیرہ واقع ہے یہ بہت بڑا اور بہت خوبصورت جزیرہ ہے یہاں عمارتیں خوبصورت ہیں۔ اس میں پہاڑ کم ہیں زمین قابل زراعت ہے۔ کالی مرچ یہاں کی پیداوار ہے۔ یہ فندریہ اور بحرین میں بھی پیدا ہوتی ہے[2]

ابن خردازبہ کے مطابق سندان سے مالی (مالابار) جزیرہ

---

[1] — ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۸۹

[2] — ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۲۰۳

Marfat.com

پانچ دن کا سفر ہے، یہاں گول مرچ اور بانس پایا جاتا ہے یہاں سے بلبن دو دن کا سفر ہے[1]۔

لامری رشید الدین کے مطابق یہ جزیرہ، سرندیپ کی مخالف سمت میں واقع ہے۔ یہ بہت زیادہ کشادہ ہے اور یہاں بادشاہ حکمرانی کرتے ہیں۔

سماترا رشید الدین کے مطابق لامری جزیرہ کے باہر سماترا جزیرہ واقع ہے اور باہر کی طرف "داکھند بانس" ہے جو جاوا کے زیر سایہ ہے جاوا کی پہاڑوں میں لکڑی پیدا ہوتی ہے ان جزیروں میں بہت سے شہر ہیں جیسے آرد، برلک، دال نیاں، جاوا اور برکودرج وغیرہ[2]

لنکورم رشید الدین کے مطابق لامری کے مخالف سمت میں (لنکورم) نکوبار جزیرہ ہے قدیم عرب کے جغرافیہ نویس اسے لنجا ونیس کہتے تھے اس علاقے میں لال عنبر پیدا ہوتا ہے[3] سلیمان کے مطابق لنکا سے لنکوالوس دس دن کا سفر ہے، یہ جزیرہ بڑا ہے، یہاں کے باشندے گورے ... تے ہیں عورتیں پتوں سے بدن چھپاتی ہیں۔ تاجروں کے چھوٹے بڑے جہاز یہاں آکر رکتے ہیں اور یہاں کے باشندوں کو لوہا دے کر ان سے عنبر اور ناریل خریدتے ہیں، یہاں کے باشندے صرف خاص موقعوں پر لباس زیب تن کرتے ہیں۔ یہاں گرمی اور

---

[1] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۷۰

[2] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۹۹

[3] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۹۸

سردی کم پڑتی ہے[1]۔

رامنی جزیرہ (رامی)

ادریسی کے مطابق سرندیپ سے متصل ایک دوسرا جزیرہ رامی ہے۔ یہ ہندوستان کا ایک شہر بھی ہے۔ اس کے متعدد بادشاہ ہیں۔ یہاں کھیتی باڑی ہوتی ہے۔ اس جزیرہ کی لمبائی پانچ ہزار چھ سو میل ہے۔ اس میں ایک جانور پایا جاتا ہے جو ہاتھی سے چھوٹا اور بھینس سے کچھ بڑا ہوتا ہے۔ یہاں کی آب و ہوا اچھی ہے، پانی میٹھا ہے اس سے متعلق مختلف شہر گاؤں اور چراگاہیں ہیں۔ اس میں ایک قسم کی کالی گھاس ہوتی ہے جس کا تنا اور شاخیں لال ہوتی ہیں۔ اس کی چھال سانپ کے زہر کا تریاق ہے اس میں بھینسیں بھی ہوتی ہیں جزیرہ میں ایسے آدمی پائے جاتے ہیں جو بالکل عریاں رہتے ہیں ان کی زبان سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ لوگ عام طور پر لوگوں سے دور بھاگتے ہیں۔ جزیرہ کے کنارے ایسا قبیلہ رہتا ہے جو تیرنے میں ماہر ہے۔ یہ لوگ تیز رفتاری کے ساتھ جاتے ہوئے جہاز کو پکڑ لیتے ہیں۔ اس میں سونے کی کانیں ہیں۔ اس کے علاوہ کافور، عود و عنبر، اعلیٰ قسم کی جڑی بوٹیاں اور خوبصورت موتی پائے جاتے ہیں[2]۔ سلیمان کے مطابق رامنی کی لمبائی آٹھ یا نو سو فرسخ ہے۔ یہ ہرکند اور شلاحت سمندر کے درمیان واقع ہے اسکے بعد لنکھ بالوس دسلاٹ کے چاروں گاؤں چاپ کی بندرگاہیں ہیں، کے جزیرہ میں یاقوت

---

[1] — ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۳۰

[2] — ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۴۴

[3] — ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۳۲

Marfat.com

اسے رامی لکھا ہے۔ اس سے مراد بنگال کی کھاڑی ہے۔ مسعودی کے مطابق رامی جزیرہ تقریباً ایک ہزار جزیروں میں سے ایک ہے ہر جزیرہ کا ایک حکمراں ہے۔ اس میں سونے کی کانیں اور کافور کے درخت ہیں[۱]۔

رامنی جزیرہ انڈمان سمندر کا آخری جزیرہ ہے جس کا رقبہ چھ ہزار مربع میل ہے[۲]۔

بنمان جزیرہ اس سے مراد "انڈمان" ہے جو مالدیپ کے جنوب مغرب میں پڑتا ہے۔ ادریسی کے مطابق رامی جزیرہ کے جنوب میں یہ واقع ہے اس میں ایک بڑا شہر ہے یہاں کے باشندوں کی خاص غذا ناریل ہے یہ لوگ بہت زیادہ بہادر ہیں۔ یہاں پر یہ رسم قدیم قدیم زمانے سے رائج ہے کہ کوئی آدمی اس وقت تک کسی عورت سے شادی نہیں کر سکتا کہ وہ کسی آدمی کو قتل کر کے اس کی کھوپڑی پیش نہ کر دے کسی کو قتل کرنے کے بعد ہی شادی ہوتی ہے۔ اس جزیرہ میں نرکل وبید اور بانس وغیرہ پایا جاتا ہے[۳]

جالوس جزیرہ یہ بھی اندمان یا اسی کے آس پاس کوئی جزیرہ رہا ہوگا۔ بنمان جزیرہ کے قریب جالوس جزیرہ ہے

۱۔ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۲۷۵

۲۔ کچھ سیاحوں نے اسے رامنی لکھا ہے۔ شاید یہ وہی جزیرہ ہے جو سیلان کے نام سے مشہور ہے، کیونکہ اسکی اور سیلان کی خصوصیت تقریباً ایک جیسی ہیں۔ اور سیلان، سلون کا ہی بگڑا ہوا عربی لفظ ہے، شاید عرب سیاح جنوبی حصہ کو جہاں نقش پائے آدم ہے، سراندیپ اور شمالی حصہ کو سیلون یا رامی نام سے پکارتے ہیں۔

۳۔ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۲۵

ان دونوں کے درمیان دو دن کا سفر ہے یہاں کے باشندے کالے ہوتے ہیں۔ انکے چہرے کی بناوٹ بھیانک ہوتی ہے۔ یہ لوگ غیر مہذب ہیں۔ اور کسی دوسرے ملک کے آدمی کو دیکھتے ہیں تو اس کو پکڑ کر الٹا لٹکا دیتے ہیں اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا جاتے ہیں[۱]۔ یہاں کے لوگوں کی غذا ناریل، مچھلی اور گنا ہے۔ مرد و زن عریاں رہتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ لوگ اپنی بہنوں اور بیٹیوں سے شادی کر لیتے ہیں۔ اس جزیرے اور لنکا کے درمیان تین دن کا سفر ہے۔ اور لنکا سے لنجالوس کا سفر دس دن کا ہے اور لنجالوس سے مالابار چھ دن کا سفر ہے[۲]۔

مید جزیرہ ادریسی نے اس جزیرہ کے سلسلے میں کہا ہے کہ یہ جزیرہ دیول سے چھ میل کی دوری پر واقع ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ مید سے مراد منوارا جزیرہ ہے۔ جو موجودہ کراچی (پاکستان) سے کچھ دور پر بحر عرب میں واقع ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ سندھ کی قدیم نسل نید (نہید) کے علاقہ کو مید جزیرہ (مید جزیرہ) کہا گیا ہے

کولی جزیرہ ادریسی کے مطابق مید جزیرہ سے چھ میل کی دوری پر کولی جزیرہ واقع ہے۔ یہ کثیر آبادی والا علاقہ ہے۔ یہ سمندر سے ڈیڑھ میل کی دوری پر واقع ہے۔ یہاں کے لوگ زیادہ تر تجارت پیشہ ہیں۔ سومارا بحر ہند کی ایک خلیج ہے۔ یہاں پر شکار کی جگہیں بنی ہوتی ہیں۔

۱؎ —— ، ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۵۱

۲؎ ہندوستان عربوں کی نظر میں، حصہ اول صفحہ ۱۵۱ - ۱۵۲۔

سارہ جزیرہ ادریسی کے مطابق سندان کے اوپری حصہ میں چھوٹا سا جزیرہ سارہ ہے یہاں ناریل کم مقدار میں پیدا ہوتا ہے[۱]

بلبک جزیرہ ادریسی کے مطابق سندان سے بلبک جزیرہ کے لئے دو دن کا سفر ہے۔ یہ جزیرہ آباد اور کشادہ ہے، یہاں پر ناریل، کیلا اور چاول کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے بلبک سے ہندوستانی جزیروں کے لئے متعدد راستے ہیں۔ اسی جزیرہ سے یہاں سمندر تک دو دن کا راستہ ہے اس جزیرہ سے سرندیپ ایک منزل تک کچھ زیادہ دور ہے[۲]۔ اسکا اصلی محل وقوع نامعلوم ہے ممکن ہے کہ بلبک جزیرہ کو ہی سلیمان وغیرہ نے بلین لکھا ہو۔

چندابور سلیمان کے مطابق چنداپور ایک سمندری جزیرہ ہے جو چمپا سے آگے ہے۔ یہاں پر میٹھے پانی کے چشمے ہیں یہاں سے ہوکر جہاز خنجی (بحر چین) کی طرف روانہ ہوتے ہیں چندابور ملابار سے متعلق صوبہ مدراس میں مغربی گھاٹ پر واقع ہے۔ آج کل اس جگہ پر "گوا" واقع ہے چندابور ملابار سے قریب مدراس صوبہ میں مغربی گھاٹ پر واقع ہے

سربرا جزیرہ مسعودی کے مطابق مہاراج (لیجہ رائے) کی مملکت میں متعدد جزیرے تھے۔ ان ہی میں سے ایک جزیرہ سربرا ہے اسکا سمندری سفر تقریباً چار سو فرسخ ہے[۳] "صاحب نفاثۃ العرب" میں اسے

---

۱ ــــ ، ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۲۱۶

۲ مندرجہ بالا " صفحہ ۲۱۶

۳ مندرجہ بالا " حصہ اول صفحہ ۳۶

سریرا لکھا گیا ہے اس جزیرہ کی لمبائی تقریباً دو ہزار اور چوڑائی ایک ہزار فرسخ ہے۔ اس سے متعلق بہت سے شہر ہیں۔ سب سے بڑا شہر سریرا ہے یہاں پر کافور پیدا ہوتا ہے[1]۔

جابز جزیرہ (جابج) مسعودی کے مطابق اس جزیرہ کا رقبہ سات سو فرسخ ہے۔ یہیں پر مہاراج رہتے ہیں[2]۔ ابن رستہ نے اسے سب جزیروں سے بڑا بتایا ہے۔ یہاں پر شہنشاہ قیام کرتا ہے۔ یہ بہت خوشحال اور طاقتور جزیرہ ہے اس میں مرغے بازی کے جوئے کی یومیہ آمدنی پانچ من سونا ہے جو جیتتا ہے اس کے پاس دوسرا مرغا چلا جاتا ہے[3]۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ جابز جزیرہ بہت زیادہ مالدار سمجھا جاتا ہے اس لئے ہندو اسے سونے کا جزیرہ کہتے ہیں[4]۔ جبج (جابج) سے مراد جاوا ہے[5]۔

مُلایان جزیرہ ادریسی کے مطابق سمندر کے کنارے بردہ کی مخالف سمت میں یہ جزیرہ واقع ہے۔ یہاں پر گول مرچ زیادہ مقدار میں پیدا ہوتی ہے۔ یہاں سے سندران دو دن کا سفر ہے۔

بلبک جزیرہ ادریسی نے بلبک جزیرہ کا تذکرہ کیا ہے سندان سے بلبک دو دن کا سفر ہے۔ یہاں ناریل، کیلا اور چاول

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں صفحہ ۲۷۴-۲۷۵

[2] مسعودی مروج الذہب جوہر حصہ اول صفحہ ۱۶۳

[3] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۱۰

[4] برہان جنوری ۱۹۵۹ء صفحہ ۲۹۰

[5] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۸

Marfat.com

اس جزیرہ سے سرندیپ ایک دن کا سفر ہے۔

کھرک جزیرہ مشہور ماہر جغرافیہ نویس ابن فرداز یہ نے کھرک جزیرہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ ابولا سے پچاس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کی لمبائی چوڑائی برابر ہے۔ یہاں پر گیہوں کھجور اور بانس پیدا ہوتا ہے۔[1]

لفت جزیرہ کھرک جزیرہ سے اسی میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں کی زمین شاداب ہے۔ یہ لمبائی اور چوڑائی میں دو میل ہے۔

ابرون جزیرہ ابن فرداز یہ کے مطابق جزیرہ لفت سے سات میل کے فاصلے پر ہے یہاں گیہوں اور کھجور پیدا ہوتا ہے۔ اس جزیرہ کی لمبائی و چوڑائی مساوی ہے۔

ارمز جزیرہ ابن کاوان (ارمز) ارمن سات میل کے فاصلے پر ہے۔

نرماسرا ارمن سے نرما سرا جزیرہ کا فاصلہ ہے سات دن کا ہے۔ اسکی حد سندھ اور پرسیا کے وسط میں ہے

دیبل نرماسرا اور جزیرہ دیبل کے درمیان آٹھ دن کا سفر ہے۔ دیبل میں مہران ندی کا رُخ سمندر سے دو میل پر ہے۔

کول جزیرہ ابن خرداز یہ کے مطابق سید سے کول جزیرہ کا فاصلہ دو میل ہے کول سے سندان اٹھارہ میل دور ہے اس میں گنا بہت پیدا ہوتا ہے۔[2]

---

[1] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۹

[2] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۹-۲۰

Marfat.com

لنگیالوس جزیرہ (لنجبالوس) (سلہٹ، چٹاگام)

سلیمان نے لکھا ہے کہ لنکا کے اس جزیرے کا فاصلہ دس دن کا بتایا جاتا ہے۔ اس کا رقبہ بڑا ہے۔ ادریسی نے برگندکے دیپ بتائے ہیں[1]۔ ڈاکٹر قیوم خاں نے اپنے مقالے میں لکھا ہے کہ یہاں کے مرد و عورت عریاں رہتے ہیں۔ عورتیں صرف درخت کے پتوں سے اپنے جسم کا کھلا حصہ ڈھانپ لیتی ہیں۔ اس جزیرے کے آخری سرے پر ایک پہاڑ تھا[2]۔

عرب سیاحوں نے مختلف جزائر کا تذکرہ کیا ہے اس فصل میں عربوں کے بیان کردہ مختلف جزیروں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے پہاڑوں کی طرح متعدد قدیم جزائر کی موجودہ زمانے میں مشابہت تلاش کرنا ایک دشوار کام ہے خیال ہے کہ سری لنکا اور جنوب مشرقی ایشیا کے متعدد جزائر کا عرب سیاحوں نے اپنی کتاب میں تذکرہ کیا ہے۔ اس میں کچھ بیانات قابل اعتماد نہیں ہیں جیسے سری لنکا کی لمبائی کے مقابلے میں چوڑائی کا کئی گنا زیادہ ہونا ہے۔ موجودہ سری لنکا کی زیادہ سے زیادہ لمبائی شمال سے جنوب ۲۷۰ میل اور چوڑائی ایک سو چالیس میل ہے ممکن ہے کچھ زمین سمندر کی گہرائی میں روپوش ہو گئی ہو۔ لیکن عرب سیاحوں کے تذکرے عجیب و غریب ہیں بہت سے جزیروں کی مذہبی، سماجی اور معاشی حالات کا تذکرہ ان مصنفین کی تحریروں میں مفقود ہے جو بہت اہم ہے

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۸۹

[2] سرور قیوم خان اسلام عرب ٹریولرس اینڈ دیر کانٹری بیوشن جیاگرافی صفحہ ۵۳

تیسرا باب

عربوں کا حملہ اور گرجر پرتیہار خاندان

آٹھویں صدی عیسوی سے گیارھویں صدی عیسوی کے درمیان ہندستان کی تاریخ میں پرتیہار خاندان کے حکمرانوں نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے مہر بھوج کی گوالیار فسیح[1] میں انھیں ملک کی حفاظت کرنے والا جیہ کیدار کہا گیا ہے[2]۔

عربوں کے ساتھ جن پرتیہار حکمرانوں نے جنگ کیا ان میں درج ذیل قابل ذکر ہیں۔

(۱) ناگ بھٹ اول (۲) ناگ بھٹ دوم (۳) بھوج اول یا مہر بھوج (۴) مہیپال اول (۵) راجیہ پال (۶) ترلوچن پال

ناگ بھٹ اول

آٹھویں صدی عیسوی کی تیسری اور پانچویں دہائیوں میں اجین کے پرتیہار خاندان کا پہلا حکمران ناگ بھٹ اول تسلیم کیا جاتا ہے۔ گوالیار میں ایک حکمران کی حیثیت سے اس کی کامیابی بالکل عیاں ہے۔ اس سلسلے میں کہا گیا ہے کہ ناگ بھٹ پوری سرزمین کی حفاظت کرنے کے لئے دیوتا کی

---

[1] پرتیہر زوید ھیر: پرتیہار آسیت

[2] ایپگرافیا انڈکا حصہ ۱۸ صفحہ ۹۵ ، بھوج کی گوالیار۔ شلوک ۴

طرح تھا۔ اس نے طاقتور ملیچھ راج کی وسیع فوجوں کو شکست دی تھی[1]۔ یہاں پر ملیچھ راج کی فوجوں سے مراد وہ عرب حملہ آور ہیں جو آٹھویں صدی کے ابتدا سے ہی سندھ، گجرات، کاٹھیاوار، راجپوتانہ اور مالوہ پر اپنا تسلط قائم کرتے چلے جا رہے تھے

البلاذری نے لکھا ہے کہ عرب حملہ آوروں کا سرغنہ جنید تھا جس نے مختلف علاقوں کو برباد کیا تھا اور بہری مد پر حملہ کر کے اس سے متصل علاقوں کو آگ سے جلوا دیا تھا[2]۔ اجین میں صرف دھاوا بولا تھا۔ ناگ بھٹ نے نہ صرف ان علغاروں کو ناکام بنایا بلکہ حملہ آوروں کو پیچھے دھکیل دینے کا شرف حاصل کیا اس کا علم "گوالیار فتح" کی نظم کی ان لائنوں سے ہوتا ہے جس میں کہا گیا ہے "ملیچھ حکمرانوں کی عظیم فوجوں کو شکست دینے والا انسان کی شکل میں بھگوان لوگوں کی حفاظت کے لئے جلوہ گر ہوا[3]۔ پلکیشراج اونی جن آشرے کے ۷۳۸ء ۷۳۹ء کے نوساری والے اس کتبے سے موریہ اور گرجر مملکت کی فتح کا تو تذکرہ ہے لیکن اسکے ذریعے اجین یا مالوہ کی فتح کا کوئی ذکر نہیں ہے اس حوالے کا گرجر راجہ تھا نہ کہ اجین کا[4]

ناگ بھٹ کی اس کامیاب کوشش سے جنید کے بعد تمیم کے عہد حکومت میں عرب حکمرانوں کا تسلط متعدد چھوٹے صوبوں سے ختم ہو گیا تھا عربوں کے خلاف ناگ بھٹ کی یہ کامیابی پائیدار ثابت ہوئی۔ چاہ ماں سامنت بھرت بدھ کے کتبے سے یہ بات ثابت ہے یہ تحریر ناگو لوک یعنی ناگ بھٹ

---

[1] ایپگرافیا انڈیکا حصہ ۱۸ صفحہ ۹۵، موج کی گوالیار فتح۔ شلوک ۴

[2] ″ ″ صفحہ ۱۰۳

[3] موج کی گوالیار پرشستی اشلوک ۴

[4] وشوا نند پاٹھک اتر بھارت کا راجنیتک اتہاس صفحہ ۱۲۹

Marfat.com

کے عہد حکومت میں شائع کی گئی تھی[1]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دھاسامنتا دھیپتی مرت وُڈ ناگ بھٹ کی (حکمرانی) بالادستی تسلیم کرتا تھا اس لئے عربوں نے جے بھٹ سوم کی حکمرانی ختم کر کے بھڑوچ کے قریبی علاقوں پر اثر قائم کر لیا تھا۔ لیکن یہ اثر دس پندرہ سال تک ہی محدود رہا۔ جلد ہی ناگ بھٹ نے انھیں اکھاڑ کر چاہ من بھرت وڈکھہ اپنی طرف سے بھڑوچ کے علاقوں کا حکمراں متعین کیا۔ یہ بات بلاذری کے اس قول سے بھی ثابت ہے کہ جنید کا وارث تمیم کمزور ثابت ہوا۔ اور اسے ہندوستان کے ان علاقوں سے ہٹنا پڑا جو اسکے قبضے میں تھا۔ اس طرح عرب حملہ آوروں کو ناکام کر کے ملک کی حفاظت کرنے کا سہرا ناگ بھٹ اول کے سر ہے، اس کی وفات ۷۶۰ء کے بعد ہوئی[2]۔

ناگ بھٹ دوم

وتس راج کی وفات کے بعد، سندری دیوی سے پیدا اس کا بیٹا، ناگ بھٹ دوم ۸۰۰ء میں حکومت کا وارث ہوا۔ ڈاکٹر ترپاٹھی کے مطابق ۸۰۵ء میں ناگ بھٹ دوم گدی پر بیٹھا۔ اس نے اپنے عہد کے راشٹرکوٹ بادشاہوں کا مخالفت کی[3] اور اجیودھیا کی جگہ قنوج کو مرکز بنا کر شمالی ہندوستان میں طاقتور مملکت کی بنیاد رکھی۔

"بھوج کی گوالیار پرشستی میں" ناگ بھٹ دوم کے ذریعے سیندھو

---

[1] ایپگرافیکا انڈکا۔ حصہ ۱۸ صفحہ ۱۰۳

[2] بی این۔ پوری ہسٹری آف وگرجر پرتیہاراج صفحہ ۳۸

[3] آر ایس ترپاٹھی، ہسٹری آف قنوج صفحہ ۲۳

وِدربھ، اور کلنگ کے بادشاہوں کو شکست دینے کا تذکرہ ہے۔ اسکے گیارھویں اشلوک سے ثابت ہوتا ہے کہ ناگ بھٹ نے آکرت (شمالی کاٹھیاواڑ)، مالو (وسطی ہندوستان) متس (مشرقی راجپوتانہ)، کرات (ہمالیہ کی ترائی میں جنگلی ملک)، تورشک (مغربی ہندوستان میں مسلمانوں کے جیتے ہوئے علاقے) اور وتس (پریاگ کے پاس کوشامبی کا علاقہ) کے پہاڑی قلعوں پر بھی اپنی طاقت کے بل بوتے پر قبضہ کرلیا[۱]۔ ناگ بھٹ دوم اتنا طاقتور بادشاہ ہو گیا تھا کہ آندھر، سندھ، ودربھ اور کلنگ کے بادشاہوں نے اس سے تعاون اور دوستی کی درخواست کی تھی، ڈاکٹر ترپاٹھی کے مطابق ان لوگوں نے یہ مدد اپنے دشمنوں، مغرب میں مسلمان جنوب میں راشٹرکوٹ اور مشرق میں پالوں کے خلاف چاہی تھی[۲]۔

بھوج راج اول

رام بھدر کی وفات کے بعد ۸۳۶ء میں اس کا بیٹا بھوج گدی پر بیٹھا۔ اس نے اپنی بہادری سے پرتیہاری خاندان کی کھوئی ہوئی عظمت، وقار کو پھر سے قائم کیا۔ اور بہت سے خطابات حاصل کئے۔ جس وقت بھوج گدی پر بیٹھا، عرب حملہ آوروں نے دہشت پھیلا رکھی تھی۔ اس نے اپنی پوری قوت صرف کر کے مدھیہ پردیش کو حملہ آوروں سے محفوظ کیا۔ اس طرح اس نے دیش کے پرتیہاروں کا اہم کام کیا۔ مغربی راستوں سے ہندوستان میں داخل ہونے والے عرب حملہ آوروں کو ناکام کرنے کے سلسلے میں اسکی زبردست

---

[۱] ایپگرافیا انڈیکا حصہ ۱۸ صفحہ ۱۰۸ (جرنل آف دہار اینڈ اڑیسہ ریسرچ سوسائٹی، پٹنہ حصہ ۲۸ صفحہ ۴۰۹

[۲] آر ایس۔ ترپاٹھی ہسٹری آف قنوج صفحہ ۲۳۴

جدوجہد کا تذکرہ ہندوستانی ادب میں کہیں بھی درج نہیں ہے، اس کا تذکرہ مسلم مصنفین کی کتابوں میں ملتا ہے[1]۔ سلیمان نے بھوج کے سلسلے میں لکھا ہے کہ اسکے پاس بہت بڑی فوج ہے۔ کسی دوسرے بادشاہ کے پاس اتنی زبردست فوج نہیں ہے[2]۔ وہ عربوں کا دشمن ہے لیکن وہ عربوں کے بادشاہ کو بہت عظیم بادشاہ تسلیم کرتا ہے۔ ہندوستانی بادشاہوں میں بڑھ کر مذہب اسلام کا کوئی دشمن نہیں ہے۔ اس کی مملکت زبان کی طرح ہے، اسکے پاس بہت مال و دولت ہے اور بہت بڑی فوج ہے جس میں بے شمار گھوڑے ہاتھی، پیدل اور اونٹ ہیں۔ عرب مصنفین نے ممدوحہ علاقے کے بادشاہ کا نام بورا پڑھا ہے۔ لیکن ہوڈی والا کا خیال ہے کہ صحیح لفظ بوجہ یعنی بھوج پڑھا جانا چاہیے[3]۔ اس کے کتبوں اور سکوں میں کھدا اسکے خلاف

———— ا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بارہ اوتار کی طرح سرزمین ہندوستان کو ملیچھ (عربوں) سے محفوظ رکھنا نیک کام تصور کرتا تھا۔ "گوالیار پرستی" سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بڑے بڑے دشمنوں کے خاندانوں کو اپنے غضب کی آگ سے جلا دیا تھا[4]۔ اس نے سب سے پہلے اپنی سرحدوں کی حفاظت اور حکومت کو منظم کرنے کی کوشش کی جو کہ اس کے سب سے پہلے کتبے سے ثابت ہے[5]۔ دولت پور کتبے سے

---

[1] ہیم چندر رائے چودھری، ڈائنسٹک ہسٹری آف ناردرن انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰، ۱۱۔ ۱۵۔ ۱۶

[2] ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۴

[3] ہوڈی والا، اسٹڈیز ان انڈو مسلم ہسٹری صفحہ ۷۵

[4] ایپگرافیکا انڈیکا۔ حصہ ۱۸ صفحہ ۱۵۔ ۱۶

[5] انڈین انٹی کویری حصہ ۱۹ صفحہ ۱۴۱

Marfat.com

پتہ چلتا ہے کہ گرجرنا سرزمین (جودھ پور کا علاقہ) میں دیس راج کے ذریعے مروجہ خیرات کو مہر بھوج نے دوبارہ جاری کیا، ماہرین کا خیال ہے کہ اس عہد میں بندیل کھنڈ اور مارواڑ[1] کے ان صوبوں میں جن میں حکومت کمزور ہو گئی تھی پھر سے تسلط قائم کر لیا گیا تھا۔ اس لئے صاف طور پر کہا گیا ہے کہ بندیل کھنڈ میں شوورما سے پہلے کے بھی چندیل بادشاہ قنوج کے پرتیہارڈوں کی بالادستی تسلیم کرتے تھے۔ اسی طرح کوکل اول نے بھوج اول کو امداد فراہم کر کے پرتیہار مملکت کی بنیاد کو مضبوط کیا۔[2]

بھوج نے پرتیہار خاندان کے دشمن راشٹرکوٹوں کو بھی شکست دی راشٹرکوٹ بادشاہ اموگھ ورش پرتیہاروں کی مخالفت نہیں کر سکا۔[3] پرتیہاروں اور راشٹرکوٹوں کی اجین پر قبضہ کرنے کے سلسلے میں لڑائی ختم نہیں ہوئی اور جنگ برابر جاری رہی۔ ڈاکٹر الٹیکر کا خیال ہے راشٹرکوٹوں[4] اور پرتیہاروں کے درمیان جنگ سے کسی فریق کو کوئی فائدہ نہیں ہوا سعودی کے تذکرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ گرجر پرتیہار رو حکمراں اپنی شمالی سرحد پر راشٹرکوٹوں کو حملہ آور ہونے سے روکنے کے لئے طاقتور فوج کا بندوبست رکھتے تھے، اس لئے زیادہ تر سرحد پر ہی جنگ ہوتی تھی۔

---

[1] دشرتھ شرما۔ راجستھان تھرو دی ایجز حصہ اول صفحہ ۱۴۶-۱۵۰
آر ایس ترپاٹھی۔ ہسٹری آف قنوج صفحہ ۲۳۸

[2] کارپس انسکرپشن انڈیکیرم حصہ ۴ کتبہ ۴۸ - صفحہ ۱۲۲

[3] مراشی، کلچری نرلشی اور انکا کال صفحہ ۱۸

[4] اے۔ ایس۔ الٹیکر۔ راشٹرکوٹاز اینڈ دیر ٹائمس صفحہ ۷۷

بھوج کے عہد حکومت میں سندھ کے گورنر امیان ابن موسیٰ نے اپنی طاقت بڑھانا چاہا لیکن مہر بھوج کی طاقت اور تدبیر کی وجہ سے ان کو کچھ میں رکنے نہیں دیا گیا۔ دور جدید کے عرب سیاح سلیمان نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ جرج (گرجر) کے بادشاہ کے پاس عظیم فوج تھی۔ اتنی اچھی بھر دسہ مند فوج کسی دوسرے ہندوستانی بادشاہ کے پاس نہیں تھی۔

مہر بھوج کے عہد میں جیجاک اور کاشیہ کنج آزاد سلی مملکت میں شامل تھے۔ اس سلسلے میں ابوزید لکھتا ہے کہ گرجر مملکت کا حصہ قنوج اس کے وسیع ملک میں شامل تھا[1]۔ مندرجہ بالا تفصیلات سے مہر بھوج کی کارگذاریوں کا پورے طور پر اندازہ ہو جاتا ہے۔ اندرونی دشمنوں پر فتح حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ بیرونی حملہ آوروں سے دیش کو محفوظ رکھنے والا یہ بادشاہ عرب مصنفین کی نظروں میں بھی عظیم تھا۔

مھی پال اول بھوج دوم کو گدی سے ہٹا کر ۹۱۲ء میں مھی پال خود گدی پر بیٹھا۔ اس کی مملکت وسیع تھی۔ مثلاً کے کتبے سے اندازہ ہوتا ہے دور کاٹھیاوار، سردیش میں مہاسامنتا دھیتی دھڑ ربوراہ اس کی بالادستی تسلیم کرتا تھا۔

اسکا ہم عصر بغداد کا رہنے والا المسعودی ہندوستان سیاحت کی غرض سے آیا تھا۔ اس نے قنوج کے پرتیہار راجہ کی عظیم قوت اور ذرائع کا ذکر کیا ہے۔ چہار اطراف سے دشمنوں کی غارت گری کی وجہ سے اس نے چاروں سرحدوں پر شمال جنوب، مشرق و مغرب، افواج معین کی تھیں۔ الگ الگ مصنفین کے بیانات کے مطابق اس کی فوج

---

[1] ایلیٹ اینڈ ڈاوسن، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰

میں سات لاکھ سے نو لاکھ تک فوجی تھے۔ اسکے خاص دشمن مان کھیٹ کے راشٹرکوٹ بادشاہ سندھ و ملتان کے عرب تھے۔[1] اسے جس قنوج کے ہتھورا بادشاہ کی وسیع قوت کا ذکر کیا ہے وہ پرتیہار بادشاہ مھی پال تھا۔ اس کی حکومت شمال میں پنجاب، مغرب میں سندھ سے لے کر جنوب میں راشٹرکوٹوں کی سرحد تک وسیع تھی[2]

کہا جاتا ہے کہ ۱۹۱۲ء سنہ ۱۹۱۶ء میں المسعودی نے ہندوستان کا سفر کیا تھا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسعودی نے قنوج کے جس ہتھورا (پرتیہار) بادشاہ کی قوت کی تعریف کی ہے وہ پرتیہار بادشاہ مھی پال تھا۔ اس نے پرتیہار خاندان کے قدیمی دشمنوں، راشٹر کوٹوں اور عربوں سے حفاظت کے لئے خصوصی فوج تیار کی تھی راجشیکھر اسے رگھوکل مکتامنی اور آریہ ورت کا مہاراجہ دھراج کہتا ہے مھی پال نے اپنی حکومت کے ابتدا میں پرتیہار مملکت کی سرحدوں کو پوری طرح محفوظ کرنے کی کوشش کی اسی طرح مھی پال کا اقتدار مغرب میں کاٹھیاواڑ، مشرق پنجاب، بہار اور بنگال پر قائم تھا۔ مختصر طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مھی پال کا مقام عرب حملہ آوروں کے خلاف ایک محافظ کی حیثیت سے تھا۔ اس کی عظمت کا خود عرب مصنفین نے اپنی کتابوں میں اعتراف کیا ہے۔

راجیہ پال دجے پال کے بعد اسکا بیٹا راجیہ پال تخت نشین ہوا۔ اس وقت تک پرتیہار کی مملکت کمزور ہوچکی تھی جب

---

[1] الیٹ اینڈ ڈاؤسن، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۱

[2] وشدانند پاٹھک، اتر بھارت کا راجنیتک اتہاس صفحہ ۱۵۹

Marfat.com

مملکت کی سیاسی و فوجی قوت نے پورے شمالی ہندوستان کو ایک کڑی میں پرو رکھا تھا اور بہت کامیابی کے ساتھ عربوں کے حملوں کو ناکام بنایا تھا اسی خاندان کا بادشاہ راجیہ پال ترک حملہ آوروں کی آندھی کا ایک جھونکا بھی برداشت نہیں کر سکا۔ فرشتہ[۱] کہتا ہے کہ جب کرم کی گھاٹی میں بادشاہ جے پال اور محمود کی فوجوں کے درمیان جنگ ہوئی تو جے پال کی مدد کے لئے دلی۔ اجمیر، کالنجر، اور قنوج کے بادشاہوں نے فوج اور مال و دولت ارسال کیا اس طرح جے پال کی فوج ایک لاکھ ہو گئی[۲] اسکے بعد ۱۰۰۸ء میں محمود نے جے پال کے بیٹے آنند پال پر پنجاب میں حملہ کیا تو دوبارہ قنوج کے بادشاہ نے بڑی تعداد میں فوج بھیجی۔ چند ماہرین کا خیال ہے کہ جے پال اور آنند پال کی مدد کرنے والا قنوج کا بادشاہ راجیہ پال تھا[۳]۔ اس سلسلے میں یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ محمود کے خلاف فوجی تعاون فراہم کرنے والا جے پال یا راجیہ پال ہی تھا فرشتہ سے قبل کسی مسلمان مورخ نے محمود کے خلاف ہندوؤں کی مشترکہ فوجی تنظیم کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ اُتبی کے ہم عصر سرکاری تاریخ میں بھی ان میں سے کسی راجہ کا نام درج نہیں ہے[۴]۔ فرشتہ کا قول اس لئے

۱؎ آر۔ جے۔ برگس۔ رائز آف محمڈن پاور ان انڈیا

تاریخ فرشتہ حصہ اول صفحہ ۱۵-۱۸

۲؎ محمد نظامی لائف اینڈ ٹائمس آف محمود آف غزنہ صفحہ ۲۲۹

۳؎ آر ایس۔ ترپاٹھی ہسٹری آف قنوج صفحہ ۲۸۲

بی این پری ہسٹری آف گرجر پرتیہار صفحہ ۹۹-۱۰۰

۴؎ مارگولیتھ عربک ہسٹورینس، کلکتہ یونیورسٹی ۱۹۳۰ء۔ صفحہ ۱۴

مشتبہ ہے کہ اس نے جن راجدھانیوں اور شہروں کا نام درج کیا ہے ان میں سے تو کسی مملکت کی راجدھانی تھی ہی نہیں۔ فرشتہ کے مطابق راجیہ پال نے صرف مال و فوجی مدد ہی فراہم کی تھی لیکن جب محمود نے اس پر حملہ کیا تو راجیہ پال نے بزدلی کا ثبوت دیا وہ گنگا پار کر کے اس کے مشرقی کنارے پر واقع "باری" نامی علاقے میں بھاگ گیا۔[1] ترکوں کیلئے قنوج پر حملہ کرنے کا یہ سنہرا موقع تھا، راجیہ پال کی بزدلی سے ناراض ہو کر چندیل بادشاہ ودّا (ودیا دھر) نے اس پر چڑھائی کردی، اس جنگ میں راجیہ پال کو تیروں کی بوچھار سے مار ڈالا گیا۔[2]

ترلوچن پال چندیل بادشاہ راجیہ پال کی وفات کے بعد راجا "ودیا دھر" نے اس کے بیٹے ترلوچن پال کو اپنے ماتحت کی حیثیت سے متعین کیا۔ ۱۰۱۹ء۔ ۱۰۲۰ء میں محمود نے قنوج پر دھاوا بول دیا۔ ترلوچن پال اس وقت باری میں تھا۔ محمود کے ودیا دھر پر حملہ کرنے کے مختلف اسباب رہے ہوں گے۔ آخر میں محمود باری پہونچا جہاں ترلوچن پال نے دن بھر اس سے جنگ کی۔ محمود کی فوج کامیاب رہی۔ چندیل بادشاہ شاید اس سے جنگ کے لئے آگے بڑھا لیکن خوف زدہ ہو کر میدان جنگ سے اپنے نوکروں کے ہمراہ راہ فرار اختیار کی۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہندوستانی تاریخ میں پرتیہار خاندان کا عروج ملک کے محافظ کی حیثیت سے ہوا۔ پرتیہاروں کو ایک ساتھ جس قدر

---

[1] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۹۹

[2] ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن، ہسٹری آف انڈیا حصہ دوم صفحہ ۴۶۳-۴۶۴

طویل مدت تک مختلف سمتوں میں، جنوب میں راشٹرکوٹوں، مشرق میں پالوں اور مغرب میں عربوں سے نبزد آزما ہونے ہی جیسے طاقتور دشمن شاہی خاندانوں سے جنگ کرنا پڑا۔ یہ نازک صورت حال نہ موریوں کی تھی، نہ گپتوں کی اور نہ ہی مغلوں کی تھی پرتیہاروں نے ایک طویل مدت تک غیر ملکی عرب حملہ آوروں کا کامیابی کے ساتھ سامنا کیا۔ جسکی تعریف عرب مورخ، سلیمان، ابوزید، المسعودی، اور انگریزوں نے اپنے اپنے طور پہ کی ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مسلمانوں کو آٹھویں صدی عیسوی میں سندھ اور ملتان پہ حکومت قائم کرنے کے بعد اس سے آگے بڑھنے کے لئے تقریباً ۳۰۰ سال تک کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہوسکی

تقریباً تین صدیوں تک عرب حملہ آوروں سے ملک کو محفوظ رکھنے کے سلسلے میں پرتیہار حکمرانوں نے زبردست اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس عہد کے مصنفین کے ذریعے اس خاندان کی تعریف اور انھیں بھگوان کا اوتار لکھ کر مخاطب کرنا پوری طرح مناسب و صحیح ہے ان بادشاہوں کے لئے عرب مصنفین کے خیالات بھی انکی عظمت ثابت کرتے ہیں ساتھ ہی عرب مصنفین کی حقیقت بیانی کی بھی تعریف کرنی چاہئے کائنات کے نظام عروج و زوال سے یہ پرتیہار حکمراں بھی مبرّی نہ رہ سکے۔ راجیہ پال اور ترلوچن پال کے عہد میں طاقتور محمود غزنوی نے زبردست حملوں سے پرتیہار حکومت کا اختتام کردیا۔

باب چہارم

عربوں کی آمد اور اس کا تجزیہ

ہندوستان اور ممالک عربیہ کے درمیان بحر عرب کی لہریں ہیں ممالک عربیہ اور ہندوستان کے درمیان تعلقات کی ابتدا معاشی اعتبار سے خاص اہمیت کا حامل بعد میں شان و شوکت سے پُر ہندوستان پر سیاسی اعتبار سے اپنا اختیار قائم کرنے کے لئے عربوں نے وقتاً فوقتاً متعدد حملے کئے۔ ہندوستان اور عرب کے تجارتی تعلقات آغاز اسلام کے صدیوں پہلے سے قائم ہیں[1]۔ ہزاروں سال پہلے عرب کے تاجر ہند کے سطح ساحل سمندر پر تجارت کی غرض سے آتے تھے۔ عرب کے تاجر ٹھانہ، دیول، کھمبھات، سوپارا، کول م ر اور مالابار کے بندرگاہوں پر تجارت کرتے تھے، وہ ہندوستان سے تجارتی سامان جہازوں کے ذریعے سیربا، مصر ہوتے ہوئے یورپ لے جاتے تھے۔

عرب تاجر شاید ابتدا میں ہندوستان کے مغربی ساحل سے ناواقف تھے۔ اسی لئے وہ خلیج فارس عبور کر کے سندھ کے ساحل تک اور وہاں سے سوپارا، کھمبات اور کالی کٹ و مالابار کے کنارے کے بندرگاہ تک

---

۱ سلیمان ندوی، عرب و بھارت کے سمبندھ، مترجم رام چندر صفحہ ۵

۲ مشتاق کامرشیل اینڈ کلچرل ریلیشنس بٹوین انڈیا اینڈ عربیہ صفحہ ۱۵۱

پہونچتے تھے[1]۔ ایک کامیاب فاتح اور وسیع فوج کی بنیاد پر عرب اقوام ایشیا کے دوسرے ممالک فتح کر کے ہندوستان پر قبضہ کرنے کی بات سوچنے لگے اسوقت ہندوستان کی مغربی سرحد پر تین[2] بڑی ریاستیں تھیں۔

(۱) کابل (۲) جابل (۳) سندھ۔

عرب سیاحوں نے اپنے تذکرے میں عرب کے تجارتی راستوں اور ہندوستان سے باہر جانے والی اشیاء کا تذکرہ کیا ہے۔ سلیمان ابوزید بلاذری، یعقوبی سعودی اور ادریسی کے مطابق عرب تاجر، بحراحمر، بحر ہند اور خلیج ایران کے خاص تجارتی مراکز اور بندرگاہوں کے ذریعے ہندوستان آئے تھے۔ ہندوستان سے غیر ممالک میں جائے اشیاء الوب (ایک پھل)، عنبر ہند، کشمیر کا فور (کیوڑہ) الائچی۔ لونگ۔ جائے پھل کباب چینی دار چینی۔ جاوتری، بڑی الائچی، توتیا، کالی مرچ، بڑہ صندل، ساگون کی لکڑی۔ روئی کے مخملی گدے، سرندیپ (سرہند) سے لال موتی ہاتھی دانت، گجرات سے سیسہ، حیدرآباد سے نیلم اور سندھ سے کٹ (ایک قسم کی لکڑی) بانس اور بینیت وغیرہ تجارتی اشیاء، ہندوستان سے وہاں جاتی تھیں[3]۔ ملک عرب صدیوں تک مشرقی و مغربی ممالک کے درمیان ایک کڑی کی طرح رہا ہے اس کے ذریعے ہندوستانی تجارت اور نظریات کی اشاعت مصر، عراق، شام اور یورپ تک ہوتی رہی

---

[1] نیاز محمد قاسم سے ہمایوں بابر تک صفحہ ۳۶

[2] آر سی۔ مجومدار، بروسیڈنگ اینڈ ٹرانزیکشن آف دی آل انڈیا اورینٹل کانفرنس ۱۹۳۰ء صفحہ ۵۱

[3] سلیمان ندوی۔ عرب و بھارت کے تعلقات مترجم رام چندر صفحہ ۱۲

عرب میں آغاز اسلام اور اسکی اشاعت کے بعد سو سال کے اندر مذہب اسلام کے اثرات وسط ایشیا، مغربی ایشیا، شمالی افریقہ اور جنوبی یورپ وغیرہ کے ممالک میں ظاہر ہونے لگے۔ ہندوستان بھی ان اثرات سے محفوظ نہ رہ سکا۔

خلیفہ حضرت عمر کے عہد حکومت میں عربی جہازوں کے بڑے بندرگاہ کی تلاش میں بحر ہند کے ساحلوں پر چکر لگانے لگے۔ سنہ ۶۳۶ء میں "تھانہ" نامی ایک چھوٹے سے بندرگاہ پر عربوں نے حملہ کر دیا۔ اس حملے میں عربوں کو کامیابی نہیں ملی۔ اسکے بعد بھروچ (بھڑوچ) پر حاکم کے حکم کے مطابق فوجیں بھیجی گئیں۔ پھر مغیرہ نامی عرب نے "دیول" بندرگاہ (موجودہ کراچی) پر حملہ کیا۔ عربوں کو بڑی طرح ہارنا پڑا۔ عربوں کے حملے شروع میں صرف سمندری دھاوے کی حد تک تھے۔ جس کا جواب ہندوستانیوں نے بہت بہادری سے دیا۔ ان حملوں کے نتیجے میں عربوں کو ہندوستانیوں کی بہادری اور انکے راستوں کا بخوبی علم ہو گیا تھا۔

محمد بن قاسم کا حملہ

اس سے پہلے عرب حملہ آوروں کو مختلف حملوں میں ناکامی حاصل

ا؎ الفنسٹن، ہسٹری آف انڈیا، صفحہ ۲۰۰، بلاذری، فتوح البلدان صفحہ ۹۰، ثنایانہ محمد قاسم سے ہمایوں بابر تک صفحہ ۲۰، تارا چند انفلوئنس آف اسلام آن انڈین کلچر صفحہ ۳۱، لبدھا نند پاٹھک، اتری بھارت کا راجنیتک اتہاس صفحہ ۷۰، ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۱۵، ایچ۔ سی۔ رے ڈائنسٹک ہسٹری آف نادرن انڈیا حصہ اول صفحہ ۲، ایم۔ بی۔ سریواستو اسوشل اینڈ کلچرل ہسٹری آف میڈیول انڈیا صفحہ ۱۴

ہوئی تھی اس لئے وہ اپنی قوت میں اور اضافہ کر کے ہندوستان فتح کرنے کا خواب دیکھ رہے تھے۔[1]

ابتدا میں عرب تاجر ہندوستان کی مال و دولت اور شان و شوکت سے بے حد متاثر ہوئے انھوں نے عرب جا کر ہندوستان کی خوشحالی کی تعریف کی۔ ان تاجروں میں کچھ لوگ مالابار ساحل اور کاٹھیاوار کے بندرگاہوں میں رہنے لگے تھے۔[2] رالنسن نے لکھا ہے کہ مسلم عرب ساتویں صدی عیسوی میں سب سے پہلے مالابار کے کنارے ٹھہرے۔[3]

ہندوستان اپنی خوشحالی اور مال و زر کی وجہ سے "سونے کی چڑیا" کہلاتا تھا جس کا تذکرہ عرب تاجروں نے اس طرح کیا ہے حضرت عمرؓ نے ایک سوداگر سے دریافت کیا (جو حال ہی میں ہندوستان سے واپس گیا تھا) تمھیں ہندوستان کیسا لگا؟ عرب سوداگر نے جواب دیا۔ ہندوستان کی ندیاں موتی ہیں۔ اسکے پہاڑ لعل ہیں اور اسکے درخت عطر ہیں۔[4] چونکہ ان دنوں ملک عرب ایک ریگستان تھا تعلیم و معاشی اعتبار سے پسماندہ تھا اس لئے عربوں نے مال و دولت اور اپنی قوت بڑھانے کے لئے ہندوستان پر حملہ کیا۔

ہندوستان کی جغرافیائی حالت نے عربوں کو حملہ کرنے کے لئے اکسایا۔ انھیں عرب تاجروں کے ذریعے ہندوستان کے سمندری راستوں کا کچھ بی

۱؎ مقبول احمد، انڈو عرب ریلیشن صفحہ ۷

۲؎ ایم۔ پی سریواستو، سوسائٹی اینڈ کلچر ان میڈیویل انڈیا صفحہ ۴

۳؎ ڈاکٹر موتی چند ٹریڈ اینڈ ٹریڈ روٹس صفحہ ۱۸۶

۴؎ محمد اکرام آب کوثر صفحہ ۲۳

علم ہو گیا تھا۔

ہندوستان پر عربوں کے حملے کا سب سے اہم سبب یہ تھا کہ عربوں کے جہاز کو دیول کے ڈاکوؤں نے لوٹ لیا[1]۔ یہ جہاز لنکا کے بادشاہ نے عراق کے لئے روانہ کیا تھا اور اس میں کچھ عرب کے تاجروں کی یتیم لڑکیاں سوار تھیں دیول کے قریب ڈاکوؤں نے اس جہاز پر چھاپہ مارا اور لنکا میں وفات شدہ عرب تاجروں کی یتیم لڑکیوں کو پکڑ لیا۔ ان میں بنی لیا یاربوعی[2] نامی عورت نے حجاج کو اس سانحے کی اطلاع دی عراق کے گورنر حجاج بن یوسف نے سندھ کے راجہ داہر سے درخواست کی کہ وہ ان عورتوں کو بحفاظت واپس روانہ کر دے۔ راجہ داہر نے کہا کہ یہ کام سمندری ڈاکوؤں نے کیا ہے جو سندھ کی سرحد سے آزاد تھے۔ اس بات سے غصہ ہو کر حجاج نے عبداللہ اور بودل بن تفاکو دیول پر حملہ کرنے کیلئے روانہ کیا لیکن یہ لوگ ناکام رہے[3]۔ اسی دوران ملکشن سے کچھ مجرم اور غدار لوگوں نے سندھ میں ایک ٹولی بنائی۔

ہندوستان زمانہ قدیم سے علم، سائنس، آرٹ، ادب اور رسم و رواج وغیرہ کا مرکز رہا ہے۔ اسلام سے پہلے عرب اقوام غیر مہذب حالت میں تھے۔ انکی توجہ ہندوستان کی جانب مبذول ہونا ایک فطری امر تھا۔ ان کے دل میں ہندوستانی تہذیب سے قربت اور حصول علم

---

[1] محمد اکرم آب کوثر صفحہ ۴۳

[2] مشتاق کامرشیل اینڈ کلچرل ریلیشنس بیٹوین انڈیا اینڈ عربیہ صفحہ ۱۰۸

[3] مندرجہ بالا صفحہ ۱۰۸

Marfat.com

طلب بڑھ رہی تھی۔ شاید معاشی اعتبار سے ہندوستان کی خوشحالی بھی انکے ہندوستان آمد کی کشش کا ذریعہ بنی ہوگی۔

کچھ ماہرین کا خیال ہے کہ عربوں کے حملہ کرنے کا مقصد ہندوستان میں حکومت قائم کرنے کی بجائے انتقام کا جذبہ تھا اس جذبہ سے مغلوب ہوکر حجاج نے محمد بن قاسم کی قیادت میں ایک فوج سندھ کی طرف روانہ کی۔[1] ۷۱۱ء ۹۳ھ میں اس نے سندھ پر زبردست حملہ کردیا۔[2]

البیرونی لکھتا ہے کہ محمد ابن القاسم المنبرہ نے سجستان (سکیتین) کے قریب سے سندھ میں داخل ہوا۔[3] برہنجا (برہمن آباد) اور مول علاقہ (ملتان)، فتح کیا جنھیں وہ المنصورہ اور المعمورہ کہتا تھا وہ ہندوستان میں بڑھے داخل ہوا اور قنوج کی طرف روندتا ہوا چلا گیا۔ واپسی میں گندھار مملکت سے چلتا ہوا اور کشمیر ہوتا ہوا آیا۔ کسی خنجر کو ہاتھ میں لے کر جنگ کرتا۔ کبھی سندھیوں کی مدد سے اپنا مطلب حاصل کرتا جو مسلمان ہونا چاہتے تھے انھیں نیز ان لوگوں کو چھوڑ دیا جو پرانے خیالات کے تھے۔[4] قاسم کے حملہ قنوج اور وہاں کی واپسی میں حملہ کشمیر کا تذکرہ البیرونی کے علاوہ اسکے کسی ہم عصر مورخ نے نہیں کیا۔

اسکے برعکس خود اسی نے دوسری جگہ تحریر کیا ہے کہ سبکتگین کے علاوہ کسی اور پہلے کے حملہ آور نے کابل اور سندھ ندی کو کبھی

۱۔ انڈین ہسٹاریکل کوارٹرلی حصہ ۶ صفحہ ۵۹۷

۲۔ پی کے۔ ہٹی۔ ہسٹری آف عرب صفحہ ۲۱۰

۳۔ البلاذری ابن الہند وغیرہ مصنفین نے ابن المغیرہ کے جگہ پر القاسم ابن محمد لکھا ہے

۴۔ سخاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۱

Marfat.com

یار نہیں کیا۔[1] اس لئے قاسم کے حملے کی بات خود اسی کے قول سے غلط ثابت ہو جاتی ہے لیکن قاسم کے سلسلے میں درج ذیل حقائق ملتے ہیں۔

حجاج نے اپنے چچا کے سترہ سالہ بیٹے محمد بن قاسم کو مسلح و منظم فوج کے ہمراہ ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے مدعو کیا۔[2] جو کہ اس وقت [illegible] کسی علاقہ کا نام) جانے کی تیاری کر رہا تھا۔[3] محمد بن قاسم نے شیراز کا سفر کیا اور وہاں چھ ماہ قیام کیا[4] اسی علاقہ میں اسے ابوالسود ول بن جہر کی قیادت میں چھ ہزار سپاہیوں کی فوج دستیاب ہوئی اس طرح قاسم کی فوج میں چھ ہزار سانڈنی (اونٹنی) اور تین ہزار اونٹ تھے۔ اسکے علاوہ بے شمار تعداد میں عربی و عراقی جنگجو جوان تھے۔[5] حجاج نے بہترین و منظم فوج تیار کی تھی۔ اور روزمرہ استعمال کی اشیاء مثلاً سوئی دھاگہ وغیرہ تک ساتھ کر دیا تھا اسکے علاوہ بھاری جنگی ساز و سامان "عروس" نامی جہاز کے ذریعے دیول بھیجا گیا تھا۔[6] ساتھ میں تیس ہزار دینار بطور اخراجات جنگ بھی دیئے گئے۔ حجاج نے سرکے کو روئی میں بھگو کر اور اسے خشک

---

۱ سچاؤ، البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۲

۲ ابوجعفر تاریخ سندھ صفحہ ۴۴

۳ ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۵۹

۴ ابوجعفر تاریخ سندھ صفحہ ۵۴، بلاذری، فتوح البلدان صفحہ ۲۰
الشوری پریاد سیڈویل انڈیا صفحہ ۵۶

۵ پی کے ہٹی۔ ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۲۱۰

۶ عروس، قدیم زمانے میں ایک بڑا اور مخصوص قسم کا جہاز ہوتا تھا جس کو ۵۰۰ افراد مل کر چلاتے تھے۔

Marfat.com

کر کے سپاہیوں کے پاس ارسال کیا کیونکہ انھیں سرکہ بہت پسند تھا جنگ کی تیاریوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ انتظامات اعلیٰ پیمانے پر کیے گئے۔

محمد بن قاسم شیراز سے مکران پہونچا، اسکے بعد (ارمابیل) ارمن بیلا پر گھیرا ڈالا اور کئی ماہ قیام کیا۔

فتح دیول ۷۱۲ء

محمد بن قاسم نے ارمابیل سے ۷۱۲ء میں دیول کا قصد کیا۔ یہ شرقی سندھ کا قدیم مشہور بندرگاہ تھا۔ بلاذری نے اپنی کتاب فتوح البلدان میں جنگ کا دلچسپ حال اس انداز سے بیان کیا ہے۔

فوج کو مختلف ٹکڑوں میں مختلف قسم کے جھنڈوں کے نیچے کھڑا کر دیا گیا تھا اور اس کے نیچے کھائیاں کھودی گئیں خوفناک طریقے سے جنگ شروع ہوئی اور عربوں کو انتہائی جدوجہد کے بعد بھی ناکامی ہوتی۔ اسی دوران حجاج نے خط کے ذریعے مشورہ دیا کہ منجنیقوں (توپوں) کی سمت مشرق کی طرف کردی جائے اور دیول کے مشہور بند پر گولہ باری کی جائے[2] فوجیوں نے بہادری کے ساتھ جنگ کیا۔ زبردست خونریزی کے بعد عربوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اس جنگ میں راجہ داہر کی فوج میں سب سے زیادہ بہادری کا ثبوت "ٹھاکرہ" ٹھاکروں نے پیش کیا[3]۔ لیکن بودھوں اور برہمنوں کی آپسی دشمنی کی وجہ سے بودھ اقوام عربوں کی فوج میں شامل ہوگئی۔ شاید

۱۔ تحفۃ الکرام حصہ ۳ صفحہ ۱۳

۲۔ بلاذری، فتوح البلدان صفحہ ۲۱

۳۔ سلیمان ندوی، مترجم رام چندر عرب و ہند کے تعلقات صفحہ ۱۴

Marfat.com

سندھیوں کی شکست میں بودھ اقوام کی مخالفت نے اہم رول ادا کیا ہندوستان کے مرکزی علاقہ پر فتح حاصل کرنا عرب حملہ آوروں کا خاص مقصد تھا انکے کچھ حملوں کو ناکام بنا یا گیا لیکن ۷۱۲ء میں انھیں سندھ پر پورا اختیار حاصل کر لینے میں کامیابی مل گئی۔ اب ملک کے اندروں تک داخل ہونے کے لئے عربوں نے جد وجہد کی اور جرج یعنی گجرات اور مارواڑ کے کچھ علاقوں پر اپنا قبضہ قائم کر لیا[1]

فتح نیرون

فتح دیول کے بعد محمد بن قاسم نے نیرون کے قلعے کی طرف قصد کیا وہ ساتویں دن نیرون کی ترائی "بلہار" پہونچا۔ ندی دور ہونے کی وجہ سے سپاہیوں کو پانی کی تکلیف اٹھانی پڑی۔ نیرون کا بادشاہ بودھ مذہب کا ماننے والا تھا۔ یہاں کے باشندوں نے محمد بن قاسم کو خوش آمدید کہتے ہوئے خود کو اس کی سرپرستی میں دینے کا عہد کیا۔ چنانچہ اس نے بہت ہی اطمینان کے ساتھ نیرون پر قبضہ کر لیا اس علاقہ میں ایک مسجد بہار (رہنے کی جگہ) تعمیر کروائی۔ اسکے بعد اس نے اپنی فتوحات کی خبریں حجاج کو بھیجیں اور آگے بڑھنے کی اجازت طلب کی[2]

فتح سیستان

محمد بن قاسم نیرون سے تیس فرسخ (نوّے میل) دور پر واقع قیام

---

[1] وشرتھ شرما، لیکچرس آن راجپوت ہسٹری اینڈ کلچر صفحہ ۱۱

[2] یعقوبی حصہ اول صفحہ ۳۴۶

Marfat.com

ہرج ہوتا تھا۔ یہاں کے باشندے بودھ مذہب کے ماننے والے تھے۔ یہ شہر سیستان کے تحت تھا جس کا بادشاہ "وجے رائے" راجہ داہر کا بھتیجا تھا۔ بودھوں نے سیستان کے راجہ سے درخواست کی کہ وہ سکون کے ساتھ عربوں سے قول وقرار کرکے، خون خرابہ نہیں چاہتے۔ سیستان کا بادشاہ فوج کے ہمراہ قلعہ کے سامنے صف آرا ہو گیا۔ اسی درمیان بودھ اقوام قلعہ بند ہو گئی۔ عرب فوجوں نے قلعہ کو چاروں طرف سے گھیر کر گولہ باری شروع کردی۔ آخرکار بجرا (وجے رائے)، اپنی شکست کے خیال سے قلعہ سے فرار ہو گیا۔ اس نے، ندی پار کی اور صوبہ بودھ کے کاکا نامی بادشاہ کی مملکت میں پناہ لی۔ بادشاہ سیستان کے بھاگ جانے کے بعد قلعہ پر عربوں کا قبضہ ہو گیا[1]۔ اس وقت محمد بن قاسم نے اپنی فتوحات سے حاصل ہونے والی رقم کا پانچواں حصہ اور ۵، غلام حجاج کے پاس ارسال کئے[2]۔

فتح سیسم یا سیوی

محمد بن قاسم کی فوج نے دو تین دن تک قلعہ سیسم کی گھیرابندی رکھی۔ آخر میں یہاں کا بادشاہ "وجے رائے" میدان کارزار میں آیا لیکن اسنے خودسپردگی کرکے اطاعت قبول کرلی اسی مقام پر حجاج کا خط ملا جس میں نیرون واپس جانے اور داہر سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

---

1. چچ نامہ صفحہ ۶۱-۶۲
2. ہسٹوری پرساد میڈیول انڈیا صفحہ ۵۷

قلعہ اشہار کی فتح

محمد بن قاسم قلعہ اشہار کی سمت روانہ ہوا۔ یہاں ایک ہفتہ تک جنگ جاری رہی، عربوں کی فتح سامنے دیکھ کر یہاں کے باشندوں نے امن کی درخواست کی۔ قاسم نے سالانہ ٹیکس متعین کر کے وہاں ایک حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد سورتا کے حکمراں سے اطاعت قبول کرنے کے لیے کہا اس نے ہندوؤں کے ساتھ غداری کر کے عربوں کی اطاعت قبول کر لی۔ راجہ داہر کو جب راجہ موکا کی غداری کا علم ہوا تو اس نے عربوں سے جنگ کرنے کے لئے ایک فوج روانہ کی لیکن یہ فوج جنگ میں اپنی شکست کا اندازہ کر کے میدان سے بھاگ کھڑی ہوئی[1]۔

محمد بن قاسم نے مولانا اسلامی کو راجہ داہر کے پاس کچھ شرائط کے ساتھ بھیجا۔ داہر نے اس سفیر کی بے عزتی کر کے شرطوں کو ماننے سے انکار کر دیا قاسم نے غصہ ہو کر جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ داہر بھی اپنی فوج کے ہمراہ عربوں کے مدمقابل آیا۔ عربوں کی فوج جھیم اور کورل کے قریب رکی۔ اسی مقام پر پچاس دن قیام کرنے کی وجہ سے فوج کی خوراک ختم ہو گئی۔ سپاہی بیمار ہونے لگے اور بھوک کی شدت سے مغلوب ہو کر جانوروں کو کھانے لگے۔

اسی درمیان قاسم نے ندی عبور کرنے کے لئے کشتیوں کا پل بنایا۔ ادھر راجہ داہر نے شہزادے کی قیادت میں سندھی فوج روانہ کی۔ جنگ میں شہزادے کے ہاتھ سے لگام چھوٹ گئی اور وہ زمین پر

---

[1] یعقوبی۔ حصہ اول صفحہ ۳۴۶ لیڈن

گر پڑا، عرب فوجوں نے حملہ کرکے اسے مار ڈالا۔

محمد بن قاسم کے آنے کی اطلاع پا کر داہر کا سپہ سالار سی ساکر خوفزدہ ہو گیا اور وہ داہر کے ساتھ فوج لے کر عربوں کی فوج سے تین میل دور صف آرا ہوا۔ راجہ داہر دس ہزار سندھی فوج کے درمیان سفید ہاتھی پر جلوہ افروز تھا عرب سیاح یعقوبی نے لکھا ہے کہ داہر کی فوج، اسلامی فوج سے ڈیڑھ میل دور کوئی ماہ قیام پذیر رہی۔ بہت گھمسان کی لڑائی ہوئی، سندھی فوج نے اپنی بہادری سے عربوں کا ناک میں دم کر دیا۔ لیکن اسوقت قاسم نے ایک بہت جوشیلی تقریر کے ذریعے اپنی فوج کی ہمت باندھی عربوں کی فوج نے اس مرتبہ حیرت انگیز بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے سندھیوں کو ناکام کر دیا۔ اس جنگ میں عربوں نے پچکاریوں کے ذریعے روغن نفت کا استعمال کیا تھا جس سے چاروں طرف آگ لگ گئی تھی اور آخر کار سندھیوں کو شہر میں پناہ لینی پڑی۔

راوڑ پر حملہ

چچ نامے سے پتہ چلتا ہے کہ محمد بن قاسم نے یہاں دس دن میں سات جنگیں مختلف مقامات پر لڑیں۔ کری داہ ندی پار کرکے داہر کی فوج سے مقابلہ ہوا جس میں ہار جیت کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ یہ جنگ راوڑ کے قلعے سے کچھ فاصلے پر ہوئی۔ اسی میں راجہ داہر مارا گیا۔

داہر کے بعد اس کے بیٹے جے سنگھ اور اس کی بہن نے راوڑ میں پناہ لی اور جنگ کی تیاری شروع کر دی جے سنگھ اپنے وزیر سیساکر کے ہمراہ برہمن آباد چلا گیا۔ لیکن داہر کی بہن خودداری کی

وجہ سے نہیں گئی۔

اور اس نے ۱۵۰۰۰ سپاہیوں کو ساتھ لے کر بڑی بہادری کے ساتھ قاسم سے مقابلہ کیا۔ لیکن اسی درمیان قلعہ کی دیوار گرنے سے رانی اپنی سہیلیوں کے ہمراہ ستی ہوگئی۔

برہمن آباد پر حملہ

محمد بن قاسم برہمن آباد کی سمت روانہ ہوا۔ یہاں پر جے سنگھ جنگ کو تیار تھا۔ عرب فوجوں نے قلعہ کو چھ ماہ تک گھیرے رکھا آخرکار جے سنگھ کشمیر فرار ہوگیا لیکن رانی لاڈی بہادری کے ساتھ جنگ کرتی رہی اور آخر میں گرفتار کرلی گئی۔ بلاذری نے فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ رانی لاڈی اپنی والدہ اور خادماؤں کے ہمراہ ستی ہوگئی تھی۔[1]

ارور کا گھیرا

جس وقت محمد بن قاسم نے ارور کی گھیرابندی کی، وہاں کا بادشاہ داہر کا بیٹا گوپی تھا۔ چچ نامے سے پتہ چلتا ہے کہ عوام نے قلعے کے دروازے کھول کر قاسم سے امن وسلامتی کی درخواست کی۔ یعقوبی نے لکھا ہے کہ قلعہ والوں کو یقین تھا کہ داہر زندہ ہے۔ قاسم نے کئی ماہ کی گھیرابندی کے بعد فتح حاصل کی۔

---

[1] بلاذری فتوح البلدان صفحہ ۴۳۹ (لیڈن)

فتح بابیہ

یہ دریاس ندی کے جنوبی کنارے پر واقع ایک قدیم قلعہ تھا۔ قاسم نے یہاں کے باشندوں سے تحفے تحائف حاصل کرنے کے بعد اپنا مطیع بنالیا۔

فتح اسکلندا

یہاں کا حکمراں سنگھ رائے قاسم کے حملہ کرنے پر بھاگ گیا قاسم نے اسکلندا پر قبضہ کر لیا۔

فتح سکہ

قاسم نے سکہ میں ۱۷ دن تک گھیرا ڈالے رکھا اس درمیان وہاں کا حکمراں شہر چھوڑ کر ملتان فرار ہو گیا عربوں نے اسے فتح کر لیا۔

فتح ملتان ۱۳ء

مختلف علاقوں کی فتحیابی کے بعد اور وہاں کے نظم و نسق کا بندوبست کرکے محمد بن قاسم نے راوی ندی کو عبور کیا۔ عربوں کی فوج جنگ کیلئے ملتان کے سامنے ساحل دریا پر صف آرا ہوئی۔ ملتان والوں کو جب اسکی خبر ہوئی تو وہ بھی جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے۔ ابتداء میں ملتان والوں نے کافی جوانمردی کا ثبوت دیا لیکن بعد میں جنگ کا نقشہ بدل گیا اور ملتانی فوج قلعہ میں محصور رہی۔ عربوں کا سامان رسد ختم ہو گیا۔ وہ

بھوک سے عاجز آکر گدھے مار کر کھانے لگے۔ یہاں کا بادشاہ رات کی تاریکی میں محل سے فرار ہو گیا۔ عربوں نے قلعہ میں داخل ہو کر کافی خونریزی کی۔ قاسم کو یہاں ایک مندر سے دو سو تنتیس من سونا اور ایک کروڑ تیس[3] لاکھ دو سو من تانبے کی راکھ مٹکوں میں تلی۔ اس نے سورتی کو لوٹنے سے حاصل ہونے والی رقم کا پانچواں حصہ کشتی کے ذریعے دیول کے راستے سے عراق بھیج دیا[1]۔ ابن خردازبہ نے مسالک و الممالک میں ملتان سے حاصل ہونے والی رقم کے سلسلے میں تحریر کیا ہے کہ اس خزانہ کی وسعت کا دور دور شور تھا۔ اور ملتان کو فرج بیت الذہب کے نام سے پکارا جانے لگا۔ اس کا مطلب ہے بڑی سرحد۔ اس طرح محمد بن قاسم نے ملتان پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں حاکم مقرر کر دیا۔

فتح ملتان کے بعد حجاج نے محمد بن قاسم کو عراق واپس بلا لیا۔ اور جنید کو بھیج دیا[2]۔ قاسم کو یہاں گرفتار کر کے جیل بھیج دیا[3]۔ جہاں ۷۱۵ء میں خلیفہ سلیمان کے ذریعہ اسے سزائے موت دی گئی[4]۔

۷۲۳ء میں سندھ کا گورنر جنید کو مقرر کیا گیا اس نے عرب مملکت کو وسیع کیا۔ بلاذری کے تذکرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ گورنر جنید کی فوج نے مرمڈ، منڈل، دہنج وبروس، الماملۃ اور الکاروج

۱۔ بلاذری فتوح البلدان صفحہ ۴۴۴ (لیڈن)

۲۔ ابوجعفر تاریخ سندھ صفحہ ۱۴۲ - ۱۴۳

۳۔ مندرجہ بالا صفحہ ۱۴۲ - ۱۴۳

۴۔ آر سی مجومدار کلاسیکل ایج صفحہ ۱۷۲

Marfat.com

جلایا تھا اور البیلمان وبنج کو فتح کیا[۱]

مندرجہ بالا علاقوں کی شناخت ماہرین نے الگ الگ انداز سے کی ہے۔ مرمڈ کی پہچان، گھٹیالا کہتے ہیں مردمار (جیسلمیر) اور جودھ پور کا علاقہ) سے کی ہے[۲]۔ کچھ ماہرین نے مرو منڈل (مارواڑ) سے مرمڈ کی شناخت کی ہے، اور اسے ہندوستان میں واقع بتایا ہے[۳]۔ المنڈل منڈاور، منڈور کیلئے استعمال ہوا ہے۔ برس سے مراد بھروچ البیلمان کو گھٹیالا کہتے ہیں وبل منڈل کے معنی میں کیا ہے ڈاکٹر مجومدار الکیراج کو کیر سے مشابہ قرار دیتے ہیں[۴]

رائے چودھری مالبہ کو مالوا تسلیم کرتے ہیں۔ اس طرح ہندوستان کے قدیم کتبوں اور مسلم مورخین کی کتابوں سے یہ بات پورے طور پر عیاں ہے کہ قاسم کے بعد مغربی ہندوستانی وسطی علاقے میں حملے جاری تھے۔ جنید کے حملوں کے نتیجے میں راجستھان اور گجرات کا کچھ حصہ بہت کم مدت تک عربوں کے حملے سے پریشان رہا لیکن ان کی کامیابی پائدار نہیں تھی۔ بعد میں ہندو حکمرانوں نے انھیں آگے بڑھنے سے روکا جس کا تذکرہ کتبۂ نوساری، اور بھروچ کی گوالیار پرشستی[۵] سے ہوتا ہے۔ عربوں کے حملوں کو چالکیہ پلکیشی، پرتیہار بادشاہ ناگ بھٹ اول اور

---

۱ ایپگرافیا انڈیکا حصہ ۱۸ صفحہ ۱۰۲

۲ آر۔ سی مجومدار کلاسیکل ایج صفحہ ۱۷۲

۳ ایلیٹ اینڈ ڈاوسن ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۱۲۶

۴ آر سی مجومدار کلاسیکل ایج صفحہ ۱۷۳

۵ ایپگرافیا انڈیکا حصہ ۱۸ صفحہ ۱۰۲ - ۱۰۷

گرجر بادشاہ جے بھٹ چہارم نے روکا تھا۔ اس سلسلے میں بلاذری نے لکھا ہے کہ سندھ میں عربوں کو اپنی حفاظت کرنا مشکل ہوگیا۔ اس لئے انھوں نے جھیل کے کنارے الہند کی سرحد پر المحفوظ نامی ایک شہر بسایا تھا۔

سنہ ۷۴۵ء میں خلیفۃ المنصور کے عہد میں عربوں نے سندھ اور ملتان پر دوبارہ اختیار قائم کرنے کی کوشش کی۔ خلفاء کی کمزوری کی وجہ سے سرداروں پر کنٹرول پوری طرح نہیں رہ سکا۔ نویں صدی عیسوی کے آخر میں خلفاء کا سندھ سے قبضہ ختم ہوگیا اور انکا مقام صرف مذہبی معاملات تک ہی محدود رہ سکا۔ اور عربوں کے مسلسل تین سو سال تک حملوں کے نتیجے میں مسلمانوں کا قبضہ صرف منصورہ اور ملتان کے دو چھوٹے صوبوں تک محدود رہا۔

عربوں کا سندھ فتح کرلینا ہندوستانی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے اگرچہ اس فتح کا اثر دائمی طور پر ثبت نہیں ہوسکا۔ مشہور مؤرخ لین پول نے لکھا ہے کہ سندھ پر عربوں کا قبضہ ہندوستانی تاریخ میں ایک جھونکے کی طرح تھا وہ وسیع و عریض ہندوستان کا صرف ایک کنارہ ہی چھو سکے، عربوں کی یہ ایسی فتح تھی جس کا کوئی خاص نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ عام طور پر سبھی ماہرین یہ تسلیم کرتے ہیں عربوں کی فتح سندھ کا کوئی خاص مستقل اثر نہیں پڑا۔ ڈاکٹر آر۔ سی مجومدار لکھتے ہیں۔

عربوں کے ذریعے ہندوستان پر حملے کے صحیح و فطری حقائق تاریخی حقائق کی شکل میں تسلیم نہیں کئے گئے۔ کیونکہ عربوں کے ذریعے سندھ کو

لہ وشودھا نند جھا لک، اتری بھارت کا راجنیتک اتہاس صفحہ ۲۶۱

Marfat.com

فتح کرلینا اپنے آپ میں مکمل سچائی نہیں ہے، بلکہ ایک مشکل مسئلہ کا حصہ ہے یہ عربوں کے ذریعے ہندوستان کو فتح کرنے کی ابتدا نہیں تھی یہ تو ان کی وہ کامیابی تھی جس کے لیے انھوں نے متعدد ناکام کوششیں ہندوستان میں داخل ہونے کے لیے کی تھیں۔ اس طرح عرب جیسے طاقتور ملک کو لگاتار اور صدیوں تک جد و جہد کرتے رہنے کی حقیقت کو یکسر بھلا دیا گیا ہے۔

ہرشن کے عہد ۶۳۶ء میں مسلمانوں کے حملے شروع ہوئے اور فتح سندھ تک مسلسل جاری رہے۔ ملک کے محافظوں نے ملک کو محفوظ رکھنے کی پوری پوری کوشش کی اور دشمنوں کو پورے طور پر کامیاب نہیں ہونے دیا۔ درحقیقت عہد گپت کے بعد شدروں اور برہمنوں میں چپقلش شروع ہوئی۔ برہمنوں اور بودھوں میں رنجش ہوگئی۔ جس کا اختتام عربوں کے حملے کی شکل میں ہوا۔ بودھوں نے برہمنوں کے جور وستم سے تنگ آکر عرب فاتحین کو خوش آمدید کیا اور انھوں نے بودھوں کو حفاظت کی ضمانت دی۔

محمد بن قاسم پہلا مسلم فاتح تھا جس کی فتوحات کے نتیجے میں سندھ پر مسلمانوں کا اختیار قائم ہوگیا اور ایک نئے مذہب (اسلام) کی آمد ہوئی۔ فتح سندھ کے سلسلے میں ایس۔ ایم جعفر لکھتے ہیں۔ عرب ہندوستان کے پہلے مسلم فاتح تھے اگرچہ انھوں نے سندھ میں زیادہ عرصہ تک حکومت نہیں کی، اور نہ ہی اپنا کوئی نشان باقی رکھا پھر بھی اس علاقے کے زیادہ تر باشندوں نے (اسلام قبول کرلیا)، اسلامی

سلہ آر کی مجومدار پروسیڈنگ اینڈ ٹرانزکشن آف دی سکستھ آل انڈیا اورینٹل کانفرینس صفحہ ۵۱-۵۲

یقین کو اپنا لیا۔[1] آر سی مجومدار رقمطراز ہیں۔ ہم دنیا کے دیگر علاقوں میں عربوں کی حیرت انگیز فتوحات کو ذہن میں رکھ کر عربوں کو ہندوستان میں حاصل ہونے والی فتح پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ معمولی کامیابی ایک مختلف انداز میں سامنے آتی ہے[2]

محمد بن قاسم رحم دل حکمراں تھا۔ اس نے سندھ فتح کرتے وقت پورے طور پر رحمدلی کا ثبوت پیش کیا۔ اس نے برہمن آباد کے باشندوں کو اسلامی حکومت میں اسی طرح رہنے کی آزادی دی جس طرح عراق اور شام کے یہودی، عیسائی و پارسی رہتے ہیں۔ عرب فاتح نے دیوتا کے بودھ مذہب کے مندر کو بھی ویسے ہی باقی رہنے دیا۔ سُرون کے مندر کو بھی کوئی نقصان نہیں پہونچایا۔ جس کے نتیجے میں یہ مندر عربوں کی حکومت کے تین سو برسوں کے بعد تک باقی رہا[3]۔ محمد بن قاسم نے برہمنوں کے ساتھ بھی ہمدردی کا سلوک کیا۔ اور برہمنوں کو معاشرہ میں بلند مقام حاصل کرنے کی درخواست کو منظور کر لیا[4]۔ عربوں کے ہمدردانہ سلوک کے نتیجے میں ہندوؤں کے دل میں مسلمانوں کے لئے نرم گوشہ پیدا ہو گیا اور ہندوؤں نے اپنے ملک میں مسجدوں کو باقی رہنے دیا اور مسلمان نماز پڑھتے تھے[5]۔

عربوں کے حملے کے بعد ہندو مسلمان دونوں ایک دوسرے سے متاثر

---

[1] ایس ایم جعفر۔ میڈیول انڈیا حصہ دوم صفحہ ۱

[2] آر سی مجومدار۔ کلاسیکل ایج صفحہ ۱۷۵

[3] استخری کے مطابق۔ معجم البلدان یاقوت حصہ ۸ صفحہ ۴۸۳ (لیڈن)

[4] ایلیٹ چچ نامہ صفحہ ۱۸۲-۱۸۴

[5] بلاذری فتوح البلدان صفحہ ۴۴۶

ہوئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو بہت قریب سے سمجھنے کی کوشش کی دونوں نے رسم ورواج، زبان اور چیزوں کے ہنر کا آپس میں تبادلہ کیا۔ مسلمان، ہندوستانی باشندوں کے تیوہار، بسنت، شیو راتری، دیوالی، جنم اشٹمی اور ہولی وغیرہ میں تعاون کرنے لگے۔ اسی طرح ہندو بھی مسلمانوں کے تیوہاروں میں خوش ہوتے اور مقدس مقامات کی زیارت کرنے جاتے دونوں مذاہب کے ماہرین آپس میں علمی وادبی نشستوں میں شرکت کرنے لگے۔ مسعودی نے کھمبایت کے بادشاہ کے سلسلے میں تحریر کیا ہے کہ وہ مذہبی جلسوں میں دلچسپی رکھتا تھا اور شہر میں آئے مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ مذہبی جلسے منعقد کرواتا تھا[۱]۔ اس طرح ہندو اور مسلم تہذیب کا سنگم ہوا۔

عربوں کی آمد کے اثرات صرف سماجی حد تک محدود نہ رہ سکے بلکہ مذہب کے معاملہ میں بھی پورے طور پر اثرات مثبت ہوئے۔ علم کے میدان میں عربوں نے ہندوستان سے فن اصول، جیوتش، اور ریاضی کی متعدد باتیں سیکھیں۔ البیرونی کے مطابق عربوں کے ذریعے ہندسوں کی علامت ہندو علامتوں سے ایک بہترین شکل میں نکلی تھی۔ امیر خسرو کے تذکرے سے پتہ چلتا ہے کہ ابو شیر نامی ماہر اصول ومنطق جیوتشی نے بنارس میں دس سال تک تعلیم حاصل کی تھی۔ ابو شیر بغداد کا باشندہ تھا۔

عربوں کے ساڑھے تین سالہ مختصر ترین عہد حکومت میں انھیں بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہو گئی تھی۔ اس کا اندازہ محمد بن قاسم کی موت پر

۱۔ ایلیٹ اینڈ ڈاوسن، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۳

سندھیوں کے اظہار غم سے ہوتا ہے۔ قاسم کے چلے جانے کے بعد اسکی عزت اور اور اس سے محبت ظاہر کرنے کے لیے کیرج کے باشندوں نے اس کا ایک مجسمہ نصب کروایا تھا۔

عربوں کے حملے نے ہندوستانی سیاست پر بھی اثر ڈالا۔ اسکے دور کے گرجر پرتیہار خاندان کا عروج اس اعتبار سے بہت اہم ہے۔

ہندوستانی مسلمانوں نے اگرچہ مصر کے مقابلے میں بہت کم اثر ڈالا مسلمانوں نے ہندوستانی باشندوں کی ظاہری صورت پر اثرات مرتب نہیں کئے لیکن عقلی اور فطری خوبیوں کی وجہ سے اسلامی حکومت کے اثرات پورے طور پر مرتب ہو گئے۔ مسلمانوں کے اثرات، تعمیر، زبان، مذہب وغیرہ پر بہت زیادہ پڑے[1] اس کی ابتدا عربوں کے حملوں سے ہوئی لیکن اس کی اشاعت ہندوستان کے دروازے تک بنی محدود رہی جس کا کوئی مستقل اثر نہیں پڑا۔ ہندوستان کے اندرون میں پہنچنا بھی ان کے لئے ممکن نہ تھا کیونکہ ہندوستانی بادشاہوں میں ابھی تک بہت زیادہ دم خم تھا۔ یہ بات سچ ہے کہ سندھ کے کچھ لوگوں کو قاسم نے مسلمان بنایا لیکن بعد میں انھیں دوبارہ ہندو بنا لیا گیا[2]

فتح سندھ تاریخی اعتبار سے بہت اہم ہے اس فتح کے بعد ہندوستان میں عربوں کی حکومت قائم ہو گئی اور وہ ہندوستانی عوام کے قریب آئے۔ ظاہر ہے کہ زندگی (سائنس)، علم و مذہب کے مختلف گوشوں میں، سندھ میں عربوں کے ہمراہ ایک ایسے دور کا آغاز ہوا ہے

---

[1] ڈاکٹر گستاؤلی بان (فرنچ)، تمدن ہند مترجم سید علی بلگرامی صفحہ ۲۰۸-۲۱۰

[2] ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن، ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۱۲۹

Marfat.com

جسے ہندو مسلمان تہذیبوں کے مستقبل میں ہونے والے آپسی تبادلہ کا ابتدائی نکتہ کہنا نامناسب نہ ہوگا۔ عربوں کا سندھ پر قبضہ اور ہندوستانی باشندوں کے ساتھ ان کی قربت نے نئی قدروں کو جنم دیا دو تہذیبوں کا سنگم۔ کشادہ افکار و آرا سے جڑ گیا۔ سماجی، مذہبی، معاشی اور فنون کے میدان میں ہوئے آپسی لین دین کے نتیجے میں دونوں کو سمجھنے کا موقع ملا اس میں غیر جانبداری اور وسیع القلبی جیسے فطری افکار و آرا والی جذبات کا مشاہدہ ہوا۔

؎ وشو دھانند پاٹھک اتر بھارت کا راجنتیک اتہاس صفحہ ۲۱۳

Marfat.com

باب پنجم

عربوں کی نظر میں ہندوستانی معاشرہ

ورن اور ذات کا نظام

ہندوستانی سماجی حالت کا تذکرہ پیش کرنے کے سلسلے میں عرب مصنفین اور سیاحوں نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ انھوں نے ہندوستانی سماج کے ہر پہلو، مثلاً خاندان، ذات، فرقہ کی شکلیں وقسمیں، کھانا پینا، لباس، زیورات، سامان معاشرہ، رسم ورواج اور مختلف قسم کے عقائد وا سرار کا تذکرہ کیا ہے، انھوں نے ہندوستانی تہذیب تمدن میں انکی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی ہے عرب مصنفین و جغرافیہ نویسوں کے خیالات اس عہد کے معاشرہ کی منظرکشی کے سلسلے میں بہت اہم ثابت ہوتے ہیں[1]۔ ہندوستانی عوام نے رسم ورواج اور سماجی قوانین کسی دوسرے ملک سے اخذ نہیں کئے ہیں بلکہ ان کا ماخذ سرزمین ہندوستان ہی ہے۔ ہندوستانی زیادہ تر رسم ورواج کے حامی رہے ہیں، اسی لئے ہر سماجی قانون قدیم زمانے سے لے کر موجودہ عہد میں سابقہ رواج کی طرح بدستور قائم ہے۔

ہندوستانی تہذیب کی انوکھی صفت قدامت کی حفاظت کرتا ہے اس لئے ہندوستانی باشندوں کے سماجی قوانین اور رہن سہن دوسرے

---

[1] اشوک کمار، انڈیا ایج ڈسکرائبڈ بائی عرب ٹریولرس صفحہ ۹

ممالک سے مختلف ہیں۔ اس سلسلے میں البیرونی لکھتا ہے کہ زیادہ تر ہندو رسم و رواج ہمارے ملک اور عہد کے رواجوں سے ایک دم مختلف دکھائی دیتے ہیں۔ عام طور پر لوگ خیال کرنے لگتے ہیں کہ یہ رسم و رواج جان بوجھ کر ہمارے خلاف بنائے گئے۔[1] البیرونی نے ایک دوسرے موقع پر لکھا ہے کہ تمام قول و فعل اور رسم و رواج میں ہندو اس حد تک مختلف ہیں کہ اپنے بچوں کو ہمارے نام سے الگ رکھتے ہیں۔ وہ ہمارے خاندان اور کانوں کو ناپاک اور نیچ کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ کئی جگہ پر لفظ ملیچھ استعمال کیا گیا ہے، عام طور پر اس قسم کی نفرت صرف ہمارے اور ہندوؤں کے ہی درمیان نہیں بلکہ خاندانوں میں بھی ایک دوسرے کے لئے پائی جاتی ہے۔[1] البیرونی کے قول سے یہ بات ثابت ہے کہ یہاں کے رسم و رواج کسی دوسرے ملک کی نقل نہیں تھے بلکہ یہ خالص ہندوستانی تھے۔ شاید مسلمانوں کو ملیچھ کہے جانے کا سبب ان کا جور و ستم بھرا ہندوستانی باشندوں پر حملہ کرنا تھا۔ نیز کچھ حاکموں کا ان کے ساتھ برا سلوک کرنا تھا۔ اس سے ہندوستانیوں کے دل میں ان کے تئیں نفرت اور غصہ کے جذبات پیدا ہو گئے تھے البیرونی سے قبل آنے والے عرب سیاحوں کے تذکروں میں ہندوستان کے ہندو بادشاہوں کے سلوک، ہندوستانی عرب مسافروں کے مابین دوستی اور گہرے تعلقات کا کافی تذکرہ ملتا ہے۔ ہندوستانیوں کو اپنے کچھ مسلمان حاکموں کے تئیں عزت و محبت بھی تھی۔ اس کا ثبوت ہمیں اس بات سے ملتا ہے کہ عرب فاتح محمد بن قاسم کے ہندوستان۔

---

[1] سخاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰

سے واپس جانے کے بعد یہاں کے عوام نے اس کے لئے آنسو بہائے تھے۔

ورن کا نظام

ہندوستان کے سماجی نظام میں ورن کے نظام کو اہم مقام حاصل ہے۔ ہر ہندو پیدائش سے وفات تک ورن کی تقسیم کے اعتبار سے مختلف رسومات انجام دیتا ہے انکی سیاسی، معاشی اور مذہبی تنظیم کی تشکیل ورن کے نظام پر ہی مبنی ہے۔

ورنوں کا قدیم ترین تذکرہ رگ وید کے دسویں حصے میں پورش سوتر کے سلسلے میں کیا گیا ہے[1] اسمیں سماج کو مرد کا نام دیتے ہوئے چہرے کے طور پر برہمن، بازو کے طور پر چھتری، ٹانگوں کے طور پر ویشیہ اور پیروں کے طور پر شودر ورنوں کے وجود سے تشبیہہ دی گئی ہے

البیرونی کے مطابق ہندو اپنی ذاتوں کو ورن یا رنگ کہتے ہیں اور نسل کے اعتبار سے ان کا نام جاتک یعنی جنم رکھتے ہیں[2] عام طور پر ذات کا تعلق پیدائش سے ہے اور دونوں کا استعمال ایک ہی معنی میں کیا جاتا ہے۔ البیرونی کے ذریعے استعمال کئے گئے جاتک لفظ سے مراد تشکیل سے ہے۔ ابتداً اس نظام ورن کی تقسیم لفظ صفات مذہب کی بنا پر کیا گیا تھا۔ لیکن البیرونی کے عہد ورن کی تقسیم صرف پیدائش کی بنیاد پر ہی رہ گئی۔ البیرونی نے چاروں ورنوں

---

[1] براہمنو سیہ مکھہ ماسید باہو راجنیہ کرتا ارو تد سیہ بد ویشیہ پدبھیام شدرو جایت (رگ وید ۱۰/۹۰/۱۲)

[2] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۰

تقسیم ہندوؤں کی مقدس کتابوں کی بنیاد پر تسلیم کی گئی ہے اسمیں برہم کے چہرے سے برہمن، بازو سے چھتری ٹانگوں سے ویشیہ اور قدموں سے شودر کی تخلیق بتائی گئی ہے۔[ا]

ہرش کے عہد میں ہندوستان آنے والے مشہور چینی سیاح ہیون سانگ نے ہندوستان کے چار ورنوں کا تذکرہ کیا ہے جو ہندوستان کی مذہبی کتابوں اور البیرونی کے تقسیم ورن کی تائید کرتا ہے۔[۲] چاروں ورنوں کے الگ الگ کام تھے بادشاہ سختی کے ساتھ ہر ورن کو اپنے ورن کے مطابق کام کرنے کے لئے اکساتا تھا۔ ایسا نہ کرنے پر وہ شخص بادشاہ کی سزا پاتا تھا۔

البیرونی کے ذکر سے پتہ چلتا ہے کہ مذہبی بادشاہ عوام کو مختلف ورنوں میں تقسیم کرنے میں تعاون کرتا تھا۔ وہ ورنوں کو آپس میں خلط ملط ہونے سے روکتا تھا۔ بادشاہ مختلف درجے کے لوگوں کو الگ الگ قسم کے کام سونپ دیتا تھا۔ وہ کسی فرد کو اپنا ورن تبدیل کر لینے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ جو لوگ اپنے درجے سے مطمئن نہ ہوتے انھیں سزا دی جاتی تھی۔[۳]

ہر ورن اپنے پیشے کو ہی اپنا سکتا تھا۔ دوسرے ورنوں کے پیشے کو اپنانے کی اسے اجازت نہیں تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ورن کی تقسیم کام اور پیشے کے اعتبار سے تھی۔ اس طرح البیرونی کے تذکرے سے اس عہد کے ورن انتظام کی سختی کا پتہ چلتا ہے۔

[ا، ۲] سخاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۰ اسے واٹرس حصہ اول صفحہ ۱۶۸

[۳] سخاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۰

ذات کا نظام

سماجی نظام کی خاص بنیاد ذات اور پیشے ہیں۔ عام طور پر بول چال کی زبان میں ذات اور ورن (پیشے) کو ایک ہی سمجھ لیا جاتا ہے لیکن یہ دونوں لفظ ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ عرب سیاحوں نے اپنے تذکروں میں نظام ورن، نظام آشرم، ذات اور فرقوں پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے عرب سیاح خصوصاً ابن ندیم نے ہندوؤں کے فرقوں کو بطور ذات ذکر کیا ہے لیکن یہ ذات نہ ہو کر ہندوؤں کے مختلف فرقے تھے[1]

لفظی اعتبار سے ذات ایک ایسے سماجی نظام کو ظاہر کرتا ہے جس کی بنیاد پیدائشی فرق ہے اس لئے ذات کا فیصلہ اس کی پیدائش پر مبنی ہوگا جیسے برہمن کا بیٹا برہمن ذات کا، چھتری کا بیٹا چھتری ذات کا کہلائے گا ابتدا میں ورن کی تقسیم کام و پیشے کے اعتبار سے ہوتی تھی لیکن زمانے کی تبدیلی کے ساتھ آہستہ آہستہ اس کی شکل تبدیل ہوگئی اور اس کی جگہ ذات نے لے لی۔ بعد کے زمانے میں ذات وراثتی، اور پیشے کی تقسیم میں مقید ہوگئی۔

ذات کا چلن کب اور کیسے ہوا یہ سوال ماہرین کے لئے ایک مشکل مسئلہ ہے۔ ہندوستانی و مغربی ماہرین نے اس سلسلے میں مختلف رائیں پیش کی ہیں۔ ان میں سے کچھ اقوال اس طرح ہیں۔

پشتینی اصولوں کو ماننے والے ذات کے وجود کی بنیاد مرو سے

---

[1] ابن ندیم صفحہ ۴۸۴

مانتے ہیں[1]۔

ہوکارٹ اور سینارٹ ذات کا وجود مذہبی رسوم سے مانتے ہیں قدیم ہندوستان میں بادشاہ کو دیوتا کا نشان سمجھا جاتا تھا، مذہب کے نمائندے کی حیثیت سے اس کو اعلیٰ ترین مقام دیا گیا تھا۔ مملکتی انتظام سے متعلق راج دربار کے کاموں کا انعقاد مختلف افراد کے ہاتھوں انجام پاتا تھا بعد میں وہ مختلف گروہوں میں منقسم ہوئے اور آخر میں ذات کی شکل میں منظم ہوئے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ البیرونی کے مطابق عام طور پر ہندو اپنی ذاتوں کو ورن یا رنگ کہتے ہیں۔ کسی حد تک یہ بات مناسب معلوم ہوتی ہے۔ لیکن خاندانی رواج کے مطابق ذات کو جاتک یا جنم کہنا مناسب نہیں ہے۔ یہ مرد کے سلسلے میں ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ وہ کس ذات میں پیدا ہوا ہے یا کس ذات کا ہے البیرونی کے ذریعے جاتک اور جنم لفظ استعمال کرنے کا یہ سبب ممکن ہے کہ اس عہد میں ورن کی بنیاد اور پیشہ صفت نہ ہوکر جنم رہ گیا تھا نظام ورن میں ورن کے پیشے اور کام کا اہم مقام تھا۔ اور بھی کاموں کی تقسیم نظام ورن کی خاص بنیاد تھی۔

تیسری وجہ تھی عیسوی قبل مسیح کے گریک سیاح میگستھینز نے اپنی کتاب میں ہندوستان کی سات ذاتوں کا تذکرہ کیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

(۱) فلسفی فرقہ جو کام کے اعتبار سے سب سے بلند مرتبہ تھے

(۲) کسان فرقہ جو زیادہ تر گاؤں میں رہتے تھے اور شہر نہیں آتے تھے۔

---

[1] رگ وید ۱۰، ۹۰، ۱۲، دیورد وھت)

(۳) تجارت پیشہ جو زیادہ تر فنکار اور اسلحہ بنانے والے تھے
(۴) شکاری فرقہ جو سفر میں زندگی گذارتے ہوئے شہروگاؤں میں نزرہ بمتو میں رہتے تھے۔
(۵) فوجی جو سپاہی تھے
(۶) نگراں وافسر
(۷) قانون داں جو ملک کے جج، وزیر، خزانچی اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے تھے

عرب سیاحوں نے بھی میگستھنیز کی طرح پیشے اور ذات میں فرق سمجھنے میں بھول کی ہے عربوں کے تذکرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابتدا میں فرق کام کے اعتبار سے تھا اور ایسا سماج کے کاموں کو بہتر طور پر انجام دینے کے لئے کیا گیا تھا لیکن بعد میں اس کا اثر ذات کے نظام کے طور پر سامنے آیا۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ اپنی ذات کے برعکس پیشہ اپنانا جرم اور گناہ ہے جیسے ایک برہمن تجارت کرے اور ایک شودر کھیتی باڑی کو اپنائے وہ لوگ جولا ہے کو ناپاک لیکن نائی اور چمار کو پاک سمجھتے ہیں۔

ذات کے نتائج کے سلسلے میں مختلف مصنفین نے الگ الگ نظریات پیش کئے ہیں۔

کاروباری اصول کو ماننے والے ذات کے نتائج کی اصل وجہ (بنیاد) تجارت کو مانتے ہیں ان کے مطابق اعلیٰ وادنیٰ ذاتوں کی نشوونما اور ترقی کاروبار کے اعلیٰ (اچھا)، یا ادنیٰ (خراب) ہونے کے خیال سے ہوئی۔

Marfat.com

ترقی پسند اصولوں کے مطابق ذات کے نتائج پیداوار معاشی تنظیموں سے وابستہ سمجھی جاتی ہے۔ ابتدا میں فرقے کی تنظیمیاں نہیں اور تنظیموں سے ذاتیں وجود میں آئیں اس طرح ذات کو ترقی ملی۔

تہذیب و ثقافت کے اصولوں کے مطابق ذات کے نتائج کا سبب تہذیبی یکسانیت کا ردعمل ہے۔ ہندوستان کے الگ الگ فرقوں کے تہذیبی ارتقا سے یکسانیت پیدا ہوتی ہے اور انکی باہمی کش مکش کے نتیجے میں ذات کا وجود منظر عام پر آیا۔

ذات کے ارتقار کے دو پہلو ہندوستان میں رائج ہیں

(۱) تجارتی

(۲) ازدواجی

ابن خردازبہ اور الادریسی کے مطابق ذات کا رواج ترقی پائے ازدواجی پہلو کا ہاتھ ہے عام طور پر شادی اپنی ذات میں ہی ہوتی ہے لیکن برہمن لڑکیوں سے شادی کرسکتے تھے اور چھتری ویشیوں کی لڑکیوں سے شادی کرسکتے تھے اسی طرح ویشیہ چھتری کی لڑکیوں سے شادی کرسکتے تھے[۱] ابن خردازبہ کے قول سے ملتے جلتے ثبوت ہندوستانی کتابوں میں بھی دستیاب ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس عہد میں انولوم شادی رائج تھی ادریسی کے قول سے (انولوم) مروجہ شادی کا پتہ چلتا ہے جو اس عہد کے رسم ورواج کے خلاف تھا۔ برہمن صرف مذہبی یا اعلیٰ نسل کی حالت میں ویشیہ یا چھتری لڑکی سے شادی کرسکتا ہے[۲]۔

---

[۱] سی۔ پی۔ ویدیہ میڈیویل ہندو انڈیا حصہ دوم صفحہ ۱۷۹

[۲] مندرجہ بالا صفحہ ۱۸۰

گیارھویں صدی میں سماج میں برہمنوں سے شادی اپنے سے ادنیٰ ورن میں ہوتی تھی لیکن زیادہ تر اپنے طبقے میں ہی شادی ہوتی تھی۔[1] ادریسی نے لکھا ہے کہ بلہرا کے دیش میں کسی کو بھی (جو شادی شدہ نہ ہو) اپنی رکھیل رکھنے کا اختیار تھا۔ اسی طرح کوئی بھی شخص اپنی لڑکی، بہن، چچی یا (موسی) پھوپھی وغیرہ کے ساتھ جسمانی تعلق قائم کرسکتا تھا۔ ممکن ہے کہ اس علاقے کے کچھ غیر مہذب قبیلہ میں ایسا رواج رہا ہو لیکن ہندوستانی سماج میں ایسے رواج کو کبھی قبول نہیں کیا گیا ادریسی کا یہ تذکرہ لائق شک و شبہ معلوم ہوتا ہے۔

تجارتی نقطہ نظر سے برہمن اور چھتری کو اپنے سے کم فرقہ کا کاروبار کرنے کی پوری آزادی تھی۔ البیرونی نے متعدد ایسے برہمنوں کا تذکرہ کیا ہے جو ان دنوں فوج میں بھرتی تھے۔ اور سماج میں ان کو اعلیٰ مقام حاصل تھا۔[2] اس لئے برہمنوں اور چھتریوں کو ایک دوسرے کا پیشہ اپنانے کی پوری آزادی تھی۔ برہمنوں کو شہری ملازمت میں اونچے عہدوں پر فائز کیا جاتا تھا لیکن زیادہ تر فوجیوں کی شکل میں ان کا تذکرہ ملتا ہے۔ چندیل۔ کلچری و چالکیوں کے کتبوں سے بھی برہمن فوجی عہدیداروں کے بارے میں پتہ چلتا ہے۔[3]

سلیمان کا قول ہے کہ ان تمام مملکتوں سے توازن تھا لیکن ایک ہی خاندان تک محدود تھا۔ اسی میں پوری طاقت منقسم تھی اپنی تاریخی شناخت ہے

۱؎ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۶

۲؎ مندرجہ بالا صفحہ ۱۶۲۔۱۶۳

۳؎ بی پی۔ مجومدار سوشیو اکنامک ہسٹری آف ناردرن انڈیا صفحہ ۸۵ سنہ ۱۹۶۱ء

پتہ چلتا ہے کہ اپنا کاروبار بدلنے کا اثر ذرا بھی نہیں پڑتا ہے برہمن بنیہ
متر شنگ نے چاہتھ اپنا کرشنگ خاندان کی بنیاد ڈالی لیکن اس کی اولاد
وہ خود چھتری کہلایا کرڈوسات واہن، واکاٹک وغیرہ شاہی گھرانے
برہمن شاہی گھرانے تھے جن کے بانی برہمن تھے۔ ان شاہی گھرانوں
کو دنسنج برہمن ہی مانے گئے چھتری نہیں۔ مختلف چھتری منتروں کا
مطالعہ کرتے تھے لیکن وہ کوئی منتر پڑھ نہیں سکتے تھے۔

عرب سیاحوں کے تذکرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستان میں
ذات کا نظام اور انکے خانگی بٹوارے کی نوعیت کیا تھی ذات کا نظام
ابتدا میں سلسلہ وار چار حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا لیکن آہستہ آہستہ مختلف
کاموں کو انجام دینے کے لئے مخصوص طبقے بن گئے جس سے اس طبقے
کے افراد کو دوسروں سے ممتاز کیا جا سکے۔[1]

ذات کے وجود کے بعد ہندوستانی سماج کی خاص طور پر چار
ذاتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں
قدیم زمانے میں چار خاص ذاتیں، برہمن، چھتری، ویشیہ اور
شودر تھیں، ان چار طبقوں میں سے برہمن اور چھتری حکومت کو
قاعدے سے چلانے میں خاص طور پر حصہ لیتے تھے۔[2] عرب مصنفین
کے تذکروں کی بنیاد پر خاص ذاتوں کی تفصیلات اس طرح پیش
کی جا سکتی ہیں۔

---

[1] گھورے کاسٹ اینڈ آکومیشن صفحہ ۴۰
[2] رابرٹ چارمرس، جنرل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۸۹۴ء صفحہ ۲۴۲

Marfat.com

(۱) براہم (برہمن)

مذہبی معاملات میں برہمنوں کو متعدد مخصوص سہولتیں فراہم تھیں[1]
ابن خرداذبہ اور الادریسی نے برہمنوں کو اعلیٰ طبقے میں نہ رکھ کر
دوسرے طبقے میں رکھا ہے۔ لیکن دوسرے عرب مصنفوں نے
برہمنوں کو اعلیٰ طبقہ میں شمار کیا ہے۔ ابن خرداذبہ اور الادریسی کے
مطابق برہمنوں (برہمن) نشیلی چیزیں استعمال نہیں کرتے[2]۔

مسعودی[3] اور ادریسی[4] نے برہمنوں کے سلسلے میں تحریر کیا ہے
کہ ہندوستان کے پجاری چیتے اور جانوروں کی کھالیں زیب تن
کرتے ہیں۔ یہ کبھی کبھی بطور سزا جب یہ گھنٹے کھڑے ہو کر تقریر کرتے
ہیں لوگوں کا مجمع ہو جاتا ہے یہ لوگ خدا کی یاد دلا کر قدیم زمانے میں
تباہ و برباد ہوتی قوموں کے عہد سے واقف کراتے ہیں۔ برہمن شراب اور
نشیلی اشیاء سے مکمل طور پر پرہیز کرتے ہیں۔ اور عبادت و ریاضت کو اپنا
مذہب سمجھتے ہیں۔ مسعودی لکھتا ہے کہ برہمنوں کو اولادیں برہما کے نام سے مشہور
ہیں۔ ہندو انھیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس طبقے کے مردوں اور
عورتوں کے گلے میں پیلے رنگ کا دھاگہ پڑا ہوتا ہے جس کی وجہ سے
یہ دوسرے ہندو طبقوں سے اعلیٰ و افضل سمجھے جاتے ہیں[5]۔ ابوزید لکھتا ہے

---

[1] جے۔ کینیڈی۔ امپیریل گزیٹر آف انڈیا حصہ دوم صفحہ ۳۰۹ [2] ابن خرداذبہ
کتاب المسالک والممالک صفحہ ۷۱ لیڈن ۱۸۸۹ء [3] مسعودی حصہ ۱ صفحہ ۱۵۴

[4] ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۶-۱۰۷

[5] مسعودی، حصہ اول صفحہ ۱۵۴ پیلے رنگ کا دھاگہ یگوپویت ہو سکتا ہے ممکن ہے کہ دھاگے کا حصہ
دکھائی پڑتا رہتا ہو یا اسی رنگ دکھا کر سماج میں عزت کی علامت بن گیا ہو۔

کہ ہندوستان کے عقلمند لوگ برہمن کہلاتے ہیں۔ ان میں شاعر بھی ہیں جو بادشاہ کے دربار میں رہتے ہیں۔ ان میں جیوتشی، فلسفی اور قیافہ شناس بھی ہیں۔ برہمنوں کو سچائی، مذہب، اخلاق اور کردار جیسے اعمال کو انجام دینے والا بتایا گیا ہے اس لئے عام طور پر اس عہد میں مذہبی سماجی اور سیاسی انتظام میں برہمنوں کو سب سے اعلیٰ تسلیم کیا جاتا تھا۔[1]

ہیون سانگ نے ہندوستان کے لئے "برہمنوں کا ملک" استعمال کیا ہے۔[2] البیرونی لکھتا ہے کہ ان لوگوں (بادشاہوں اور دولت مند) کے گھروں میں ہمیشہ ایک برہمن رہتا تھا۔ وہ وہاں مذہبی اور نیکی کے کام کرواتا تھا۔ وہ پروہت کہلاتا ہے۔[3] بڑے لوگوں کے یہاں مذہب و نیکی کے کام کرانے کے صلہ میں پروہت کو خیرات (دان) اور تحفہ ملتا ہے جس سے وہ اپنی ضرورت پوری کرتے ہیں۔[4] برہمنوں کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور مقید تھی۔ ان کے مقابل دیگر تین طبقے (چھوٹے) تھے۔[5] عہد سوتر میں برہمن سے کوئی ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا۔ دیگر طبقوں سے سرکاری ٹیکس کی شکل میں پیسہ لئے جانے کا قانون تھا لیکن برہمنوں سے نہیں کیونکہ وہ وید پڑھتا تھا اور

۱؎ رابرٹ چارلس جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۲۸ء صفحہ ۳۹۴

۲؎ واٹرس حصہ اول صفحہ ۱۴۰

۳؎ سخاؤ البیرونیز انڈیا حصہ دوم صفحہ ۱۳۲

۴؎ مندرجہ بالا صفحہ ۱۳۱-۱۳۲

۵؎ الفنسٹن ہسٹری آف انڈیا، صفحہ ۱۴

اور مصائب کو دور کرتا تھا[۱] البیرونی سے ایک صدی قبل دسویں صدی کے ابتدا میں آنے والے عرب سیاح المسعودی نے بھی برہمنوں کو ہندوستان کا سب سے قابل اور عقلمند طبقہ بتایا ہے[۲]۔ مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ لائق و عقلمند برہمنوں کو ہندوستانی سماج میں عظیم ترین مقام حاصل تھا۔

چھتری

ادریسی[۳] اور ابن خرداذبہ نے چھتریوں کو اہم اور شریف طبقہ میں شمار کیا ہے تمام طبقے کے لوگ ان کی عزت کرتے تھے۔ یہ طبقہ ہی تاج اور تخت نشینی کا حقدار تھا[۴]۔ البیرونی نے چھتریوں کے سلسلے میں تحریر کیا ہے کہ یہ سماج کا دوسرا طبقہ ہے جو برہما کے کندھوں اور ہاتھوں سے پیدا ہوا[۵] اس کا مقام سماج کے برہمنوں سے کم نہیں تھے۔ ان کا کام ویدوں کا مطالعہ کرنا ہے، اسے پڑھانا نہیں۔ یگیہ کرنا اور ان کی حفاظت کرنا کیونکہ یہ اسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے[۶] البیرونی نے مزید لکھا ہے کہ چوری کے جرم میں چھتریوں کا (بغیر اندھا کئے ہوئے) عضو کاٹ دیتے ہیں۔ اس کا پایاں

۱؎ ستیہ کیتو ودیالنکار، پراچین بھارت کا دھارمک سماجک اور اتہاسک جیون صفحہ ۱۶۸

۲؎ اسلامک کلچر، حیدرآباد حصہ ۲۷ اپریل ۱۹۵۳ء صفحہ ۶۱

۳؎ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۵۰

۴؎ ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۶ - ۱۷

۵؎ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۰

۶؎ " " صفحہ ۱۳۶

دایاں ہاتھ اور دایاں ہاتھ بایاں پیر کاٹا جاتا ہے۔ دوسرے طبقوں کو چوری کے جرم میں سزائے موت دی جاتی ہے[1]۔ چھتری لوگ بہت ذہین ہوتے ہیں اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیئے اعلیٰ سے اعلیٰ کام کرنے کے لیئے ہر وقت تیار رہتے ہیں[2]۔ معاشرہ میں چھتریوں کا کام برہمنوں سے کم تھا۔ اندرونی و بیرونی دشمنوں سے لوگوں کی حفاظت کرنا، امن و عافیت قائم رکھنا اور ملک پر حکمرانی کرنا چھتریوں کا کام تھا۔

عرب مصنفین کے تذکروں سے چھتریوں کی زندگی، سماج میں ان کا مقام اور ان کے کاموں پر روشنی پڑتی ہے اسی سے ملتے جلتے ثبوت، قدیم اور درمیانی عہد کے ماہر لکشمی دھر نے لکھا ہے کہ ناگہانی کے زمانے میں چھتریوں کو کھیتی باڑی کا کام کرنے کا قانون ہے[3] راجہ بھوج کے عہد میں کسی چھتری کا بیٹا سیماک کا تذکرہ آیا ہے جو زراعت کرتا تھا[4]۔

ابن خردازبہ اور الادریسی نے چھتریوں کو سماج کا سب سے اعلیٰ طبقہ تسلیم کیا ہے وید کو پڑھنے کی اجازت برہمنوں کی طرح چھتریوں کو بھی تھی۔ یہ وید پڑھ سکتے تھے لیکن پڑھا نہیں سکتے تھے اگر یہ ایسا کرتے تو اس کا ازالہ کرنا پڑتا۔ چھتری کا خاص کام حکومت،

۱۔ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۶۲

۲۔ اشوک کمار انڈیا ڈسکرائبڈ بائی دعرب ٹریولرس صفحہ ۱۳!

۳۔ کرتیہ کلپترو گرہستیہ صفحہ ۱۹۱

۴۔ ایگریفیا انڈکا حصہ اول صفحہ ۱۵۴

حفاظت، اور مدد (تعاون) کا حصول تھا۔ سماجی اور مذہبی معاملات میں دونوں باہم کام کرتے تھے[1]۔ ہیون سانگ نے چھتریوں کی لگن و جانفشانی کی بے حد تعریف کی ہے۔

چھتریوں کا کام تینوں طبقوں کی حفاظت کرنا، حرارت دینا، یگیہ وغیرہ کرنا خاص کام تھا چھتری طبقہ ملک کی حفاظت کے لئے ہمیشہ ذمہ دار مانا گیا ہے۔

ولیش (ولیشیہ)

ملک اور معاشرہ کی معاشی کو مضبوط و منظم کرنے کے لئے نیز معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لئے اس طبقے کو ذمہ داری دی گئی تھی۔ عرب سیاح ادریسی[2] اور ابن خرداذبہ[3] نے سماج کے تیسرے طبقے کی دلیشیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ اپنے فن کے زبردست ماہر و کاریگر ہوتے تھے۔ یہ تاجروں کا طبقہ ہے۔ اس طبقے کا خاص کام جانوروں کو پالنا اور کھیتی باڑی تھا۔ ولیشیوں کے لئے گہنیش —— لفظ کا استعمال کیا گیا ہے جو کہ برہمنوں اور چھتریوں کیلئے بھی استعمال کیا گیا تھا[4]۔ بودھ مذہب کی ادبی کتابوں میں اس کا استعمال صرف دلیشیہ طبقے کے لئے کیا گیا ہے[5]۔ ہیون سانگ نے

---

[1] جے شنکر مشر پراچین بھارت کا سماجک اتہاس صفحہ ۶۲

[2] —— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۶۰

[3] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۶ - ۱۰۷

[4] آر۔ فِک۔ سوشل آرگنائزیشن ان نارتھ ایسٹ انڈیا ان بدھاز ٹائم صفحہ ۱۶۶

[5] بدھ کالین سماج اور دھرم صفحہ ۲۲

ولشیہ کو تاجروں کی ذات تسلیم کیا ہے[1]

البیرونی کے تذکرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ولشیہ اور شودر طبقے باہم قریب آ گئے تھے۔ یہ ایک دوسرے کے گھر میں محلے میں ایک ساتھ رہتے ہوئے اسی گاؤں یا شہر میں بسے ہوئے تھے۔ اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ولشیہ اپنے متعینہ کاموں سے انحراف کرتے گئے اور آہستہ آہستہ شودر کے قریب پہونچ گئے۔ ڈاکٹر البتیکر نے لکھا ہے کہ ولشیہ یقینی طور پر شودر کی حالت کو پہونچ گئے تھے اور بعد کے دنوں میں ایک وقت ایسا آ گیا تھا جب ان دونوں طبقوں کی حالت میں زیادہ فرق نہیں رہ گیا تھا۔ البیرونی کے عہد تک ولشیہ کو وید پڑھنے کی اجازت بھی باقی نہیں رہی تھی اور ان کی اہمیت بھی اتنی کم ہوئی تھی کہ وہ شودر کی سطح تک پہونچ کر انکے ساتھ ہی رہنے لگے تھے[3]

البیرونی کے مطابق ولشیہ اور شودروں کے منتر پڑھنے پہ زبان کاٹ دی جاتی ہے اسی قسم کا تذکرہ ہندوستان کی مذہبی کتابوں میں بھی ملتا ہے۔

البیرونی کا یہ تذکرہ کہ ولشیہ اور شودر ایک ہی گھر میں رہتے تھے زیادہ قابل اعتبار معلوم نہیں ہوتا۔ یہ ممکن ہے کہ ولشیہ اور شودر

۱؎ واٹرس حصہ اول صفحہ ۱۶۷

۲؎ جے شنکر مشر گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۱۷ اور سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۱

۳؎ اے ایس۔ التیکر راشٹر کوٹاز اینڈ دیر ٹائمز صفحہ ۳۲۲

ایک ہی موضع میں ساتھ ساتھ گھر بناتے رہتے رہے ہوں گے ایک دوسرے پر منحصر ہونے کی وجہ سے ان میں آپس میں اچھا برتاؤ رہا ہوگا برہمنوں اور چھتریوں کی عظمت و اہمیت کو دیکھ کر یہ دونوں طبقے آپس میں بہت قریب آتے معلوم ہوتے ہیں۔

شودر

ڈاکٹر آر جی بھنڈارکر کا قول ہے کہ جب آریہ پنجاب سے شمالی ہندوستان کی طرف پھیلے تو یہاں کے آبائی باشندوں کو اپنے سماج میں ملا کر شودر طبقے کا نام دیا گیا[1]۔ شدروں کا تذکرہ کرتے ہوئے البیرونی نے لکھا ہے کہ شودر برہمن کے خدمتگار کی طرح ہیں۔ جو ان کے کام تجارت کی دیکھ بھال اور ان کی خدمت کرتے ہیں۔ وہ ہر کام کے لئے جو برہمن کے لئے مخصوص ہیں مثلاً خدا کی عبادت کرنا۔ وید پڑھنا، ہوم کرنا ان لوگوں کے لئے حرام ہے۔ اگر وہ ایسا کریں تو برہمن بادشاہ کے روبرو ان پر الزام لگاتا ہے اور بادشاہ اس کی جیبھ (زبان) کاٹ دینے کا حکم دیتا ہے۔ شدروں کو کھیتی کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ کام ان کے لئے گناہ ہے اور چوری کے جرم سے کم نہیں[2] ہے۔ اسکے برعکس ابن خردازبہ نے شدروں کا بنیادی کام کھیتی باڑی بتلایا

---

[1] آر جی بھنڈارکر کمپلیٹ ورکس آف آر جی بھنڈارکر اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پونہ حصہ اول ۱۹۲۸ء حصہ دوم ۱۹۲۷ء صفحہ ۵۱۲-۵۱۳

[2] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ دوم صفحہ ۱۳۶

ہے۔ اسی قسم کا تذکرہ الادریسی نے بھی کیا ہے[1] خدمت گار کی حیثیت میں ہوتے ہوئے بھی یہ طبقہ موجودہ سماج میں الگ اہمیت کا حامل ہے[2]۔ درمیان کے عہد میں شدروں کے ذریعے دی جانے والی خیرات بہت اہمیت رکھتی تھی۔

ابن خردازبہ، الادریسی اور البیرونی کے تذکروں میں کافی اختلاف کی وجہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ادریسی کے تذکرے کی بنیاد تجربہ، عینی مشاہدہ کی وجہ سے کتابوں کا مطالعہ ہے۔ البیرونی کے شدروں کی قدیم کتابوں کے تذکرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ درمیانی عہد میں قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے شدروں کی کیفیت میں تبدیلی — آگئی تھی۔ اس کا سبب غیر ملکی حملے تھے۔ کیونکہ ان حملوں کے بعد ہندوستان کے سماجی ڈھانچے میں تبدیلی آئی جس کی وجہ سے ہندوستانیوں کے کام کے طریقوں میں تبدیلی آئی۔ دور جدید میں شدروں کی حالت میں بہت اہم تبدیلیاں آئیں اور ہندوستان کی حکومت اس سلسلے میں خاص توجہ دے رہی ہے۔

کھتری

عرب سیاحوں نے کھتری ذات کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن خردازبہ اور الادریسی کے کھتری ذات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ لوگ تین پیالے سے زیادہ شراب نہیں پیتے ہیں۔ برہمن ان کی

---

[1] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۶

[2] آر۔ ایس۔ شرما شدراز ان انڈیا صفحہ ۱۴۔ ۱۵

Marfat.com

لڑکیوں سے شادی نہیں کر سکتے۔ لیکن برہمن اکھفیرکے اپنی لڑکی دے سکتے ہیں۔ کھتری اور چھیتری دونوں ایک ہی طبقے ظاہر ہوتے ہیں جناب کیشو چندر، شر نے اپنی کتاب "چندیل اور انکا راجیہ کال" دیشیہ کی ہسٹری آف میڈیویل ہندو انڈیا" کا ترجمہ کرتے وقت کستری کو کھتری لکھا ہے عربی لفظ گیان) क्ष اور چھا) ख کی آوازیں نہیں —— نہ ہی انکے لئے تاریخی علامت ہے اس لئے چھتریوں کو بھی عربوں نے کستری کہا ہوگا۔ کیونکہ क्ष کی آواز میں ख्य کی آواز تبدیل ہو جاتی ہے اس لئے چھیتری کی شکل کھتری رہ گئی۔ پنجاب میں اکثر سکھ رہنما بہادر جنگجو تھے شاید کھتری طبقے سے تھے۔ ان کے نام کے آخر میں سنگھ لگاتے ہیں اس لئے لفظ کستری کا استعمال کھتری چھیتری دونوں کے لئے ہوا ہو تو کوئی تعجب نہیں حقیقت میں دونوں ایک ہی ہیں، کھتری (چھیتری) اپنی لڑکیوں کی شادی برہمنوں سے کر سکتے تھے۔

انتیجیہ

عرب سیاحوں نے انتیجیہ نام کی اچھوت ذات کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ طبقہ شہر اور گاؤں کے باہر رہتا تھا اپنے کام کی وجہ سے حقیر اور ناپاک سمجھا جاتا ہے یہ لوگ پیشے کے ارکان کی شکل میں آتے ہیں۔ اس میں آٹھ طبقے بنے ہوئے ہیں جو آپس میں ایک، دوسرے کے یہاں شادی کرتے ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔ دھوبی، موچی (چمار)، مداری، ٹوکری بنانے والے،

ڈھال بنانے والا، ماجھی (ملاح)، مچھوا (مچھلی مارنے والا) جانور چرانے والے اور جلاہا ہے، ہاڈی، ڈوم، چنڈال، اور بگھتیہ گھٹیا طبقے کے لوگ ہیں، یہ لوگ، گندے کام، صفائی اور دوسرے کام انجام دیتے ہیں۔ انھیں ناجائز اولاد تصور کیا جاتا ہے۔ کہاوت کے مطابق انھیں شودر باپ اور برہمن ماں کے ناجائز تعلقات سے پیدا اولاد مانا جاتا ہے، اس لئے یہ ذات سے الگ ہیں[۱]۔

البیرونی نے انتیجیہ طبقے کے متعلق جو کچھ تحریر کیا ہے اس کی تصدیق ہندوستان کی مذہبی کتابوں سے بخوبی ہوتی ہے ہیون سانگ نے تحریر کیا ہے کہ قصائی، مچھوے، مہتر، جلاد اور نٹ وغیرہ گاؤں میں آتے جاتے ہیں بائیں طرف سے دب کر چلتے ہیں، چنڈال، بھرانک اور شوپاک وغیرہ اچھوتوں میں شامل ہیں[۲]۔

انتیجوں کے دو طبقے

البیرونی نے اس ذات میں دو طبقے بتائے ہیں۔

(۱) اعلیٰ طبقہ

(۲) ادنیٰ طبقہ

اعلیٰ قسم کے انتیجیہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ دھوبی

کپڑوں کی صفائی، دھوبی پر منحصر تھی۔ جبکہ موجودہ زمانے میں

۱۔ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۲ ۲۔ واٹرس صفحہ ۱۴۷

بھی ہوتا ہے۔ دھوبی اعلیٰ قسم کے انتجیہ تھے کیونکہ اعلیٰ طبقے کے لوگ ان سے تعلق رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ دھوبیوں کا طبقہ قدیم زمانے سے ہی خاص رہا ہے۔ البیرونی نے دھوبی کا تذکرہ کیا ہے۔

۲۔ موچی

یہ طبقہ موجودہ زمانے کی طرح قدیم زمانے سے لوگوں کے خستہ حال جوتوں کی مرمت کرکے اور نئے جوتے بناکر اپنی روزی حاصل کرتا تھا۔ سماج کے لوگوں کو ان کی بہت زیادہ ضرورت رہتی تھی۔ اسی لئے البیرونی نے انھیں اعلیٰ طبقہ میں شمار کیا ہے۔

۳۔ جادوگر

عرب سیاحوں نے دل بستگی کے ذرائع میں جادوگروں کا بھی تذکرہ کیا ہے، جادوگر مختلف قسم کے حیرت انگیز کرتب پیش کرکے لوگوں کا بھی دل بہلاتے تھے[۲]

۴۔ ٹوکری اور ڈھال بنانے والے

یہ لوگ بانس کے ذریعے مختلف قسم کی چیزیں بناکر اپنی روزی حاصل کرتے تھے۔

---

[۱] جے شنکر مشر گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۱۱۲

[۲] کونل کے "ادوتا بھر" میں حیرت انگیز کمالات کے ذریعے عوام کو اپنی

(باقی صفحہ ۱۶۵)

۵۔ مچھوا

مچھلیوں کا شکار کر کے روزی حاصل کرنے والوں کو مچھوا کہا جاتا ہے۔ اس نسل کے عالم وجود میں آنے کا سبب برہمن باپ اور شودر ماں کے ناجائز تعلقات بتائے گئے ہیں، البیرونی کے مطابق نشادنرلشی پرتھوی ویاگردہ نے مشرقی جالکیہ دشنو وردھن کی مملکت کا ایک حصہ اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔[۱]

۶۔ ناؤ چلانے والے (مانجھی)

اس طبقے کے افراد ناؤ چلا کر اپنا رزق حاصل کرتے تھے البیرونی کے دور میں بھی ان کا بنیادی کام ناؤ چلانا تھا۔

۷۔ بنکر

قدیم زمانے سے کپڑے بننے والے اور سلنے والوں کا سماج میں ایک الگ طبقہ رہا ہے۔ یہ لوگ سماج میں کپڑوں کی ضرورت پوری کرتے تھے۔ البیرونی کے عہد میں بھی ان کا وجود قائم تھا۔ عہد وسطیٰ میں اس کام کو اپنانے والے مسلمان جلاہے کہلاتے تھے اور عہد جدید میں مسلمانوں کا یہ طبقہ انصاریوں کے نام سے مشہور ہے۔

(بقیہ صہ ۱۶۴) جانب سوجہ کرنے والے ایسے طبقے (جادوگی) کا ذکر ملتا ہے۔ یہ قبل مسیح کی صدیوں میں بھی جادو سماج کی دلچسپی کے سلسلے میں اہم کردار ادا کرتے تھے۔

[۱] بی اے سلیٹور، اولڈ ٹرائبیں ان ایشینٹ انڈیا صفحہ ۳۶

Marfat.com

ادنیٰ طبقہ کے انتیجوں میں وہ لوگ شامل ہیں جن کا کام گاؤں اور شہر کی گندگی کو صاف کرنا تھا۔ یہ لوگ چاروں ورنوں سے دور مقیم رہتے ہیں۔ البیرونی کے مطابق ان کا وجود شودر مرد اور برہمن عورت کے ناجائز تعلق کے سبب ہوا تھا۔[1] اس عرب سیاح نے اس طبقے کے چار ناموں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ ہاڑی

یہ طبقہ دیگر تین طبقوں میں اعلیٰ تھا۔ یہ گاؤں کی غلاظت صاف نہیں کرتے تھے۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ نچلی ذاتوں میں ہاڑی اچھے تھے کیونکہ یہ چیزیں صاف کرنے سے خود کو آزاد رکھتے ہیں۔[2] بندیل کھنڈ میں ڈھاڑی کے نام سے ایک نچلی ذات آج بھی موجود ہے جو گا گا کر رزق حاصل کرتی ہے اسی کو البیرونی نے ہاڑی لکھا ہے۔

۲۔ ڈوم

نویں صدی عیسوی کے عرب مصنف ابن خردازبہ نے جمب (ڈوم) لوگوں کا تذکرہ کیا ہے یہ لوگ گانے بجانے میں ماہر ہوتے ہیں تمام آلات ساز انکے پاس ہوتے ہیں اور کھیل تماشے کرتے ہیں۔[3]

---

[1] سخاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۲

[2] مندرجہ بالا " " صفحہ ۱۲۵

[3] ابن خردازبہ صفحہ ۱۷ (لائیڈن) ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۶-۱۷

البیرونی لکھتا ہے کہ ان کے (ہاڑیوں) کے بعد ڈوم ہیں جو بانسری بجاتے اور گاتے ہیں[1]۔ دورِ جدید ڈوموں کا خاص کام ٹوکری بنانا، بانسری بجانا، اور گانا وغیرہ ہے۔ ممکن ہے کہ البیرونی کے عہد میں اس طبقے کا خاص کام گانا اور بانسری بجانا رہا ہو۔ ادریسی نے جمب اور شنڈال طبقے کی گنتی شودروں سے بھی ادنیٰ ذات میں کی ہے۔ انکا رنگ گیہواں ہوتا تھا[2]۔

۳۔ چنڈال

قدیم زمانے سے اس طبقہ کا تذکرہ بہت ہی نیچ ذات کی حیثیت سے کیا گیا ہے یہانتک کہ جس شمشان میں ان کو جلایا جاتا تھا اس میں برہمنوں کو جلانا حرام سمجھا جاتا تھا ادریسی نے اس طبقے کے سلسلے میں لکھا ہے کہ یہ لوگ کھلاڑی اور بہادر ہوتے ہیں ان کا پیشہ گانا بجانا ہے ان کی عورتیں خوبصورت ہوتی ہیں[3] البیرونی کے مطابق گاؤں کی صفائی اور دیگر قسم کی گندگی کو صاف کرنا ان کا خاص کام تھا[4]۔ البیرونی کی وفات کے بارہ سال بعد کے عرب مصنف گردیزی نے بھی البیرونی کی طرح کے حالات درج کئے ہیں۔ فاشین ابتدائی پانچویں صدی کے چنڈال طبقے

[1] سخاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۲
[2] مصنفہ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۶
[3] مندرجہ بالا صفحہ ۱۶
[4] سخاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۲

Marfat.com

کے سلسلے میں لکھتا ہے کہ (دیو) کو چنڈال کہتے ہیں۔ یہ شہر یہ شہر سے باہر رہتے ہیں اور جب شہر میں داخل ہوتے ہیں تو باخبر کرنے کے لیے لکڑی بجاتے ہوئے چلتے ہیں تاکہ لوگ بچ کر چلیں اور ان سے چھو نہ جائیں[1] جیسے سیاح ہوں سانگ نے بھی انھیں "اچھوت" بتایا ہے[2]

قدیم زمانے میں بادشاہ جن مجرموں کو سزائے موت دیتا تھا، اس طبقے کا خاص کام انھیں موت کی نیند سلاتا تھا۔ یہ ڈوم طبقے سے بھی حقیر سمجھے جاتے تھے۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ ان (ڈوموں) سے بھی نیچی ذاتوں (چنڈال) کا پیشہ، مارنا اور سرکاری سزا پر عمل درآمد کرنا ہے[3] ان تذکروں سے بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ معاشرے میں چنڈالوں کا مقام بہت ہی نیچا تھا اور انھیں اچھوت سمجھا جاتا تھا۔

بگھتو

ان کا خاص کام گندگی یہ غلاظت صاف کرنا تھا البیرونی نے اس طبقہ کا کام بالکل گھٹیا درجہ کا بتلایا ہے۔ سب سے نچلا طبقہ لنگ بگھتو ہے جو نہ صرف مردہ جانوروں کا گوشت کھاتا ہے

---

[1] فاشین صفحہ ۳۰۴

[2] واٹرس حصہ اول صفحہ ۱۴۷

[3] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۲

Marfat.com

بلکہ کتے وغیرہ کا گوشت نہیں چھوڑتا[1] ۔ البیرونی کے تذکرے سے پتہ چلتا ہے کہ اس عہد میں اس نام کا کوئی پست ترین طبقہ رہا ہوگا اور اسی لیئے اس کا نام وو مصتو پڑا ہے ۔ ہندوستان کے درمیانی عہد کے اینچوں کے مختلف طبقوں کے کاموں کا تفصیلی ذکر پیش کرنے کے سلسلے میں البیرونی نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے ۔ البیرونی نے قدیم ہندوستان کی جن اچھوت ذاتوں کا تذکرہ کیا ہے وہ عصر حاضر میں کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں اور انکی سماجی حالت میں یقیناً کافی تبدیلی ہوئی ہے ۔

---

[1] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۲

Marfat.com

آشرم کا نظام

آشرم کا نظام ہندوستان کے سماجی معاشی کی خاص بنیاد ہے انسان کی زندگی کام کے مطابق گذارنے کے لئے چار آشرموں کی تشکیل کی گئی ہے۔ برہم چریہ، گرہست، وان پرستھ اور سنیاس (منو) نے ہر انسان کی پوری زندگی سو برس مان کر ہر آشرم کی مدت پچیس سال متعین کی ہے۔ ہر آشرم کے سلسلے میں مختلف اعمال کرنا انسان کا اولین فرض ہے۔ مذہبی اعتبار سے چار آشرم کا نظام سماج میں مقبول عام ہوا تھا[1] قدیم ہندو معاشرہ میں اس نظام کے ذریعے انسان اپنی زندگی کو کامیابی کے راستے پر لے جاتا تھا۔

عرب سیاحوں نے آشرم کے نظام پر روشنی ڈالی ہے البیرونی نے چار آشرموں کا تذکرہ کیا ہے اور برہمنوں کی زندگی سات سال کی عمر کے بعد چار حصوں (آشرموں) میں تقسیم کی ہے[2]۔ البیرونی کے علاوہ کسی کسی اور مصنف نے آشرموں کا نام نہیں لکھا ہے لیکن انسانی زندگی کی مختلف عمروں اور ان سے متعلق کاموں کا تذکرہ کیا ہے ان تذکروں میں

---

[1] رادھا کرشنن۔ ہندو ویو آف لائف صفحہ ۵۶

[2] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ دوم صفحہ ۱۳۰

سلیمان نے سنیاس اور وان پرستھ آشرم کا خاص طور پر ذکر کیا ہے[1]
سیاحوں کا کہنا ہے کہ حکمران سعد و کتابوں کے مصنف ہوتے تھے[2]۔
عام طور پر ایک خاص عمر تک برہم چریہ میں داخل ہو کر بادشاہ حکومت[3]
یا دیگر سماجی فرائض ادا کرتے ہوں گے۔ آریوں کے ابتدائی معاشرے میں
نظام آشرم کے وجود کا پتہ چلتا ہے[4]۔ اس نظام نے قدیم زمانے
سے معاشی اور عقلی ارتقاء میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے[5]۔ اس لئے
نظام آشرم کے ذریعے سماج میں نظم و نسق قائم کرنے میں اہم تعاون
حاصل ہوتا ہے۔

(۱) برہم چریہ آشرم

انسان کی عقلی و علمی زندگی کے لئے برہم چریہ آشرم کا بندوبست
کیا ہے۔ اس آشرم میں داخل ہونے سے جو اب وہ زندگی کی ابتدا
ہوتی ہے اسے اس آشرم میں داخلہ ہوتا ہے[6]۔
برہم چریہ دو لفظوں سے برہم اور چریہ سے مل کر بنا ہے۔ برہم کے
معنی ہیں عظیم اور چریہ کا مطلب ہے چلنا اور دونوں کو ملانے سے

۱۔ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۹۴
۲۔ یعقوبی صفحہ ۱۰۵ عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۹۶
۳۔ نریندر ناتھ اینڈ ایڈیز ان انڈین ہسٹری اینڈ کلچر
۴۔ پی ایچ والوا کر ہندو سوشل انسٹی ٹیوشن صفحہ ۱۶۴
۵۔ جے شنکر مشر پراچین بھارت کا سماجک اتہاس
صفحہ ۹۲-۹۳

Marfat.com

مفہوم نکلتا ہے کہ عظمت و بلندی کے راستے پر چلنا[1] عرب سیاح البیرونی نے لکھا ہے کہ برہمن کی زندگی کی پہلی حالت اس کی عمر کے پچیسویں سال تک رہتی ہے ڈاکٹر التیکر کے مطابق شاگرد استاد کی خدمت غلام یا بیٹے کی طرح کرتے تھے علم حاصل کرنا اس کا مقصد تھا[2]۔ اس نظام تعلیم کی خوبیاں، خدمت مطالعہ، کسر نفسی اور ضبط نفس تھیں[3]۔

برہم آشرم میں رہ کر انسان استاد سے تعلیم حاصل کرتا ہے استاد کی خدمت کرتا ہے۔ دن میں تین مرتبہ غسل کرتا ہے شام کو پوجا کرتا ہے ایک دن روزہ رکھتا ہے دوسرے دن اسے توڑتا ہے وہ استاد کی قیام گاہ میں قیام کرتا ہے صرف خیرات مانگنے کے وقت غیر حاضر ہوتا ہے۔ وہ پانچ سے زیادہ گھروں میں بھیک نہیں مانگتا اور بطور بھیک ملنے والی خوراک وہ دوپہر اور شام کو استاد کے سامنے رکھ دیتا ہے تاکہ وہ مرضی کے مطابق کھانا کھا لے۔ اس کے بعد استاد اسے بقیہ کھانا کھانے کی اجازت دیتا ہے۔ اسے گوشت و مچھلی کھانے کی اجازت نہیں۔ اس کے علاوہ وہ آگ جلانے کے لئے پیڑوں، پھلوں اور درم کی لکڑی لاتا ہے کیونکہ ہندو لوگ اس کی پوجا کرتے ہیں اور حصول خیر چاہتے ہیں[4]

البیرونی نے ملتے جلتے بیانات ہندوستان کی مذہبی کتابوں میں

---

[1] جے شنکر مشر پراچین بھارت کا سماجک اتہاس صفحہ ۹۲-۹۳

[2] اے ایس التیکر ایجوکیشن ان اینشنٹ انڈیا صفحہ

[3] جی ایس مدگل پولیٹیکل اکنامی ان اینشنٹ انڈیا صفحہ ۲۷

[4] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ دوم صفحہ ۱۲۵

بھی مذکور ہے ہندوستان کی مذہبی کتابوں کی رو سے برہمچاری کے لئے ضروری ہے کہ دن میں تین مرتبہ غسل کرے روزانہ بھیک مانگ کر استاد کو پیش کرے اور استاد کی قیام گاہ میں رہ کر خدمت کر کے علم حاصل کرے۔ اگر برہمچاری کی دلچسپی پڑھنے لکھنے میں کافی ہوتی تو (ہمیشہ) برہمچاری کے روپ میں اساتذہ کے یہاں رہ کر بہت زیادہ علم حاصل کرتا تھا[1]۔ ڈاکٹر راج بلی پانڈے، برہمچاری کے فرائض پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ استاد کے یہاں رہ کر علم حاصل کرنا بھیک مانگنا، شام کو پوجا کرنا عبادت وریاضت اور صفائی کے اصولوں پر عمل کرنا خاص ذمہ داری تھی[2]۔ علم کے نقطہ نظر سے اس آشرم کی خاص اہمیت تھی اس طرح اس کا مقصد سماج کے ایک ممبر کی حیثیت سے دنیا کے آشرم میں کمال حاصل تھا ۲۵ سال کی عمر پوری ہونے پر گرہستھ آشرم میں داخل ہوا جاسکتا ہے لیکن اگر کوئی طالب علم چاہیے تو وہ اس کے بعد بھی گرد کے ساتھ رہ کر مزید تعلیم حاصل کرسکتا ہے انھیں ایک قسم کے ریسرچ اسکالر کہا جاسکتا ہے جو بعد میں استاد بھی بن سکتا ہے[3]۔ اس سے پوری طرح اندازہ ہوتا ہے کہ قدیم ہندوستان میں طالب علم تحقیقی کام آشرموں میں مکمل کرتے تھے اور عصر حاضر کی طرح رہ کر مضمون میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد تدریس کے کام میں مصروف ہو جاتے تھے۔

---

[1] ای۔ جی ریسن، کیمبرج ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۰

[2] راج بلی پانڈے، ہندو سنسکار صفحہ ۱۹۰ آلٹیکر ایجوکیشن صفحہ ۱۸۳۔۱۸۷ [3] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۳۱ سنت رام البیرونی کا بھارت صفحہ ۱۷۱۔۱۷۰

گرہستی آشرم

وآشرم کے نظام کی دوسری حالت انسانی زندگی کے پچیسویں سال سے شروع ہوکر پچاسویں سال تک مانی گئی ہے ہندوستانی معاشرہ میں اس آشرم کی بہت زیادہ اہمیت رہی ہے اسی پر دیگر سبھی آشرم منحصر ہیں۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ برہم چریہ آشرم کے بعد استاد طالب علم کو شادی کی اجازت دیتا ہے۔ چنانچہ طالب علم شادی کر کے ایک خاندان کی تشکیل کرتا ہے اور اولاد کی خواہش کرتا ہے۔ وہ ماہ میں ایک ہی مرتبہ عورت ماہواری ہونے کے بعد اس سے صحبت کرتا ہے وہ اپنی زندگی برہمن اور چھتریوں کو پڑھاکر ملنے والی خیرات پر بسر کرتا ہے یہ تنخواہ کی شکل میں نہ ہو تحفے کی شکل میں ہونا چاہیئے اس لئے ضروری ہے کہ جب تک حد کے ساتھ نہ حاصل کی ہو اور دینے والے کے دل میں کسی قسم کی ناپسندیدگی نہ ہو پیسے کی ضرورت اسے صرف بہت سخت ضرورت کے وقت ہی ہے۔ جب اس کے نزدیک روزی کا کوئی ذریعہ نہ ہو۔ اس کے لیے نیلا رنگ ناپاک ہے اگر اس کے بدن سے چھو بھی جائے تو اسے غسل کرنا پڑتا ہے۔

گرہست کے روزمرہ کے ضروری فرائض میں عالمی خدمت کا عنصر پوشیدہ تھا۔ ہندو آشرم کے نظام کے ماتحت مذہبی کام سبھی آشرم سے متعلق افراد کے لیے ضروری بتائے گئے ہیں لیکن ہر ایک

لہ گوپی ناتھ کو بی راج۔ بھارتیہ سنسکرتی اور سادھنا حصہ دوم صفحہ ۱۸

Marfat.com

آشرم کی حالت میں بنیادی فرق تھا۔ اس آشرم میں بھی اخلاقیات پر خصوصی طور پر زور دیا گیا ہے۔ سکھ دکھ کی وضاحت کرتے ہوئے گرہستھ کو یگیہ، ویدوں کا باقاعدہ مطالعہ، مذہبی تذکرہ اور بیٹے کی روایت کے ذریعے اپنے نسل خاندان کی ہمیشگی بنائے رکھنا چاہیے۔[۱] عرب سیاح کے بیان سے خانگی زندگی کی اہمیت اور ضرورت پر روشنی پڑتی ہے۔ قدیم مذہبی کتابوں میں آشرم کے نظام کے ماتحت گرہستھ آشرم کو قابل لحاظ مقام دیا گیا ہے جس کے مطابق کوئی فرد شادی کے بعد اس میں داخل ہوتا ہے تقریباً سبھی مذہبی کتابوں کے لکھنے والوں نے خانگی زندگی کو خاص الخاص مانتے ہوئے گرہستھ کی پابندی کے لیے مختلف اصولوں کی تشکیل کی۔ اچھے چال چلن اچھے کردار، پاکیزگی۔ بلند خیالی وغیرہ گرہستھ کے فطری انداز مانے گئے ہیں۔[۲] گرہستھ آشرم کا بنیادی مقصد، مذہب، اولاد اور جنس کی فراہمی ہے جس کو پورا کرنے کے لئے شادی بیاہ کی رسم پوری کی جاتی ہے۔ گرہستھ آشرم کو دیگر آشرموں کے مقابلہ میں ممتاز مانا جاتا ہے کیونکہ دوسرے آشرموں کے لیے اناج وغیرہ کا انتظام گرہستھ آشرم کے ذریعہ ہی ہوتا ہے۔

وان پرستھ آشرم

گرہستھ آشرم کے بعد وان پرستھ آشرم کا درجہ ہے اس میں

۱۔ وشوناتھ شکل: ہندو سماج ویوستھا صفحہ ۳۴۴

۲۔ جے شنکر مشر: پراچین بھارت کا سماجک اتہاس صفحہ ۱۸۶

Marfat.com

آدمی گرہستھ کے فرائض اور ذمہ داریوں کو مکمل کر لینے کے بعد سنسار کے حرص ہوس کو چھوڑ کر وان پرستھ جیون کی طرف مڑتا ہے۔ البیرونی نے اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ برہمن کی زندگی کی تیسری حالت پچاسویں برس سے پچھترویں برس تک ہے۔ گرہستھ جیون گزارنے کے بعد وہ اپنی گرہستی اور بیوی کو چھوڑ دیتا ہے اگر وہ اس کے ساتھ وان پرستھ آشرم میں نہ رہے۔ اس طرح وہ پھر سے برہمچریہ جیون گزارتا ہے وہ چھت کے نیچے پناہ نہیں لیتا اور نہ درخت کی چھال کے علاوہ دوسرا کوئی لباس پہنتا ہے وہ بھی صرف اتنا جو اس کے شرم کی جگہ کو چھپا سکے۔ وہ زمین پر بغیر بستر کے سوتا ہے اور صرف پھل درختوں کے پھل اور قند مول کھا کر اپنا گزارہ کرتا ہے وہ بالوں کو بڑھا لیتا ہے اور تیل کی مالش نہیں کرتا ہے[1]۔ وان پرستھ آشرم کے ماتحت آدمی کو کہیں کہیں دن میں دو مرتبہ کھانا کھانے کا حکم دیا گیا ہے[2]۔ ہندوستان کی مذہبی کتابوں میں وان پرستھ آشرم کے ماتحت تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے اور عرب سیاح سے ملتے جلتے بیان بیان پیش کئے گئے ہیں جیسے قند مول پھل کھانا داڑھی کے بال اور ناخن نہ کاٹنا وغیرہ درحقیقت یہ سب شرطیں سنسکار کے کاموں سے دور کرنے کے لیے مقرر کی گئی تھیں۔

جدید ہندوستان کے ماہرین سماجیات نے وان پرستھ کے سلسلے میں اظہار خیال کیا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ اس کے بال

---

[1] سنت رام: البیرونی کا بھارت صفحہ ۱۷۱

[2] رگھبیت سنگھ: دھرم کی ہندو دھارا صفحہ ۱۳۲

بکھرنے لگے ہیں اور جسم پر جھریاں پڑنے لگی ہیں تو وہ وان پرستھی ہو کر جنگل کی طرف جاتا ہے وان پرستھی گرہست کو چھوڑ کر وہ پارہ برہمچریہ جیون گزارتا ہے۔ وہ چھت کی چھاؤں کے نیچے آرام نہیں کرتا۔ نہ جسم پر لباس پہنتا ہے۔ صرف شرمگاہ کو چھپانے کے لیے درخت کی چھال پہنتا ہے وہ بغیر بستر کے سوتا ہے اور قند مول کھا کر گزر بسر کرتا ہے نیز بالوں کو بڑھا لیتا ہے اور تیل نہیں ملتا[1]۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ بہت سے حکمرانوں نے بھی وان پرستھ آشرم کو اختیار کیا تھا۔ سین حکمراں سامنت سین وان پرستھ آشرم اپنا کر گنگا کے کنارے واقع میں چلے گئے تھے[2] بہت سی مثالیں ایسی بھی ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ شاہی ذمہ داریوں کو اپنے لوگوں پر چھوڑ کر اپنی رانیوں کے ساتھ جنگل میں رہنے لگے تھے[3]۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم ہندو روایات میں آشرم نظام کے اصولوں کی پابندی عام آدمی سے لے کر راجہ مہاراجہ تک کرتے تھے۔

سنیاس آشرم

آشرم نظام کے تحت زندگی کی آخری عمر سنیاس آشرم ہے۔ بھی عرب مسافروں نے سنیاس آشرم کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ وان پرستھ آشرم کے بعد سنیاس آشرم کا آغاز ہوتا تھا۔ سنیاسی کو بھکشو (فقیر) بھی کہا گیا ہے۔ اس سلسلے میں البیرونی کہتے ہیں کہ وہ گیروے رنگ کے کپڑے

---

[1] راج بلی پانڈے: ہندو سنسکار صفحہ ١٩٠ آر کے مکھرجی انشینٹ انڈین ایجوکیشن حصہ ٢ صفحہ ١٨٢، ١٨٧ [2] کھاگل وید وان لکیہ اشلوک نمبر ١٧ [3] کے وی۔ آر آئینگر: سم اسپیکٹس آف ہندو ویو آف لائف اکارڈنگ ٹو دھرم شاستر صفحہ ١٥٥)

پہنتا ہے اور ہاتھ میں چھڑی رکھتا ہے۔ وہ ہمیشہ دھیان میں مگن رہتا ہے نیز من کو دوستی اور دشمنی سے خالی کر دیتا ہے اور غصہ، شہوت اور حرص و ہوس کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ کسی سے گفتگو نہیں کرتا۔ جنت کے انعام کو پانے کے لئے جب وہ مقدس مقام کی زیارت کرتا ہے، تب راستے میں وہ کسی گاؤں میں ایک دن سے زیادہ قیام نہیں کرتا اگر کوئی اسے کچھ دیتا ہے تو وہ اسے اگلے دن کے لئے باقی نہیں رکھتا۔ راہ نجات کی فکر کرتے اور اس منزل تک پہنچنے کے علاوہ، جہاں سے کوئی شخص اس سنسار میں لوٹتا نہیں اس کا کوئی کام نہیں کرتا تھا سنیاسی کے لئے بے خوف اور عدم تشدد وغیرہ کی خوبیاں ضرور تھیں۔ براگ اختیار کرنا اس کا فرض تھا کرم (کام) بھکتی کے برابر ہے اور بھکتی سماسی کا راستہ نہیں مانا گیا ہے۔ اس کے لئے خصوصی عنصر کی حصولی کا نمونہ پیش کیا گیا ہے[1]۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ نجات پانے کے لئے ہندو اپنے کو ایسی ایسی تکلیفیں دیتے ہیں جن کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے[2] بزرگ بن شہریار نے اپنی تصنیف عجائب الہند میں بیان کی ہے کہ ہندوستان کے شہروں میں ایسے آدمی دیکھے جنھوں نے ایک کنوئیں میں پیروں کے بل کھڑے ہونے کے بعد اپلے بھر کر آگ لگا دی اور خود جو سر نکلا کر کھیلنے پان چبانے گانے بجانے میں محو ہو گئے یہاں تک کہ وہ جل کر مر گئے لیکن انھیں کسی طرح کی تکلیف نہیں ہوئی[3]۔

---

[1] بکیا ڈ البیرونیز انڈیا حصہ دوم صفحہ ۱۳۳

[2] کے وی آر آئنگر صفحہ ۱۵۶

[3] ـــــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۵۲

بزرگ بن شہریار ہندوستان کے جوگیوں اور سنیاسیوں کا بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ جوگیوں کی کئی قسمیں ہیں جن میں ایک کا نام بیکوریہ[1] ہے یہ درحقیقت لنکا کے باشندے ہیں۔ یہ مسلمانوں سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔ یہ گرمی کے موسم میں بالکل ننگے رہتے ہیں پیروں میں کچھ نہیں پہنتے۔ کبھی کبھی کوئی سادھو چار انگل کی لنگوٹی باندھ لیتے ہیں بدن پر مردوں کی جلی ہوئی ہڈیوں کی راکھ مل لیتے ہیں اور کچھ مختلف رنگوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے بنی ہوئی لنگی باندھ لیتے ہیں۔ سر کے بال منڈواتے ہیں داڑھی اور مونچھ کے بال نہیں رکھتے ہر ایک سنیاسی اپنے گلے میں مردہ انسان کی ایک کھوپڑی ڈالے رہتا ہے۔ ثواب کمانے کے لیے وہ اسی میں کھاتے پیتے ہیں۔[1]

سلیمان نے سنیاسیوں کا بیان اس طرح کیا ہے ہندوستان میں کچھ لوگ جنگلوں، ویرانوں اور پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ دیگر آدمیوں سے کم ملتے ہیں گھاس پات اور قندسول کھاتے ہیں یہ لوگ لوہے کی ایک زنجیر ڈالے رہتے ہیں تاکہ عورتوں کے نزدیک نہ جا سکیں۔ ان میں سے کچھ لوگ ننگے رہتے ہیں ان کے بدن پر چیتوں کی تھوڑی سی کھال ہوتی ہے۔ ایک شخص کو سلیمان نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ سورج کی طرف منہ کر کے ننگا کھڑا تھا سولہ برس تک وہ اسی طرح کھڑا رہا ہے[2] وہ آگے لکھتا ہے کہ سنیاسیوں کی محنت و ریاضت اور یوگ کے کام ہندوستان کو چھوڑ کر کہیں اور ملنا محال ہے سلیمان نے ہندوستان کی ایک ذات بکورہین (ڈھکلیتی) کا بیان کیا ہے

---

۱ — ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول ۲۰۷، ۲۰۶

۲ — ہندوستان عربوں کی نظر میں ۔ ۲۱۳، ۲۱۲

۳ — ہندوستان عربوں کی نظر میں ۔ ۴۶

سید سلیمان ندوی عرب و تجارت کے سمندر مترجم رامچندر صفحہ ۱۴۶

Marfat.com

جو ننگے رہتے ہیں اور ان کے بال اتنے بڑھے رہتے ہیں جو ستر نگاہ کو ڈھکے رہتے ہیں یہ لوگ گھومتے پھرتے ہیں اور گلے میں آدمی کی کھوپڑی کی مالا پہنتے ہیں۔ جب یہ کسی ہندوستانی کے گھر پر چلے جاتے ہیں تو وہ اس کو خوش قسمتی سمجھ کر پکے ہوئے چاول ان کے سامنے رکھتا ہے جسے وہ کھوپڑی میں رکھ کر کھاتے ہیں۔

ہندوستانی مذہب کے ذرائع اور مذہبی کتابوں میں سنیاسی کی زندگی پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے اور سنیاس آشرم کا خصوصی مقصد نجات کا حصول بتایا گیا ہے۔ جس کو حاصل کرنے کے لئے یوگ ریاضت کی حد سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ آشرم نظام کی پابندی کے ذریعہ آدمی کی شخصیت کی یکے بعد دیگرے ترقی ہوتی تھی[1] اس طرح کے مسائل کو سلجھانے کی یہ بالکل نئی ترکیب تھی۔

ہندو مذہبی افکار کے مطابق دیوتا کے قرض، بیٹے کے قرض، کھیتی رشی کے قرض سے آزاد ہونے کے لئے آشرم نظام کی پابندی کرتا ہے[2]۔ قدیم مذہبی مصنفین علماء نے زندگی کو چار حصوں میں منقسم کر کے آدمی کو اس کے فرائض کی پابندی کرنے کی ترغیب دی تھی جس پر عمل کر کے آخر میں

---

[1] ڈاکٹر پی ایچ۔ پربھو: ہندو سوشل آرگنائزیشن صفحہ ۱۰۱

[2] ڈاکٹر بھگوان داس: دی سائنس آف سوشل آرگنائزیشن حصہ اول صفحہ ۱۹۶

Marfat.com

نجات حاصل ہوتی ہے۔ قدیم زمانے میں آشرم نظام نے
انسانی زندگی پر قابو کرنے میں اہم تعاون کیا ہے لیکن آہستہ
آہستہ آشرم نظام سماج سے غائب ہوتا جاتا ہے۔
ہے۔

سنسکار

قدیم زمانے سے ہندو سماج میں سنسکاروں کا منظم قانون اور اہم مقام رہا ہے۔ آدمی کا مکمل شخصی اور سماجی ارتقا ہونے کے لئے اور اسکی جسمانی اور طبعی زندگی کو باقاعدہ بنانے کے لئے سنسکاروں کا منظم بندوبست کیا گیا ہے۔

قدیم ہندوستانی زندگی کی بنیاد ورن (ذات پات) اور آشرم کی طرح سنسکاروں کا بھی اہم مقام ہے۔ عرب سیاح البیرونی نے اس وقت کے مروجہ سنسکاروں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ سنسکاروں کا رواج ویدک کال کے بعد سے شروع ہو کر آج تک کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ یہ آدمی کے بچپن کی عمر سے شروع ہو کر موت کے بعد تک چلتے ہیں عام طور پر سنسکاروں کا مطلب پاکی اور صفائی سے ہے تنتر وارتک میں لکھا ہے کہ یہ آدمی کو صلاحیت عطا کرتا ہے۱؎

ہندوستانی سماج میں رائج سنسکاروں کی تعداد مختلف کتابوں میں طرح طرح سے دی گئی ہے۔ بیشتر کتابوں میں خاص طور سے بارہ سنسکاروں کا بیان کیا گیا ہے۔

(۱) گربھادان سنسکار

اس سنسکار کے ذریعہ دولھا اور دلہن نسل بڑھانے کی ترکیب کو پیدائش

۱؎ گونتیاں جاپادوھاناہ کرتیا ہ سنسکار اتیو جیتے (تنتر وارتک صفحہ ۱۰۷۸)

Marfat.com

ذریعہ قائم کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ مذہبی ماخذوں میں ان سنسکاروں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس سنسکار کے ذریعہ اولاد کی خواہش کی جاتی ہے البیرونی نے اس سنسکار کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر آدمی اولاد کی غرض سے بیوی سے جنسی ملاپ کرتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ گربھادان نامی یگیہ کرے۔ اس سنسکار کو کبھی کبھی شرم کے مارے چھوڑ دیا جاتا ہے[1] پربھو نے لکھا ہے یہ بیج بونے کا سنسکار ہے جو دولھا دلہن کو خاندان اور سماج کے تئیں ذمہ داری گزارنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے[2] آرجی بھنڈارکر نے بھی اس سنسکار کو کرنے کی ضرورت پہ زور دیا ہے۔ مختلف گواہیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو سماج میں گربھادان کرم پورا کرنا ہر ایک شخص کے لئے ضروری تھا۔[3]

(۲) پُوسَنوَن سنسکار

حمل قرار پانے کے تیسرے مہینے پوسنون سنسکار کی تشکیل کی جاتی تھی یہ سنسکار اولاد کی پیدائش کے لئے بیٹا حاصل کرنے کی خواہش سے کیا جاتا ہے اس کے تحت دیوتاؤں سے گزارش کی جاتی تھی کہ حمل کے اندر بچے کو بیٹے کی شکل عطا کرے کیونکہ بیٹے کے ذریعہ نسل کا سلسلہ رہتا ہے[4]۔ اس سنسکار کو کرنے کا وقت دوسرے مہینے سے لے کر آٹھویں مہینے تک

---

[1] بے شنکر مشر: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۲۱۸

[2] پڑھاری ناتھ پربھو: ہندو سوشل آرگنائزیشن حصہ ۲ صفحہ ۲۹

[3] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۶

[4] پی این پربھو: ہندو سوشل آرگنائزیشن حصہ ۳ صفحہ ۲۹

تھا۔ یہ چاند کے پیدائش نحیتر میں ہونے وقت کیا جاتا تھا۔ اس سنسکار کا خاص مقصد بیٹا پیدا ہونے کے دوران پیدا ہونے والی رکاوٹوں کا دیوتا کی پوجا ارچنا کے ذریعہ دور کرنا تھا۔

(۳) سیمنتونین سنسکار

البیرونی کے مطابق اس سنسکار کو حمل کے چوتھے مہینے پورا کیا جاتا تھا[۱]۔ اس سنسکار کا بیان ہندوستانی مذہبی ماخذوں اور پرانوں (پرانوں) میں بھی کیا گیا ہے۔ اس سنسکار کے تحت عورت کے بالوں (کیش-سیما) کو اوپر (اُنّینن) بالوں اٹھایا جاتا ہے اس سنسکار کا مقصد خراب طاقتوں اور رکاوٹوں سے حاملہ کی حفاظت کرنا ہے اس سنسکار کے ذریعہ بری طاقتوں اور رکاوٹوں سے حاملہ عورت کی حفاظت کی جاتی ہے۔

(۴) جات کرم۔ سنسکار

البیرونی کے مطابق بیوی کے ذریعہ بچہ پیدا کرنے کے بعد اور ماں کے ذریعہ اس کی پرورش و پرداخت شروع کرنے کے درمیان یہ سنسکار پورا کیا جاتا ہے[۲]۔ اس سنسکار میں بیٹے کے جنم لینے کے بعد بچے کا باپ اس کو چھوتا اور سونگھتا ہے اور فلاح و بہبود سے متعلق منتروں کا جاپ کرتا ہے تاکہ وہ عقلمند (میدھاوی) اور عمر دراز ہو[۳]۔ گاہڑوال راجہ

---

[۱] سخاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ ص ۱۵۶ [۲] سخاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ ص ۱۵۶ [۳] جے شنکر مشر گیارھویں صدی کا بھارت ص ۲۶ [۳] پی این ربھو: ہندو سوشل آرگنائزیشن حصہ ۳ ص ۲۹

جے چند نے اپنے بیٹے ہرلش چندر کے جات کرم کے مبارک موقع پر پروہت پرہراج شرمن کو ندیسر گاؤں بخش میں دیا تھا[۱]۔

(۵) نام کرن سنسکار

بیٹے کے پیدا ہوتے ہی دسویں یا بارھویں دن اس سنسکار کا آیوجن کیا جاتا ہے[۲]۔ البیرونی نے نام کرن سنسکار کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے زچہ خانے کی مدت ختم ہونے پر اولاد نام حاصل کرتی ہے۔ البیرونی نے اس سلسلے میں مقررہ وقت، مدت کا بیان نہیں کیا ہے[۳]۔ اولاد کو نام دینا بھی ایک سنسکار مانا جاتا ہے۔ اس سنسکار کو کسی مبارک یا خوشی کی گھڑی میں ایشور کی پوجا ارچنا اور یگیہ کی قربانی کے ذریعہ منعقد کیا جاتا تھا برہمن کی کتابوں، کتبوں، قدیم دستاویزوں وغیرہ میں ہی نام رکھنے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ بچے کے نام کا چناؤ مذہبی کاموں کے ساتھ مقررہ تاریخ کو مکمل کیا جاتا تھا۔ یہ سنسکار موجودہ زمانے میں بھی لائق اعتنا ہیں۔

(۶) نش کرمن سنسکار

بچے کے جنم کے چوتھے ماہ یہ سنسکار ترتیب دیا جاتا ہے اس موقع پر زمین کا طاقتور عنصر سورج کو پیش کر دیا جاتا ہے[۴]۔ جنم کے بعد اولاد کو

---

۱ ایپی گرافیا انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۲۶-۲۷

۲ پی این پربھو: ہندو سوشل آرگنائزیشن حصہ ۳ صفحہ ۲۲۱-۲۲۰-۲۱۹

۳ سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ [illegible]، ۲۱

۴ پربھو: ہندو سوشل آرگنائزیشن حصہ ۳ صفحہ ۲۲۱-۲۲۰-۲۱۹

Marfat.com

پہلی بار گھر سے باہر نکالنے کو نشکرمن (निष्क्रमण) کہا جاتا ہے اس سنسکار کے بعد بچہ باہر لایا جاتا ہے۔ یہ سنسکار جنم کے چوتھے مہینے منعقد کیا جاتا ہے۔ ایک مقررہ مبارک تاریخ کو اولاد کو پوجا پاٹھ کے بعد گھر کے باہر قدرتی ماحول میں لایا جاتا ہے۔ بچے کے گود میں دے کر سب سے پہلے اسے سورج کا درشن کرایا جاتا تھا کبھی کبھی تیسرے مہینے سورج کا درشن اور چوتھے مہینے چاند کا درشن کرانے کا انتظام تھا۔ اس سنسکار کے بعد بچے کو گھر سے باہر نکالنے کا انتظام تھا۔

(۷) اَن پراشن سنسکار

پانچویں مہینے کے بعد بچہ اناج کھانے کے لائق ہو جاتا ہے اور وہ اناج کی طرف متوجہ ہونے لگتا ہے۔ اسی وقت ان پراشن سنسکار پورا کیا جاتا ہے۔ یہ سنسکار بچہ پیدا ہونے کے چھٹے مہینہ منعقد کیا جاتا ہے[1]۔

(۸) چول یا چوڑاکرم سنسکار

یہ سنسکار بچے کے بال پہلی بار کٹنے کے وقت کیا جاتا ہے جسے چول یا چوڑاکرن کہا جاتا ہے[2]۔ بچے کے پیدا ہونے کے پہلے یا تیسرے سال میں یا خاندانی روایت کے مطابق کسی مقررہ عمر میں اس کرم کو ترتیب دیا جاتا ہے بچے کے بال کٹوانے کا مطلب جسمانی صحت کی طرف توجہ دینا ہے[3]۔ البیرونی نے اولاد کے بال منڈوانے کی تقریب تین سال بعد بتائی ہے اس سنسکار کو

---

[1] دیکھو: ہندو سوشل آرگنائزیشن حصہ ۳ صفحہ ۲۲۱ - ۲۲۰ - ۲۱۹ [2] سنسکار پرکاش صفحہ ۲۹۵ [3] کتاب البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۸۷

موندن یا چوڑا کرم بھی کہا جاتا ہے۔ عام طور پر چوڑا کا مطلب چوٹی ہے اسمیں چوٹی کو چھوڑ کر سر کے پورے بال کاٹ دیئے جاتے ہیں۔ اس سنسکار کے درازی عمر اور فلاح وبہبود حاصل کرتا ہے۔ سر کے بال اتر جانے کے بعد بچے کے منڈے ہوئے سر پر مکھن یا دہی کا لیپ لگایا جاتا ہے۔ ہندو سماج میں آج بھی موندن سنسکار کا انعقاد بڑے ہی آنند اور خوشی کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اس موقع پر برہمنوں اور غریبوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے[۱]۔

(۹) کرن ویدھ سنسکار

البیرونی کے مطابق کرن ویدھ سنسکار پیدائش کے ساتویں آٹھویں ماہ مکمل کیا جاتا ہے[۲]۔ اس سنسکار کا انعقاد پیدائش کے ساتویں مہینے ہوتا تھا۔ بودھاین نے البیرونی کی طرح کرن ویدھ سنسکار ساتویں یا آٹھویں میں منعقد کرنے کا انتظام کیا ہے۔ سنسکار روشنی میں کرن چھید جنم سے دسویں، بارھویں یا سولھویں دن کرنے کا طریقہ ملتا ہے[۳]۔ کن چھیدن ایک مذہبی سنسکار ہے۔ اس میں کانوں کو چھیدنے کے بعد اس میں سونے یا چاندی کی بالی پہنائی جاتی ہے۔ جدید طور میں ہندو سماج سے یہ سنسکار ختم ہوتا جا رہا ہے۔

(۱۰) ودیارمبھ سنسکار

جب بچہ پانچ سال کی عمر کا ہو جاتا ہے تب اسے پہلی بار حروف

۱؎ جے شنکر مشر: پراچین بھارت کا سماجک اتہاس صفحہ ۲۸۰

۲؎ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۲۷۔۱۵۶

۳؎ سنسکار پرکاش صفحہ ۲۵۸۔ سنسکار رتن مالا صفحہ ۸۷۳

پڑھایا جاتا ہے ودیا آرمبھ (آغاز تعلیم) سنسکار کہا جاتا ہے عرب سیاح البیرونی نے اس کا دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے اس کے مطابق بچوں کے لئے تعلیم گاہ میں کالی تختی (لکڑی کا لمبی شکل کا پٹرا) استعمال میں لائی جاتی ہے اس پردہ بائیں طرف سے دائیں طرف سفید چیز (کھریا) سے لکھتے ہیں[1] اس سنسکار میں شبھ مہورت میں تعلیم کے ذریعہ پٹی پر اوم (ॐ) سواستک (卐) کے ساتھ ترتیب سے حروف لکھ کر بچے کو حروف پڑھنے کی شروعات کرائی جاتی ہے اس میں گن پتی اور سرسوتی کی پوجا بھی ہوتی ہے۔ چینی سیاح ہیون سانگ نے اس سنسکار کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تعلیم کا آغاز سدھم (सिद्धम्) سے مانا جاتا ہے ابتدائی تعلیم میں ترتیب وار حروف سور (स्वर) و بینجن (व्यंजन) وغیرہ سکھائے جاتے تھے امرت چندریکا (अमृत चन्द्रिका) میں ودیا رمبھ سنسکار منعقد کرنے کی مدت پانچ برس مانی گئی ہے[2]۔

(۱۱) جنناشوچ

البیرونی نے جنناشوچ کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عورت پیدائش کے بعد ناپاکی کی حالت میں الگ برتنوں میں کھانا کھاتی ہے اس کے برتن الگ رہتے ہیں۔ اس کے کمرے میں کوئی شخص نہ کھانا کھاتا ہے اور نہ ہی برہمن کے ذریعہ ہون کیا جاسکتا ہے۔ ناپاکی کے دن برہمنوں کے لئے آٹھ چھتریوں کے لیے بارہ ویشیہ کے لئے پندرہ اور شودر کے لئے تیس ہیں[3]

---

[1] جے شنکر مشرا گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۱۶۸

[2] امرت چندریکا۔ حصہ اول صفحہ ۲۶

[3] سخاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۵۷-۱۵۶

Marfat.com

نچلی ذات کے لیے کوئی ایسی مقررہ مدت نہیں وضع کی گئی ہے[1]۔

(۱۲) اُپ نین سنسکار

ہندو سماج میں رائج سنسکاروں میں اُپ نین سنسکار بہت رائج اہم سنسکار رہا ہے۔ اس سنسکار کے بارے میں ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ اسکے مکمل ہو جانے سے بالک کا ورن (ورنڑ) یا ذات متعین ہوتی ہے اور وہ (دِوج) دوِج (برہمن) کہلاتا ہے۔ اس سنسکار کا مقصد غیر قانونی اور غیر ذمہ دارانہ زندگی ختم کر کے باقاعدہ اور منظم زندگی شروع کرنا ہے[2]۔ البیرونی نے اُپ نین سنسکار کے سلسلے میں بالتفصیل بیان کیا ہے اور اسکی اہمیت ظاہر کی ہے اس کے مطابق جب برہمن اس کو تعلیم کی سمجھ دینے کے لئے زندگی بھر ان کے ماننے کا حکم دینے آتے ہیں اسی وقت وہ اس کی کمر کے چاروں طرف ایک کمربند باندھتے اور اسے جنیو کا ایک جوڑا یعنی نو اکہرے تاروں کو یکجا بٹ کر بنائی ہوئی ایک مضبوط رسی اور ایک تیسرا جنیو جو کپڑے کا بنا ہوا اکہرا ہوتا ہے، اسے دیتے ہیں۔ یہ جنیو بائیں کندھے سے دائیں کولہے (ہاتھ کے نیچے) تک جاتا ہے اسے اختیار کرنے کے لئے ڈنڈا اور دربھ نامی گھاس کی انگوٹھی چھنگلیا میں پہنائی جاتی ہے۔ اس کو پہننے کا مقصد یہ ہے کہ اس ہاتھ سے حاصل کیا ہوا عطیہ (دان)، مبارک شگون اور سکھ دینے والا ہو۔ اس انگوٹھی کی فرض شناسی اتنی مشکل نہیں ہے جتنی جنیو کی۔ کیونکہ جنیو کو کسی بھی وقت

---

[1] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۵۷-۱۵۶
[2] راج بلی پانڈے: ہندو سنسکار صفحہ ۹۹-۱۰

بدن سے الگ نہیں کرتا ہے۔ اگر وہ کھاتے وقت یا ضروری حاجت کو پوری کرتے وقت اتار دیتا ہے۔ تب وہ ایسا پاپ کرتا ہے جو تلافی کے کسی کام اور خیرات وانواس کے بغیر نہیں چھوٹ سکتا۔[1] البیرونی آگے لکھتے ہیں کہ طالب علم (برہمچاری) تہرے جنیو کی ایک ڈوری سے اور کپاس کی اکہری ڈوری سے اپنے کو لپیٹتا ہے یہ کام اس وقت مکمل ہوتا ہے جب اس کی عمر کا بارھواں برس ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ اسی کے درمیان اسے ڈنڈ (دوڑی) دیا جاتا ہے جس سے وہ جنگ کرپائے۔[2] اپ نین سنسکار کا انعقاد اس وقت کیا جاتا ہے جب بالک ویدوں کا مطالعہ شروع کرتا ہے۔ اس سنسکار کے انعقاد کی مختلف بیانوں میں مختلف عمر ہے۔[3] منو نے برہمن کا جنیو کپاس کا، چھتریہ کا سن کا اور ویشیہ کا اون کا بنا ہوا تین لڑی کا بیان کیا ہے۔ منو کے خیالات البیرونی کے خیالات سے مماثلت رکھتے ہیں۔ اس کے مطابق بھی چھتری کا جنیو رسی کا ہوتا ہے جو اسکی عمر کے بارھویں سال کے خاتمے پر پہنایا جاتا ہے۔[4] اس نے ویشیوں کا اکہرا جنیو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے جو کہ دو تاروں کا بنا ہوتا ہے۔ شودر غریب ہونے پر بھی جنیو اختیار کر سکتا ہے۔[5] اس سنسکار کا قدیم ہندو سماج میں دیگر سنسکاروں کے برخلاف اہم مقام تھا۔ زندگی کو معین اور باقاعدہ

---

[1] جے شنکر مشر: گیارھویں صدی کا بھارت ص ۲۶، ۲۷ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ دوم ص ۱۳۰

[2] جے شنکر مشر: گیارھویں صدی کا بھارت ص ۲۶، ۲۷ سنت رام صفحہ ۶۹-۶۸،

[3] پربھو: ہندو سوشل آرگنائزیشن حصہ ۲ صفحہ ۲۲۱-۲۲۰-۲۱۹

[4] سنت رام البیرونی کا بھارت حصہ سوم صفحہ ۱۷۶

[5] سنت رام البیرونی کا بھارت حصہ سوم ص ۱۷۷-۱۷۶

Marfat.com

بنانے کی ترکیب اسی سنسکار کے ذریعہ آدمیوں کو حاصل ہوئی تھی اب یہ سنسکار کا انعقاد برہمنوں میں قدیم زمانے سے خاص طور پر ہوتا چلا آیا ہے جدید ہندو سماج میں اس سنسکار کا انعقاد صرف طبقہ برہمن میں رہ گیا ہے

وواہ سنسکار

سماج میں مروجہ سنسکاروں میں شادی کا قابل فخر مقام ہے وواہ سنسکار کے ذریعہ گرہستھ آشرم میں داخل ہوا جاتا ہے کیونکہ اس موقع پر آدمی اپنی نسل کے سلسلہ کو چلانے کا ذمہ قبول کرتا ہے نسل کے سلسلہ کو چلانے کیلئے وواہ (شادی) کی اہمیت قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے اس کی عدم موجودگی میں آدمی بے نور ([illegible]) مانا جاتا ہے۔ عرب سیاحوں نے ہندوستان میں رائج شادی کی روایت، عمر، طریقے پر روشنی ڈالی ہے البیرونی وواہ (شادی) کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ باقاعدہ شادی کی زندگی کے بغیر کوئی ذات نہیں رہ سکتی کیونکہ اس کے ذریعہ خواہش کے اس زور کا سد باب ہوتا ہے جسے مہذب لوگ پسند نہیں کرتے ہیں[1] اس سنسکار کی اہمیت البیرونی کے درج ذیل جملوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ استاد شاگرد کو شادی کرنے کی اجازت دیتا ہے اور وہ شادی کر کے ایک خاندان قائم کرتا ہے[2]۔ ہندوستانی مذہبی کتابوں میں شادی کو ایک مقدس سنسکار مانا گیا ہے۔ جدید دور میں بھی ہندو سماج میں وواہ سنسکار ایک ضروری اور مذہبی سنسکار مانا جاتا ہے۔

---

[1] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ دوم صفحہ ۱۵۵

[2] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ دوم " ۱۳۱

انتیم یا انتیشٹھ سنسکار

موت کے بعد آدمی کی آخری کریا کرم کے سلسلے میں عرب یاتریوں نے اپنے بیانات پیش کئے ہیں۔ عرب مصنف ابن خرداذبہ نے لکھا ہے کہ ہندوستانی اپنے مردوں کو آگ میں جلاتے ہیں۔ راجاؤں کی موت کے موقع پر ان کی رانیاں بھی خواہش کے مطابق ان کی چتا کے ساتھ جل کر ستی ہو جاتی تھیں[1]۔ سلیمان نے بھارت میں مُردے جلانے کا ذکر کیا ہے جلاتے وقت ان کی چتا میں صندل، چندن، کافور اور زعفران ڈالا جاتا تھا[2]۔

ابو زید الحسن سیرافی نے اس سلسلے میں تعجب خیز بات لکھی ہے بھارت میں یہ رواج ہے کہ جب کسی عورت یا مرد کی عمر دراز ہوتی ہے اور اس کے حافظے کی قوت کمزور ہو جاتی ہے تو اس کے رشتہ دار غور کرتے ہیں اسے آگ میں جھونک دیں یا پانی میں ختم کردیں کیونکہ اس کا عقیدہ ہے کہ دوسرا جنم یا کروٹ آئیں گے۔ ان کے یہاں مردوں کو جلانے کا رواج جاری ہے[3]۔

اسی طرح سلیمان اور ابن فقیہ ہمدانی نے لکھا ہے کہ ہندوستانی اپنے رشتہ داروں کے مرجانے پر اپنے سر اور داڑھی منڈوا دیتے ہیں[4] یہ روایت

۱ــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول ص ۵۹

۲ــ سلیمان ص ۵۰ سلیمان ندوی عرب کے تعلقات ہندوستان مترجم رام چندر ص ۶

۳ــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۶۱

۴ــ سلیمان صفحہ ۵۷۶

موجودہ ہندو سماج میں موجود ہے۔

ادریسی لکھتا ہے "ہندوستانی باشندے بیشتر اپنی لاشوں کو جلاتے ہیں اس موقع پر وہ دکھی نہیں ہوتے وہ لاشوں کو قبروں میں دفن نہیں کرتے ہیں[1]۔ ہندوستان کے کئی شہروں میں جو سندھ سے متعلق تھے مردے کو اپنے گھر میں چھپا کر دفن کیا جاتا تھا پھر قبر کو مٹی سے برابر کر دیتے تھے[2]۔

بزرگ بن شہریار نے اس بارے میں لکھا ہے کہ ہندوستان کے وسطی صوبوں میں بوڑھی عورتوں اور مردوں کو جلا دینے کی رسم ہے[3]۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں کچھ لوگ راجہ سے آگ میں جلنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ آگ جلانے کے بعد جلنے والا شخص بازار میں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ گھومتا ہے اور آخر میں آگ میں کودتا ہے اس کی کھوپڑی جلتی رہتی ہے اور وہ جلتا رہتا ہے۔

مذکورہ بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ہندوستان میں آگ کو سب سے زیادہ مقدس سمجھا جاتا تھا اسی سبب اس میں جل کر مرجانے کو لوگ اچھا سمجھتے تھے۔

مرنے میں بھی آگ کو مقدس سمجھا جاتا ہے اسی بنا پر موت کے بعد آدمی کو آگ کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ البیرونی نے آخری رسم کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہندوؤں کے مطابق مردوں کے رشتہ دار کا فرض ہے کہ ان کو اشنان (غسل) کرائیں۔ اس میں خوشبودار سامان

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۱۴

[2] ۔۔۔۔ " " " " ۱۱۵

[3] ۔۔۔۔ " " " " " ۱۱۵

لگائیں اور کفن میں لپیٹ کر صندل (چندن) اور دوسری لکڑی جتنی مل سکے اس کے ساتھ اسے جلا دیں۔ جلنے کے بعد ہڈیوں کے اجزاء گنگا میں پھینک دیئے جاتے ہیں تاکہ گنگا اس پر بہے جس طرح بدا جا کی اولاد کی جلی ہوئی ہڈیوں پر بہہ چکی ہے۔ راکھ کا بقیہ حصہ کسی بہتے ہوئے نالے کے پانی میں ڈال دیا جاتا ہے۔ آخری رسم کے بارے میں ہندوستانی مذہبی ماخذوں کے بیان عرب مصنفین کے بیانات سے مماثلت رکھتے ہیں پرانوں ([illegible]) میں جلائے جانے کا ذکر ملتا ہے ہندو خاندانوں میں مردے کو جلانا سب سے اچھا مانتے ہیں جس کا رواج جدید ہندو سماج میں واضح طور پر پہلے سے ہی طے ہوتا ہے۔

مذکورہ تجزیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوؤں کی قدیم روایتوں میں سنسکاروں کا اہم مقام تھا اسکے ذریعہ آدمی کو ادائیگی فرض کی تحریک ملتی تھی۔

له سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ دوم ص ۵۹-۱۵۸

Marfat.com

شادی

ہندوستانی سماج میں شادی کو ایک مقدس سنسکار کا نام دیا گیا ہے عرب مصنفین نے "شادی" کے سلسلے میں مختلف خیال پیش کئے ہیں جن سے ہندوستانیوں میں مروجہ شادی سے متعلق اس وقت کے رسوم و روایات پر روشنی پڑتی ہے۔

البیرونی نے شادی بیاہ کے سلسلے میں لکھا ہے کہ کسی بھی ذات کا وجود با قاعدہ شادی شدہ زندگی کے بغیر ناممکن ہے۔ یہ آدمی کے ان نفسیاتی خواہشات پر پابندی لگاتا ہے جن سے مہذب آدمی نفرت کرتا ہے[1] شادی بیاہ کے متعلق عربی مصنف البیرونی، سلیمان، ادریسی اور ابن روستا اور مقدسی نے اپنے خیالات ظاہر کئے ہیں۔ البیرونی شادی کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ ہر ایک ذات کے یہاں خاص طور پر ان ذاتوں کے یہاں جو الشیدہ کا بنیادی مذہب اور اصول رکھنے کا دعویٰ کرتی ہیں، شادی کے خاص رسم و رواج ہوتے ہیں[2]۔ کوئی بھی ذات شادی کے بغیر نہیں رہ سکتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ آچاریہ نوجوان کی شادی کر کے ایک خاندان کی بنیاد رکھتا ہے[3]

شادی کے لائق عمر

البیرونی کے مطابق ہندو لوگ بہت کم عمری میں شادی کرتے ہیں اسلئے

١۔ سچاؤ البیرونیز انڈیا، حصہ ۲ صفحہ ١٥٥-١٥٤

٢۔ " " " ١٥٤

٣۔ " " " ١٣١

مطابق بارہ برس سے زیادہ عمر کی عورت سے شادی کرنے کا قانون نہیں ہے[۱]
ابن رشتا نے بھی لکھا ہے، لوگ زنا (نا جائز ہمبستری) سے بچنے کیلئے
اپنے بیٹوں کی شادی جلد ہی کم عمر میں کر دیتے ہیں[۲] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ
اس وقت شادی کی عمر مقرر تھی۔ ہندوستانی مذہبی کتابوں اور دستاویزوں
میں شادی کے لائق عمر کے سلسلے میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان کے مطابق
بیوی شوہر سے کم سے کم تین سال یا اس سے زیادہ چھوٹی ہونی چاہیے۔ کم عمر
میں شادی کر دینے کا سبب کچھ نہ کچھ ضرور رہا ہوگا جیسا کہ سی۔ وی۔ ویدیہ
نے لکھا ہے کہ کم عمر کی شادی کا سبب عورتوں کا بدھ بھکشنی ہو جانا ہے
جسے روکنے کے لیے بچپن کی شادی کی روایت چلی ہے[۳]۔ ڈاکٹر راج بلی
پانڈے کم عمر کی شادی کا سبب سیاسی بتاتے ہیں۔ وہ بچپن کی
شادی کا سبب ہندوستانی بودھ دھرم نہ ہو کر دو تیشیوں کا حملہ
بتاتے ہیں۔ تیسری چوتھی صدی میں غیر ملکی حملوں سے حفاظت کیلئے
اور عورتوں کے اغوا سے بچنے کے لئے کم عمر میں شادی کا انتظام
کیا گیا[۴]۔ ہندوستانی سماج میں عورت کو پاک اور قابل پرستش
مانا جاتا رہا ہے۔ سماج میں ان کے لئے ہمدردی اور ادب واحترام
کے جذبات کافی رہیں جب کہ غیر ملکی سیاح نے عورت کو ذریعہ
عیش کی شکل میں بیان کیا ہے۔ ممکن ہے سماج میں عورت کی عزت

۱۔ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۵۴

۲۔ ابن رشتا صفحہ ۱۳۴-۱۳۳

۳۔ سی۔ وی۔ ویدیہ میڈویول انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۸

۴۔ راج بلی پانڈے ہندی ساہتیہ کی پیٹھیکا حصہ ۱ صفحہ ۱۶

Marfat.com

اور حفاظت کے تحت کم عمری میں شادی کا رواج ہوا ہوگا۔

قدیم زمانے سے ہندو سماج میں یہ روایت تھی کہ شاگرد استاد کے آشرم میں رہ کر تعلیم حاصل کرتے تھے۔ تعلیم مکمل کرکے برہمچریہ آشرم کی تکمیل کرنے کے بعد شاگرد کو گرہستہ آشرم میں داخل کرتے تھے۔ استاد اور ماں باپ کی اجازت سے شادی کرتا تھا البیرونی نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ آچاریہ (استاد) برہمچریہ آشرم کے بعد اسے (شاگرد کو) شادی کرنے کی اجازت دیتا ہے۔[۱]

شادی بیاہ کے طریقے

ہندو معاشرے میں شادی ایک مذہبی سنسکار مانا جاتا ہے۔ اس بنا پر اس موقع پر مختلف مذہبی سرگرمیاں ضروری ہوتی ہیں۔ عرب مصنف مقدسی اور سلیمان شادی کے طریقوں کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہندوستانیوں میں سگے رشتہ داروں میں شادی ممنوع ہے۔[۲] البیرونی بھی خون کے رشتوں جیسے بہن بھتیجی، موسی، پھوپی اور اس کی لڑکیوں سے شادی ممنوع بتاتے ہیں۔ شادی کے لئے ایسے رشتوں میں پانچ نسلوں کا بالترتیب فرق ہوتا ممنوع ہے۔ البیرونی کے مطابق ایسے شادی کے رشتے سماج میں ممکن تو ہیں لیکن انھیں اچھا نہیں مانا جاتا ہے۔[۳]

شادی کے طریقوں کے سلسلے میں سلیمان اور مقدسی نے لکھا ہے کہ جب لوگ شادی کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے ایک دوسرے کے یہاں کہا سنی

۱۔ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۳۱

۲۔ مطہر بن طاہر مقدسی حصہ ۴ صفحہ ۱۲-۱۱

۳۔ سلیمان صفحہ ۲۳

Marfat.com

ہوتی ہے پھر تحفے بھیجتے ہیں پھر گیل اور جھانجھ بجا کر شادی کا اعلان کرتے ہیں نیز جتنا بھی ہو سکتا ہے دھن دولت دیتے ہیں[1]۔ اولاد کی شادی کی مکمل تیاری ماں باپ کرتے تھے۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ ماں باپ اپنے لڑکوں کی شادی کا بندوبست کرتے ہیں[2]۔ ابن خردازبہ کے مطابق عورت شادی کے بعد بد چلنی کرے تو ایسی عورت کو قتل کرنا پورے دیش میں ضروری سمجھا جاتا ہے[3]۔ ادریسی نے لکھا ہے کہ بنی یمان جزیرہ کے لوگ بہت زیادہ بہادر اور جنگجو ہیں۔ ان کے یہاں شادی کی قدیم روایت بہت بہت عجیب ہے۔ جب وہ شادی کی خواہش کرتے ہیں اور جس عورت سے شادی کرنا چاہتے ہیں اس کے گھر والے اس سے کسی آدمی کا قتل کرکے اس کی کھوپڑی پیش کرنے کو کہتے ہیں جب وہ شخص کسی آدمی کا قتل کرکے اس کی کھوپڑی پیش کر دیتا ہے تب اس کی شادی اس عورت سے ہو جاتی ہے جس سے وہ چاہتا ہے۔ اگر کوئی شخص کئی عورتوں سے شادی کا خواہشمند ہوتا تھا تو اس کو کئی آدمیوں کی کھوپڑی پیش کرنی پڑتی تھی ایسے لوگوں کو سماج میں احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا[4]۔ شادی کے طریقوں کا بیان کرتے ہوئے البیرونی لکھتے ہیں کہ شادی کے موقع پر برہمن یگیوں کا اہتمام کرتے ہیں اور ان کو خیرات دیا جاتا ہے۔ شادی کے سامان پیش کئے جاتے ہیں۔ دولھا عورت کو شادی سے قبل صرف

---

[1] سلیمان صفحہ ۵۳

[2] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۵

[3] ـــــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۹۴

[4] ادریسی صفحہ ۳۰۲ (بنی یمان دیپ) اس سے مراد انڈمان دیپ ہے جو بنگال کے دکھن پچھم میں واقع ہے۔

ایک تحفہ سمجھوتے کی شکل میں دے سکتا ہے اسے دوبارہ مانگنے کا حق اسے حاصل نہیں ہے۔ اگر عورت چاہے تو اپنی مرضی سے اسے واپس کر سکتی ہے[1]

قدیم ہندوستانی مذہبی ذرائع سے بھی کچھ شادی کے طریقے البیرونی کے اس بیان سے ملتے جلتے ہیں جیسے شادی کے سامان پیش کرنا اور برہمنوں کے ذریعہ نگیوں کا اہتمام اور دان دینا وغیرہ۔

ہندوستان کے وسیع صحن میں مختلف ذاتیں رہتی رہی ہیں ان کے رسوم و رواج میں آپس میں فرق و امتیاز دکھائی دیتے ہیں۔ عرب مصنفین نے ہندوستان کی ان روایت کے اختلاف کو الگ الگ ڈھنگ سے پیش کیا ہے۔

شادی کی قسمیں

عرب مصنفین البیرونی نے شادی کی قسموں پر روشنی ڈالی ہے جو ہندوستانی مذہبی کتابوں سے مطابقت رکھتی ہیں۔ اس نے اس وقت مروجہ انولوم پرتی لوم، سگوتر، گوتر۔ اور کئی بیویوں اور ایک بیوی والی شادی کا بیان کیا ہے[2]

البیرونی کے مطابق اعلیٰ طبقہ کا آدمی اپنے سے نیچے کی ذات کی

---

[1] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۲۴

[2] انولوم وواہ: اس شادی کو کہتے ہیں جس میں اونچے خاندان کا لڑکا نچلے خاندان کی لڑکی ہو

پرتی لوم وواہ: جس میں اونچے خاندان کی لڑکی اور نچلے خاندان کا لڑکا ہو۔

سگوتر وواہ: جس میں ایک ہی خاندان کی لڑکی اور لڑکا ہو۔

گوتر وواہ:

یا اپنی ذات کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے[1]۔ اس طرح کی شادی (अनुलोम) سدھی شادی کہلاتی ہے اور یہ سماج میں قدیم زمانے سے رائج تھی واکاٹک راجہ دیوسین کے زیر سوم ناتھ کے برہمن نے برہمن کے علاوہ چھتری عورت سے بھی شادی کی تھی[2]۔

البیرونی دوبارہ کہتا ہے کہ کسی آدمی کو اپنے سے اونچی ذات کی عورت سے شادی کرنے کا دستور نہیں ہے۔ البیرونی کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ زیادہ تر اونچی ذات کے لوگ اپنے سے نیچی ذات کی لڑکی سے شادی کرتے تھے۔ البیرونی کے مطابق شادی کے قاعدے کے مطابق ایک رشتہ دار کے برعکس غیروں کے یہاں شادی کرنا عمدہ ہے۔ شوہر کے سلسلہ میں عورت کا تعلق جتنا دور کا ہوتا ہے اتنا ہی بہتر ہے۔ اپنے خاندان جیسے پوتی یا پرپوتی اور اپنے بزرگوں جیسے ماں باپ، دادی، پردادی دونوں طرح کسی قریبی رشتہ دار عورتوں کے ساتھ شادی کی ہر طرح سے ممانعت ہے[3]۔

البیرونی نے بیوہ کی شادی پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے مطابق اگر عورت کے شوہر کی موت ہو جائے تو وہ دوسرے مرد سے شادی کر سکتی ہے۔ راجہ پانڈو کے باپ شنتنو نے اپنی عورتوں کو باری باری سے ویاس کے پاس بیٹے کی پیدائش کے لئے بھیجا[4]۔ البیرونی نے ہندوؤں میں شادی ٹوٹنے کو موت ہو جانے پر ہی ممکن بتایا ہے۔ زندگی کی حالت میں شادی ٹوٹنے کا

---

1. سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۶-۱۵۵
2. آرکیالوجیکل سروے آف ویسٹرن انڈیا حصہ ۴ صفحہ ۱۴۰
3. سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۵
4. 〃 〃 حصہ ۱ 〃 ۱۰۷

Marfat.com

کا ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ ہندوؤں میں شادی ٹوٹنے کا رواج نہیں تھا[1]
البیرونی اولاد کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ اولاد کی نسل ماں باپ دونوں سے متعین ہوتی ہے جیسے برہمن ماں باپ سے پیدا شدہ اولاد برہمن کہی جائے گی[2]۔ اس طرح البیرونی نے باہمی ذات کے اونچے والے ایک ہی قبیلے کے، کئی شوہروں کے کئی بیویوں کے، بیوہ کی شادی وغیرہ پر اہم روشنی ڈالی ہے جن کا بیان اس وقت کی مذہبی کتابوں میں بھی کیا گیا ہے۔

جہیز

البیرونی نے جہیز کے رواج کے سلسلے میں لکھا ہے کہ شوہر کی طرف اور لڑکی کی طرف سے باپ کی جانب سے طے شدہ اور متعینہ تحفے کا دستور نہیں تھا۔ وہ صرف اپنی طرف سے بیوی کو اپنی پسند کا تحفہ دیتا ہے اور اسکو واپس کرنے کی امید نہیں رکھتا لیکن وہ اسے اپنی مرضی سے واپس بھی کرسکتی تھی[3]

ہندوستانی مذہبی کتابوں میں جہیز کی روایت کے اصول کا علم ہوتا ہے قدیم زمانے سے مروجہ یہ روایت دھیرے دھیرے نئے سماج کی لعنت بن گئی ہے اور یہ اتنی اختروار ہو گئی ہے کہ اس کے بغیر لڑکی کی شادی ہی ناممکن معلوم ہوتی ہے۔

---

[1] جے شنکر مشرا گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۱۵۱ سچاؤ : البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۴ [2] سنت رام البیرونی کا بھارت صفحہ ۲۰۰ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۶ [3] سچاؤ : البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۶

عورتوں کی حالت

ہندو معاشرے میں عورتوں کی عزت اور احترام رگ وید کے زمانے سے ہی قابل نمونہ اور قابل فخر رہا ہے گرہستہ زندگی میں عورت کا اہم مقام رہا ہے۔ کبھی عورت حکمراں کی شکل میں، کبھی دیو داسی کی شکل میں، کبھی پنڈت (عالم) کی صورت میں اور کبھی شاہی حکمراں کی شکل میں جانی جاتی ہے عرب سیاحوں نے سماج میں عورتوں کے وقار اور مختلف میدانوں میں ان کے حصہ لینے کا بیان کیا ہے جس سے عورتوں کی حالت پر اہم روشنی پڑتی ہے۔ ان بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورتوں کی حالت پر اہم روشنی ڈالی ہے۔ ان بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورتوں کی حالت قدیم زمانے میں ترقی یافتہ تھی لیکن وسطی زمانے میں ان کے وقار میں کمی آگئی تھی۔

البیرونی نے[1] میں عورتوں کی حالت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لڑکی کے برعکس لڑکے کا دھیان رکھا جاتا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سماج میں عورتوں کی حالت اچھی نہیں تھی۔ لڑکیوں کی بہ نسبت بیٹے کا ہونا خوش حالی اور عیش و آرام کا ذریعہ مانا جاتا تھا قدیم زمانے میں ہی نہیں جدید ترقی یافتہ سماج میں لڑکی کی حالت میں اہم تبدیلیاں ہوتی ہیں اور ہندوستانی حکومت نے ان کی حالت کو بہتر بنانے میں کامیاب کوشش کی ہے لیکن پھر بھی سماج میں عورت

---

[1] سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۸۱

Marfat.com

ہیں انحطاط ہے۔ وسطی زمانے میں معاشرے میں متعدد خراب رسوم، بچپن کی شادی ستی کی رسم وغیرہ نے جنم لیا تھا جس سے عورت کے وقار کو حد سے زیادہ صدمہ پہنچا تھا۔ وسطی زمانہ ایک بدلتا ہوا زمانہ تھا۔ اس تبدیلی سے عورتوں کی حالت میں بھی اہم تبدیلیاں ہوئیں۔ ڈاکٹر گھوشال اور ڈاکٹر آر۔ سی۔ مجمدار نے لکھا ہے کہ سماج عورتوں کی حالت اور ان کے جائداد کے حقوق کو دیکھتے ہوئے ان کا مقام ترقی پذیر معلوم ہوتا تھا۔[۱]

ہندوستان کے مذہبی ذرائع کی بنا پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑکا اور لڑکی دونوں کی پیدائش کے وقت طرح طرح کی تقریبات منعقد کی جاتی تھیں۔ لڑکی کے مقابلے میں لڑکے کی پیدائش پر خوشی اور زیادہ استقبال کیا جاتا تھا

عرب سیاح البیرونی نے بیواؤں کی حالت کا ذکر کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ مردہ آدمی کا کوئی جانشین ہے تو اسے اس کی بیوہ کو جب تک وہ زندہ رہتی ہے تب تک کھانا اور کپڑا دینا پڑتا ہے[۲] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سماج میں عورتوں کی حالت بہتر تھی۔ تبدیل شدہ زمانے میں شوہر کی موت کے بعد خاص طور سے بیوہ کے حقوق کو منظوری ملی اس طرح شوہر کی موت کے بعد خاص کر بیوہ ہی جانشین ہوتی تھی۔ کوٹلیہ نے البیرونی کی طرح بیوہ کو شوہر کی جائداد کا حصہ دار مانا ہے۔ کچھ مذہبی کتابوں نے بیوہ کے مردہ شوہروں کی جائداد کے حق میں انکار کیا ہے۔ ہندوستانی کتابوں سے ملتا جلتا بیان البیرونی

---

[۱] گھوشال اسٹرگل فار امپائر صفحہ ۴۰۸، ۴۰۹
[۲] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۶۴

کا ہے جس میں بیوہ کو مردہ شوہر کا حصہ دار مانا گیا ہے۔

عرب سیاح البیرونی کے زمانے میں ہندوستان میں عورتوں کے مردہ شوہر کے جانشین کو زندگی بھر امداد دینے کا قانون تھا دھیرے دھیرے بیواؤں کی حالت میں سدھار ہوا اور بیوہ کی شادی کا رواج ہوا تھا۔[1] ایک عقیدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اثر و رسوخ کے زیر اثر سماج میں بیوہ کی ازسرنو شادی کا چلن ہوا۔

قدیم زمانے میں عورتوں کا سیاست میں قابل لحاظ حصہ تھا۔ متعدد مثالیں ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورتوں نے حکمراں کی شکل میں حکمرانی کی ہے[2]۔ جاہمان اور گہڑوال نسل کی عورتوں نے آزاد حکومت کو چلایا[3]۔ چندیل خاندان کی رانیاں بھی عوام کے کاموں میں دلچسپی رکھتی تھیں ہری راج کی رانی پرتاپ دیوی اور گہڑوال راجہ جے چندر کی رانی وغیرہ کی اپنی شخصیت تھی جنہوں نے کامیابی کے ساتھ حکومت کا انتظام سنبھالا عرب سیاح سلیمان کے تذکرے سے بھی ہندوستان کے جزیروں میں عورتوں کے حکومت کرنے کی بات معلوم ہوتی ہے۔ اس سے نظام حکومت میں عورتوں کے حصہ لینے کی معلومات ہوتی ہے۔ کچھ عورتوں نے سرپرستوں کی غیر موجودگی میں خود انتظام حکومت چلایا یا سکندر کے حملے کی مدافعت مرد کے مقابلے میں انھی

---

۱ ایم۔ پی۔ سری واستو۔ سوسائٹی اینڈ کلچر ان میڈیول انڈیا صفحہ ۱۴۸

۲ میگستھنیز کے مطابق پانڈین ضلع پر حکومت عورتیں کرتی تھیں

۳ رُدما نیوگی۔ دی ہسٹری آف دی گہڑوالی ڈائناسٹی صفحہ ۲۲۸

۴ ڈاکٹر ایس کے۔ مترا: دی ارلی رولرز آف کھجوراہو ۱۹۵۸ء صفحہ ۱۷۷

شوہر کی موت کے بعد ست رنگ کی شہزادی نے کیا تھا۔ اسی طرح آندھر سات واہن خاندان کی راج ماتا ننیکا نے اپنے کم عمر لڑکے کے سبب خود نظام حکومت کی ذمہ داری سنبھالی تھی۔ واکاٹک خاندان کی رانی پربھاوتی گپتا نے بھی لڑکے کی کم عمری کے سبب خود حکومت کی تھی۔ متعدد عورتوں نے[1] نہایت عمدگی سے نظام حکومت چلانے کی مثالیں تاریخ میں ملتی ہیں۔ کشمیر کی سگندھا، ددّھا اور چالکیہ خاندان کی اکادیوی اور بیلا دیوی نے اپنے خاندان کا بڑی خود اعتمادی سے حکمرانی کا انتظام کیا تھا۔

عرب سیاحوں کے بیانات اور ہندوستان کی تاریخی کتابوں کے مطالعہ سے مکمل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستانی عورت بہادری دکھانے میں میدان جنگ میں مردوں سے کسی طرح بھی کم نہیں رہی ہے۔ متعدد بہادر حکمران عورتوں نے میدان جنگ میں دیش کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جانوں کی قربانی دی۔ اسی طرح سے خود حکومت چلانے میں بھی عورتوں نے تعجب خیز مثالوں کا ثبوت دیا۔

البیرونی نے عورتوں کی جائداد سے متعلق حقوق کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ لڑکے کی عدم موجودگی میں لڑکی حقدار ہوتی تھی[2] اسی طرح ہندوستانی مذہبی کتابوں نے عورتوں کے جائداد سے متعلق حقوق کے سلسلے میں لکھا ہے کوٹلیہ نے ایسی لڑکی جس کا بھائی نہ ہو کو جانشین ٹھہرا دیا ہے خواہ اسے کم ہی حصہ کیوں نہ ملے۔

عرب سیاحوں نے اس وقت کے سماج میں رائج پردے کی رسم پر

---

[1] انڈین انٹیکوائری حصہ ۶ صفحہ ۲۷۴

[2] جے شنکر مشرا: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۱۵۵

روشنی ڈالی ہے۔ ابوزید نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ ہندوستانی راجہ دربار میں اپنی رانیوں کو پردہ نہیں کراتے تھے نیز کوئی بھی غیر ملکی یا غیر متعارف شخص ان کو دیکھ سکتا ہے[1]۔ عرب سیاح کے بیان سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ ویدک دور میں پردہ کے رسم کا چلن نہیں تھا۔ عورتوں کو گھومنے پھرنے کی مکمل آزادی تھی لیکن کچھ زمانے کے بعد عورتوں کی آزادی پر پابندی لگا دی گئی اور انکی آزادی صرف گھر کے اندر محدود ہو گئی[2]۔ صرف شمالی ہند اور مہاراشٹر میں راجاؤں کی رانیاں کھلے شاہی دربار میں نہیں حاضر ہو سکتی تھیں[3]۔ ڈاکٹر الٹیکر نے لکھا ہے کہ قدیم مذہبی کتابوں اور سنسکرت ناٹکوں میں پردہ کے رسم کا بیان نہیں کیا گیا ہے[4]۔ ساتویں صدی میں ہندوستان کی سیاحت پر آنے والے سیاح ہیون سانگ نے لکھا ہے کہ اس وقت پردے کی رسم کا رواج نہیں تھا۔ ہرش کی بیوہ بہن راجیہ شری اپنے بھائی کے راجہ دربار میں بیٹھتی تھی[5]۔ چندیل کی رانی عوام کے کاموں میں خصوصی دلچسپی رکھتی تھی۔ بہت سی مورتی کلا میں رسم پردہ کی عکاسی کی گئی ہے جس کے نمونے دکھنی چندرا اور روپوتا محل کوکا کی مورتیاں ہیں[6]۔ ان بیانات کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ بودھ کے زمانے میں رسم پردہ کا رواج تھا گپت کال میں

---

۱ ایلیٹ: ہسٹری آف انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۱
ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۷۰

۲ پروفیسر اندرا: دی اسٹیٹس آف ویمن ان انشینٹ انڈیا صفحہ ۷۱-۶۸

۳ سی۔ وی۔ ویدیہ: میڈیول ہندو انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۸۸

۴ اے۔ ایس۔ الٹیکر: دی پوزیشن آف ویمن ان ہندو سولائزیشن صفحہ ۱۷۲

۵ اشوک کمار: انڈیا از ڈسکرائبڈ بائی عرب ٹریولرس صفحہ ۲۹ ۶ جرنل آف دی کلینگ ریسرچ سوسائٹی حصہ ۱ صفحہ ۳۴۰

Marfat.com

عورتوں کی تصویروں میں پردے کا چلن نہیں معلوم ہوتا ہے اس لئے اس سلسلے میں ڈاکٹر التیکر نے لکھا ہے کہ قدیم زمانے میں پردے کا رواج نہیں تھا[1] چچ نامہ میں محمد بن قاسم کے حملے سے متعلق تفصیلات میں عورتوں کے پردہ نہ کرنے کی سند ملتی ہے۔ سندھ کے راجہ داہر کی شکست کے بعد اس کی رانی رانی بائی نے کچھ فوجوں کے ساتھ ۷۱۲ء میں بہادری کے ساتھ محمد بن قاسم کی فوج سے جنگ کیا تھا اور قلعے کی حفاظت کی تھی[2]۔ اسی طرح نائکی دیوی نے اپنے بیٹے کو گود میں لے کر شہاب الدین سے جنگ کی تھی[3]۔ متعدد بہادر حکمراں عورتوں نے میدان جنگ میں ملک کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جانوں کی بھی قربانی دی۔ اس طرح بیشتر ثبوت سے یہ صاف ظاہر ہے کہ قدیم زمانے میں پردے کا چلن نہیں تھا لیکن مسلمانوں کے حملے کے بعد ان کے اثر کے نتیجے میں غالباً ہندو سماج میں پردے کا رواج شروع ہوا جبکہ مسلمانوں کے حملے سے قبل ہندوستان میں عورتوں کو مکمل طور سے آزادی حاصل تھی۔ کچھ لوگوں کے خیال کے مطابق یہ رسم ناقابل فراموش ہے جو کہ قدیم ہندو سماج کی تاریخ میں مشہود ہے[4]

---

[1] اے۔ ایس۔ التیکر۔ میڈیول ہندو انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۷۱

[2] ایلیٹ اینڈ ڈاوسن: ہسٹری آف انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۷۲

[3] ایم۔ پی۔ شری واستو: سوسائٹی اینڈ کلچر ان دی میڈیول انڈیا صفحہ ۸

[4] مس کوریا لیز بتھ: دی حرم اینڈ دی پردہ، لندن ۱۹۱۵ صفحہ ۱۰۲

سی۔ وی۔ ویدیہ: میڈیول ہندو انڈیا حصہ ۲ " ۱۸۸

ایس۔ ایم جعفر: سم کلچرل اسپیکٹس آف مسلم ان انڈیا " ۱۹۶-۲۰۱

ڈبلیو۔ این۔ لاء: اینشینٹ ہندو پالٹی "

جدید ترقی پذیر سماج میں عورتوں میں پردے کا چلن مکمل طور سے غائب ہو گیا ہے۔

عرب سیاحوں کے بیانات میں اس وقت کے سماج میں رائج ستی کی رسم پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ رسم انتہائی قدیم زمانے سے موجود تھی البیرونی نے اس سلسلہ میں لکھا گیا ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر مر جاتا ہے تو وہ کسی دوسرے شخص سے شادی نہیں کر سکتی ہے۔ بیوہ عورت کے لیے دو ہی راستے ہیں۔ زندگی بھر بیوہ رہنا یا اپنے کو جلا دینا آخر کار وہ دوسرے راستے کو ہی عمدہ سمجھتی ہیں کیونکہ وہ چاہتی ہیں کہ وہ یکا ارادہ کرلیں کہ ان میں سے کوئی بھی اتفاقاً ایسا کام نہ کر سکے جو انکے حاصل شدہ عزت واحترام ان کے برعکس ہو۔ ہندوستانی صرف زیادہ عمر کی عورتوں یا لڑکے والی عورتوں کو ہی اس کا مخالف مانتے ہیں کیونکہ لڑکا ماں کا ذمہ دار محافظ ہے[1]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ستی کی رسم اپنانے والی عورتوں کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا یونانی مورخوں نے بھی ستی کی رسم کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسٹریبو نے ٹکشلا کی عورتوں کے سلسلے میں لکھا ہے کہ وہ مردہ شوہر کے ساتھ چتا میں جل مرتی ہیں[2]۔ مسعودی رسم ستی کے سلسلے میں لکھتا ہے کہ ہندوؤں میں جب کوئی مرتا ہے تو اس کی بیوہ بھی زندہ جلا دی جاتی ہے جسے ستی ہونا کہتے ہیں لیکن جب عورتیں خود چاہتی ہیں تب ہی ستی ہوتی ہیں ورنہ انھیں نہیں جلایا جاتا ہے۔

---

[1] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۵

[2] میکرنڈل: انیشینٹ اکاؤنٹ آف انڈیا اینڈ چائنا صفحہ ۷۰-۶۹

Marfat.com

ان مرنے والوں کے ساتھ ان کے جانور، سامان اور زیورات وغیرہ بھی جلا دیے جاتے ہیں۔[۱]

گلہن کی راج ترنگنی میں مذکور ہے کہ شنکر ورمن کے مرجانے پر اس کی سریندر روتی نام کی بڑی رانی کے ساتھ تین رانیوں نے اپنے کو آگ میں جلا دیا تھا۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ راجپوت اور جنگجو طبقہ میں ستی کی رسم کا خصوصی تذکرہ ملتا ہے۔[۲] گہل خاندان کی دو رانیاں چتا میں جل کر ستی ہوگئی تھیں۔ نیپالی دستاویز سے معلوم ہوتا ہے کہ راجا دھرم دیو کے مرنے پر اس کی بیوی راجیہ وتی نے اپنے کو جلا دیا تھا۔[۳]

گھٹیالا کے کتبے میں راجپوت سامنت، راڑک کا ذکر کرتا ہے جس کی چتا کے ساتھ اس کی بیوی سمپل دیوی نے اپنی جان دے دی تھی۔[۴] اسی طرح بھانوگپت کے سپہ سالار گوپ راج کی بیوی نے شوہر کی موت کے بعد اپنے کو ستی کر لیا تھا۔ دستاویزی شہادتوں کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ ستی کی رسم کا چلن خاص طور سے شاہی گھرانوں اور اعلیٰ ذات میں زیادہ تھا لیکن دھیرے دھیرے اس کا چلن عام طبقہ میں بھی ہوگیا تھا۔

مسعودی کی طرح سلیمان نے بھی ستی کی رسم پر روشنی ڈالی ہے اس کے مطابق یہاں یہ قاعدہ ہے کہ جب راجہ مرجاتا ہے تب اس کے ساتھ

۱۔ مسعودی مروج الذہب حصہ ۲ صفحہ ۱۰ - ۵۹

۲۔ بے شنکر شرما، گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۱۹۵ - ۱۹۴

۳۔ انڈین انٹی کوئری حصہ ۹ صفحہ ۱۶۴ - ۳۵۰ - ۴۴۳

۴۔ پروگریس رپورٹ آف دی آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا ویسٹرن سرکل ۱۹۰۶ - ۰۷ - صفحہ ۳۵

Marfat.com

اس کی رانیاں بھی جل جاتی ہیں۔ لیکن یہ صرف ان کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے اس میں زور زبردستی کا استعمال نہیں ہوتا۔ البیرونی نے ان عورتوں کو بھی روشنی ڈالی ہے جو بیوہ ہونے کے بعد ستی نہیں ہوتی تھیں۔ یہ بات بیوہ کی مرضی پر ہوتی تھی کہ وہ ستی ہو یا پاکیزگی کی زندگی گزارے۔ بیوہ عورت کے لئے دو ہی راستے مشہور تھے یا تو وہ پاک دامنی کی حفاظت کرتے ہوئے پاکیزگی کی زندگی گزارے یا شوہر کی لاش کے ساتھ ستی ہو جائے۔ شوہر کی موت کے بعد عورت کو رنڈاپے کی زندگی گزارنی پڑتی تھی اسے دوبارہ شادی کی اجازت نہیں حاصل تھی۔[1] وسطی زمانے میں کچھ حاشیہ نگاروں نے اس کی تنقید کی ہے۔ آشوگھوش کے زمانے میں ستی کی رسم رائج تھی۔ عورت شوہر کی موت ہونے پر اس کی لاش کے ساتھ ہی چتا میں جل کر جان دے دیتی تھی۔ مذکورہ بحث کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ قدیم زمانے میں ستی کی رسم صرف اعلیٰ ذات کے طبقہ اور راج گھرانوں تک ہی محدود تھی۔ اگرچہ کبھی کبھی ستی کی رسم کی مخالفت کی گئی ہے لیکن صرف برائے نام۔ سماج میں ستی ہونے والی عورتوں کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ...... جدید ترقی پذیر سماج میں یہ خراب رسم ہر طرح اور مکمل طور پر ختم ہو چکی ہے۔[2]

عرب مصنفین نے ہندوستانی عورتوں کی حالت کا بیان کرتے وقت ان کی خوبصورتی کا بھی بیان کیا ہے۔ جاحظ عورتوں کی خوبصورتی کا بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ہندوستانی بہت خوبصورت اور شیریں گفتار ہوتے ہیں خاص طور سے ان کی عورتیں ان خوبیوں کے لئے مشہور ہیں۔

۱۔ سلیمان صفحہ ۵۰

۲۔ پروفیسر اندرا دی اسٹیٹس آف ویمن۔ ان اینشینٹ انڈیا صفحہ ۱۷

Marfat.com

خوبصورت شکل اور میٹھی بولی محبت سے ملنا۔ یہ سب باتیں سندھ کی عورتوں میں خاص طور سے ملتی ہیں۔ دکھنی حکومت سے زیادہ خوبصورت عورتیں ہندوستان میں کہیں نہیں ہوتی ہیں۔ ان عورتوں کو تافتیات دوکھن کی عورتیں، کہا جاتا ہے۔ یہ عورتیں دل کو خوش کرنے کے فن میں بہت زیادہ مشہور ہیں[۱]۔ دیول کے راجہ داہر کے تذکرے میں بلاذری نے لکھا ہے کہ اس جزیرے کو جزیرہ یاقوت (رتن دیپ) اس لیے کہتے ہیں کہ یہاں کی عورتیں بہت زیادہ خوبصورت ہوتی ہیں۔

مسعودی نے ہندوستانی عورتوں کے سلسلے میں لکھا ہے کہ ہندستانی عورتوں کا قد سات ہاتھ ہوتا ہے (سات ہاتھ کا مطلب سات بالشت ہے کیونکہ سات ہاتھ بہت زیادہ ہوجاتا ہے) پلکوں کے بال گالوں پر لٹکتے ہیں۔ آنکھ کے دیدے (پتلیوں) میں بجلی کی طرح چمک، گورا رنگ، بدن کی بناوٹ بہت سڈول۔ چوٹی اتنی لمبی کہ زمین کو چھوتی ہیں[۲]۔ بشاری مقدسی نے لکھا ہے کہ ملتان میں کوئی بھی عورت بازاروں میں بنی ٹھنی اور سنگار کیے نظر نہیں آتی ہے اور نہ ہی کوئی مرد اس سے کھلے عام بات چیت کرتے پایا گیا ہے[۳]۔ سلیمان نے تافن کی عورتوں کے سلسلے میں لکھا ہے کہ ان کا رنگ گورا ہوتا ہے اور وہ ہندوستان کی بہت زیادہ خوبصورت عورتیں ہوتی ہیں۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ کاسن نام کے مقام کی عورتوں کے بیٹے اور بیٹیاں دونوں خوبصورت ہوتی ہیں[۴]۔

۱۔ مسعودی مروج الذہب حصہ ۱ صفحہ ۳۸۴ ۔ ۳۸۳

۲۔ " " " ۲ " ۲۰۲ ۔ ۲۰۱

۳۔ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۲۹۸

۴۔ " " " حصہ ۲ صفحہ ۱۳۰ ۔ ۱۲۹

Marfat.com

عرب سیاحوں نے اس وقت کے معاشرے میں رائج طوائف بازی کا بیان کیا ہے۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ عورتوں کو من مانی کرنے پر سزا دینے میں ہندو بہت زیادہ سخت نہیں اس طرح اس میں قصور راجہ کا ہے ویشیا کا نہیں[1]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ البیرونی کے آمد کے وقت طوائف بازی کی کھلی چھوٹ نہیں تھی لیکن اس کا رواج ضرور تھا ۸۶۷ء میں جس وقت ابوزید ہندوستان سیاحت کرنے آیا تھا اس نے لکھا ہے کہ انڈبیر دیپ (جزیرہ) میں بازار وعورتوں کے سورتوں کی عورتیں کہتے ہیں جن کی پیدائش کی جگہ مندر ہوتے ہیں اور یہ عورتیں خوبصورت لڑکی کو جنم دے کر مندر میں سورتی کے حوالے کردیتی ہیں۔ نوجوانی میں قدم رکھنے پر ان دیوداسیوں کے لیے بازار میں ایک گھر بنایا جاتا ہے اس میں پردہ لٹکا کر لڑکی کو بازار میں اس میں بٹھایا جاتا ہے تاکہ جب کوئی اجنبی یا دوسری ذات کا نووارد شخص اس کے پاس جائے تو وہ (لڑکی) اس سے طے شدہ دھن دے کر اسے مطمئن کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سماج میں دیوداسی کی شکل میں طوائف بازی کی حوصلہ افزائی حاصل تھی[2]۔ قدیم زمانے میں طوائفوں کا مقام سماج میں دیگر عام عورتوں سے بلند تھا۔ گانے بجانے اور سنگیت کے رسیا لوگ طوائفوں کی جانب کھنچے رہتے تھے۔ دیوداسی رسم کے چلن کے ثبوت متعدد مقامات پر دکھائی پڑتے ہیں حدود العالم کے مصنف نے (۹۲۸-۹۲۸ء) لکھا ہے

---

۱ سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۳۰-۱۲۹

۲ ابوزید صفحہ ۱۳۰-۲۹

کرنی بان کے مندر میں ناچنے والی عورتوں کی تعداد تین تھی جس کا بنیادی کام مندر کی مورتی کے چاروں طرف رقص کرنا تھا[1] گجرات کے سومناتھ کے مندر میں، جس میں تین سو رقاصائیں تھیں ڈاکٹر وی۔ این۔ گھوشال نے اس سلسلہ میں لکھا ہے کہ گجرات کے چار ہزار مندروں میں رہائش پذیر رقاصاؤں کی تعداد تقریباً بیس ہزار تھی۔ وہ روزانہ ہی ناچنے گانے کا کام کرتی تھیں اور دیوتا کو کھانا کھلاتیں اور پھول چڑھاتی تھیں[2]۔

عرب مصنف القزوینی نے اپنی کتاب آثار البلاد میں بیان کیا ہے کہ تیرھویں صدی کے دوران پانچ سو لڑکیاں سومناتھ کے مندر میں تھیں جن کا بنیادی کام مندر کے دروازے پر ناچ گانا کرنا تھا[3]۔

ڈاکٹر گھوشال کے مطابق ادبی شہادت اور دستاویزوں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ دیوداسیوں کا مندر کو چلانے میں بڑا ہاتھ تھا[4]۔ ناچنے گانے کے ذریعہ حاصل شدہ دولت راجہ کو ملتی تھی جس کو وہ فوجی کام میں خرچ کرتا تھا[5] وہ آگے لکھتا ہے کہ یہ راجہ کی اجازت تھی لیکن حقیقت میں ایسا نہیں تھا۔ سماج کے ٹھیکیداران کو سزا دینے میں سخت نہیں تھے اس میں دلیش کے

---

[1] پروسیڈنگس آف دی انڈین ہسٹری کانگریس ۱۹۲۹ء صفحہ ۶۶۷

[2] وی این گھوشال: دی اسٹرگل فار امپائر صفحہ ۹۵-۹۶م

[3] ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن: ہسٹری آف انڈیا حصہ ا صفحہ ۹۸

[4] گھوشال: اسٹرگل فار امپائر صفحہ ۹۵م

[5] سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۷

لوگوں کا قصور نہ ہو کر راجہ کا قصور تھا کیونکہ وہ راجاؤں کی تفریح اور حصول دولت کا ذریعہ تھیں۔ ان کی آمدنی پر ٹیکس لگایا جاتا تھا جس سے فوج کا انتظام ہوتا تھا[1]۔ رقاصاؤں کے ذریعہ ٹیکس دیئے جانے پر مشتمل البیرونی کے بیان کی تصدیق کوٹلیہ کے "ارتھ شاستر" سے بھی ہوتی ہے جس میں طوائفوں کو اپنی آمدنی کا ۱/۱۵ حصہ سرکاری ٹیکس کی شکل میں دیئے جانے کی بات کہی گئی ہے۔

گیارھویں بارھویں صدی میں شمالی ہند کے ہندو سماج کی عمومی خصوصیت طوائف بازی تھی۔ یقینی طور پر ہندوستان کے وسطی شہروں میں کافی تعداد میں طوائف رہتی تھیں۔

عرب سیاحوں کی تفصیلات سے قدیم زمانے میں رائج مندروں میں دیوداسی کی رسم پر روشنی پڑتی ہے۔ قدیم ہندوستانی کتابوں میں بھی دیوداسی کا بیان کیا گیا ہے۔ دیوداسیوں کے سلسلے میں وی بی مجمدار نے لکھا ہے کہ عورتوں کا ایک علیحدہ طبقہ تھا جو دیوداسی کہلاتا تھا اور جن کی رہائش مندروں میں تھی[2]۔ چینی سیاح ہیونگ سانگ نے ملتان کے سوریہ مندر میں دیوداسیوں کے رہنے کا بیان کیا ہے[3]۔ دستاویزوں میں دیوداسیوں کا یہاں وہاں حوالہ ملتا ہے۔ چیاہمن خاندان کے چوجاتل دیو اپنے راج درباروں کے ساتھ سوشاہ دیو مندر کے جشن میں شامل ہوتا تھا جہاں دیوداسیاں رقص کرتی رہتی تھیں۔

---

[1] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۷

[2] وی بی مجمدار دی سوشیو اکنامک ہسٹری آف ماڈرن انڈیا صفحہ ۳۷۱

[3] واٹرس: حصہ ۲ صفحہ ۲۵۴

Marfat.com

عرب مصنفین کے بیانات اور ہندوستانی کتابوں کی شہادت سے مکمل طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ہندوستان میں دیوداسی کی رسم کا چلن تھا اور اس رسم کے نام پر پیشہ طوائف کا رواج تھا اس کے برعکس کئی مقامات پر پیشہ طوائف کی مخالفت بھی کی گئی۔ البیرونی متعدد موصولہ شہادتوں کی بنیاد پر لکھتے ہیں کہ یہ سچ ہے کہ برہمن اس رسم[1] کے خلاف تھے اور رقص کی تعلیم گاہوں کی مخالفت کرتے تھے۔ اسی طرح کی شہادت میواڑ کے جوجل دیو کی دستاویز سے ملتی ہے جس میں راجہ کے ذریعہ رقص بازی کے روکے جانے کی بات کہی گئی ہے[2] دیوداسی رسم کے نتیجے میں دیش کے لوگوں میں بدکرداری آگئی تھی۔ اس رسم کا خاص طور سے اثر حکمراں اور فوجی طبقہ پر تھا۔

قدیم زمانے میں عورت کی پاکیزگی کو خصوصی اہمیت دی گئی تھی۔ بدچلن عورتوں کو طرح طرح سے سزا دینے کا دستور تھا۔ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو چھوڑ کر دوسرے مرد کے ساتھ صحبت کرے تو اسے راجہ عوام کے سامنے کتوں سے کٹواتا تھا۔ عرب سیاح البیرونی نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ بدچلن عورت کو شوہر کے گھر سے نکال دیا جاتا ہے[3]۔ ابن فقیہ، ابن خرداذبہ، سلیمان، اور ابن رستا نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ ہندستان کے

---

۱ ڈی۔ پی مجومدار دی سوشیو اکنامک ہسٹری آف ماڈرن انڈیا صفحہ ۱۷۳

۲ ڈی پی مجومدار دی سوشیو اکنامک ہسٹری آف ماڈرن انڈیا صفحہ ۳۷۳

۳ سچاؤ۔ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۷

Marfat.com

لوگ ناجائز قابل مذمت ہمبستری سمجھتے ہیں لیکن کمار کاراجہ اسے حرام (مذہبی نقطہ نظر سے گناہ کا کام) مانتا ہے[1] نویں صدی عیسوی کے عرب سیاح سلیمان نے لکھا ہے کہ اگر ہندوستان میں کوئی مرد یا عورت ناجائز ہمبستری کرتا ہے تو مرد یا عورت کو موت کی سزا دی جاتی ہے اگر صرف مرد نے کسی عورت سے ناجائز طور پر صحبت کیا ہے تو مرد کا جرم ثابت ہونے پر اسے موت کی سزا دی جائے گی اگر عورت مرد دونوں کی مرضی سے حرام کاری کی گئی ہے تو دونوں کو موت کی سزا دی جاتی ہے۔[2] سلیمان کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم سماج میں غیر قانونی ہمبستری کے سلسلے میں کڑے قانون لاگو ہوتے تھے۔ بشاری مقدسی نے لکھا ہے ملتان میں ناجائز حرام کاری بالکل نہیں ہے ایسا کرنے سے اس مرد کو موت کی سزا دی جاتی ہے۔

عرب سیاحوں کے بیانات اور ہندوستانی شہادتوں کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ قدیم زمانے میں سماج کے اندر عورتوں کی عزت تھی ان کے خلاف غیر اخلاقی کردار کا سلوک کرنے والوں کو بے عزت اور بری نگاہ سے دیکھا جاتا تھا

---

[1] سلیمان صفحہ ۵۳

[2] ایکرنڈل انشینٹ اکاونٹ آف انڈیا اینڈ چائنا صفحہ ۴۳

سماجی زندگی میں تعلیم

انسانی زندگی کی ہمہ جہتی ترقی میں تعلیم کا بلند کردار رہا ہے سیاحوں کی تفصیل سے ہندوستانیوں کی علوم وفنون کے میدان میں خصوصی دلچسپی کا علم ہوتا ہے۔ ان کی خبروں سے قدیم تعلیمی نظام کے تحت مختلف موضوعات پر روشنی پڑتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے مختلف تعلیمی مرکزوں کا بھی بیان کیا ہے جس سے مکمل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ہندوستان مذہب اور سیاست کے ساتھ ساتھ تعلیم کے میدان میں بھی آگے تھا۔ میسوپوٹامیہ مصر، یونان، ایران، عرب وغیرہ ملکوں میں جب وقت عالم علم کی تلاش میں سرگرداں تھے اور شہرت حاصل کر چکے تھے۔ اس وقت ہندستان کی سرزمین پر بھی متعدد عالموں اور ماہروں نے بھی اپنی انتھک محنت کے ذریعہ ہندوستان کو ترقی کی طرف بڑھایا۔ عرب سیاحوں نے بھی ہندوستان میں ماہروں اور عالموں کی زیادہ تعداد کا بیان کیا ہے ساتھ ہی اتنا زیادہ تر وقت ادب کی ترقی میں گزارنے والے عالموں کی خوب خوب تعریف کی ہے البیرونی ان کی شہرت کا بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ سائنس کی مختلف قسموں میں وسیع ہندو کرتے ہیں اس کا ادب لامحدود ہے۔ میں ان سبھی علوم کو سمجھنے میں قاصر رہا۔ اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان میں مختلف موضوعات کی سبھی کتابوں کا مطالعہ کسی ایک شخص کے لئے مشکل کام تھا۔

۱؎ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۵۹

Marfat.com

عرب سیاح جاحظ نے ہندوستانیوں کو تعلیم کے میدان میں دل چسپی رکھنے کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہندوستان کے لوگ جوتش اور علم ریاضی کے علم میں بڑھے ہوئے ہیں اور ان کا ایک خصوصی رسم الخط ہے۔ علاج و معالجہ میں بھی وہ آگے ہیں اور اس علم کے حیرت انگیز راز جانتے ہیں۔ ان کے پاس وبائی امراض کی مخصوص دوائیں ہوتی ہیں۔ ان کے یہاں مختلف قسم کے رسم الخط رائج ہیں شاعری کا ذخیرہ ہے۔ خطابت کا بھی حصہ ہے۔ فلسفہ ادب اور اخلاق کے علوم بھی جانتے ہیں خیال اور فکر کے فن میں ماہر ہیں۔ ریاضی، جوتش اور زہر کو بیکار کرنے والے منتر جانتے ہیں[۱]۔

مشہور مورخ، عالم یعقوبی ہندوستانیوں کے سلسلے میں لکھتا ہے کہ ہندوستان کے لوگ عقلمند اور فکر پذیر ہیں اور نتیجہ خیز جوتش میں ان کی باتیں سب سے ٹھیک نکلتی ہیں۔ ان کے اصول انھیں کی فکر انگیزی کا نتیجہ ہیں جس سے یونانیوں اور ایرانیوں تک نے فائدہ اٹھایا ہے۔ میڈیکل سائنس میں ان کا فیصلہ سب سے آگے ہے۔ بحث اور فلسفہ میں بھی مختلف کتابیں لکھی گئی ہیں[۲]۔

ابو زید کے مطابق ہندوستان کے عالم لوگ برہمن کہلاتے ہیں ان میں شاعر بھی ہیں جو بادشاہوں کے درباروں میں رہتے ہیں، جوتشی، فلسفی، فال کھولنے والے (نتیجہ بتانے والے) اور اندرجال جاننے والے (بازی گر) بھی ہیں۔ یہ لوگ قنوج میں

---

[۱] جاحظ صفحہ ۸۱ (مصر)

[۲] تاریخ ابن ماجہ یعقوبی حصہ ۲ صفحہ ۱۰۵ (لیڈن)

زیادہ ہیں۔ جو جوج (جُرج) کے راجہ ہیں ایک بڑا شہر ہے[1]
عرب سیاحوں کے بیان سے اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ اسوقت
کے ہندوستانی سماج میں ہندوستان کے لوگ متعدد علوم وفنون کا علم
رکھتے تھے۔

عرب سیاحوں نے مختلف ہندوستانی علوم وفنون جیسے ریاضی
جیوتش، تحفیتر، منتر، طبقات الارض، اندرجال (جادو) خطابت
طب، تیمارداری، علاج ومعالجہ بحث ومباحثہ، (مناظرہ) عدالت و
وکالت، فلسفہ وغیرہ کا علیحدہ علیحدہ بالتفصیل بیان کیا ہے۔ اس نے
مختلف علوم سے متعلق علماء کے نام بتائے ہیں

البیرونی نے علوم وفنون کے مختلف موضوعات اور مختلف کتابوں کا
تذکرہ کیا ہے۔ اس نے چاروں ویدوں، اٹھارہ پرانوں (पुराण)
میں اسمرتوں، راماین، مہابھارت، پتنجلی کی گرنتھ، کپل کی نیائے بھاشا
جیمنی کی میمانسا، برہسپتی کی لوکات، اگستیہ کی اگستیمت، ہستی دیو
اور اگر بھوتی کی ششا ہستی، لورش کا ریاضی سے متعلق "سدھانت"
براہمبر، آریہ بھٹ وغیرہ کے مختلف موضوع پر خیالات اور کتابوں کا
ذکر کیا ہے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ہندوستانی سماج میں
رنگارنگ موضوعات کی تعلیم دی جاتی تھی[2]۔

ریاضی:- عرب سیاحوں نے ہندوستانیوں کی علم ریاضی میں دلچسپی
ہونے کا بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں جاحظ نے لکھا ہے کہ ہندستانی

---

1. ابوزید: سفرنامہ صفحہ ۱۴۷
2. جے شنکر مشر: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۳۰۷

Marfat.com

لوگ ریاضی میں بہت آگے ہیں[1]۔ اس طرح کا بیان البیرونی نے بھی دیا ہے اس کے مطابق ہندیوں کے لین دین کے کام میں جو دس سو سے بھی آگے جاتے ہیں وہ ہندوسے ہیں۔ کم سے کم اپنی ریاضی کی خصوصی تعریفوں میں یہ بات آزادانہ طور پر بیان کی گئی ہیں یا انھیں مقررہ اصلیت کی بنیاد کے مطابق ترقی دی گئی ہے جبکہ دونوں طریقے ایک دوسرے کے مکمل کرنے والے ہیں[2]۔

عرب سیاحوں کا قول ہے کہ انھوں نے ایک سے نو تک کے ہندسے لکھنے کا طریقہ ہندوؤں سے سیکھا ہے اسی وجہ سے عرب والے ان آنکوں کو ہندسہ اور اس نظام کو حساب ہندی یا ہندی حساب کہتے ہیں۔

یعقوبی نے لکھا ہے کہ نو تک کی گنتی کی بنیاد پر ہر طرح سے سبھی سوال حل کئے جاسکتے ہیں جیسے کہ ایک سے دس، سو، ایک ہزار ایک لاکھ اور ایک کروڑ تک بنتا ہے۔ اسی طرح دو سے بڑھ کر بنیں دو سو دس ہزار، دو لاکھ اور دو کروڑ بن جاتا ہے۔ حقیقت میں ایک کا خانہ دس سے اور دس کا سو سے مشہور ہے۔ خانہ خالی ہو جانے پر اس میں صفر رکھ دیا جاتا ہے[3]۔

قاضی سعد اندلسی کا اندازہ ہے کہ شطرنج کی چال سے نو تک کی گنتی ہندوستان سے ہی مختلف مقامات پر پہنچی ہے[4]۔

---

[1] جاحظ: صفحہ ۸۱-۸۰ [2] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ا صفحہ ۱۷۴
[3] یعقوبی صفحہ ۹۳
[4] قاضی سعد اندلس صفحہ ۲۱

جاحظ نے ہیرداج، خطوط لسمبول، عدد، لفظوں کا استعمال کیا ہے
ہیرات سے مراد ہیا سنگھ، خطوط صفر، لسمبول ایک سے نو تک اور
عدد کا مطلب دس سے آخر تک ہے[1]

مذکورہ بالا بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندستانی ہندسوں —
(اعداد) کا پرچار ہندوستان سے شروع ہو کر عرب پہنچا اور وہاں سے
یوروپ گیا کیونکہ یوروپ کے باشندوں نے ہندسوں کا استعمال عرب
والوں سے سیکھا تھا۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ ۱۳۶ھ ہجری میں سندھ
سے ایک سدھانت (ریاضی) کا عالم پنڈت بغداد میں منصور کے
دربار میں گیا تھا۔ اسی سے عربوں نے ہندسوں کا استعمال سیکھا۔
اس سے قبل عربیہ والے گنتی لفظوں میں لکھتے تھے۔

اندلس میں ہندستانی ہندسوں کو حساب الغبار (سنسکرت میں
دھول کرم) کہتے ہیں۔ قدیم زمانے میں ہندستانی ان ہندسوں کی
تعلیم دھول یا زمین پر لکھ کر دیتے تھے۔ ممکن ہے کھریا مٹی کا استعمال
حساب دار (رتھمیٹک) کے سوال سمجھانے اور لکھنے میں تب بھی کیا
جاتا رہا ہوگا۔ اس وجہ سے بھی اسے دھولی کرم کا نام دیا
جا سکتا ہے۔

جدید زمانہ میں کبھی کبھی گاؤں کی پاٹھ شالاؤں اسکولوں
میں اس کا چلن موجود ہے[2]۔ یہ جان کر تعجب ہوتا ہے کہ قدیم زمانے
ہندوستانی حساب کا شہرہ غیر ممالک میں ہونے لگا تھا اور اس طرح

---

۱ جاحظ، برہان صفحہ ۲۰۶ اکتوبر ۱۹۶۱ء

۲ سلیمان ندوی تجارت عرب کے سمبندھ مترجم رامچندر صفحہ ۱۱۰

ہندوستانیوں کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تھی قاضی سعد اندلسی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مشہور مسلمان حکیم اور فلسفی بوعلی سینا نے ۱۰۱۵ء میں اپنے عہد طفولیت میں ہندوستانی حساب ایک کنجڑے سے سیکھا تھا۔[۱]

علم طبقات الارض

مسعودی نے لکھا ہے کہ برہمن حکمراں کے زمانے میں عالم و فاضل لوگوں کا راج تھا جس کی مدد سے کانوں سے لوہا نکالا جاتا تھا۔[۲] عرب سیاحوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ہندوستان میں علم طبقات الارض عالم موجود تھے۔

علم طب

عرب سیاحوں نے ہندوستان میں علم طب اور اس کے مشہور طبیبوں (ویدوں) پر روشنی ڈالی ہے جو ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ غیر ممالک میں بھی شہرت حاصل کر چکے تھے ہندوستانیوں کی دلچسپی علم طب میں خاص طور پر تھی۔ مسعود عرب عالموں نے ہندوستانی طب سے متعلق کتابوں کا ترجمہ عربی میں کیا ہے۔ مسعودی نے اس سلسلے میں لکھا ہے ہندوستانی "طب" علاج میں بہت آگے ہیں۔[۳] جاحظ نے لکھا ہے ہندوستانیوں کی خصوصیت خوفناک امراض

۱۔ قاضی سعد اندلسی: طبقات الامم صفحہ ۴۹ (بیروت)

۲۔ مسعودی: مروج الذہب صفحہ ۱۵۱، ۱۴۹، ۱۴۸

۳۔ مسعودی: مروج الذہب صفحہ ۱۶۴

سے دواؤں کا علم اور مرض کو دور کرنا ہے[1]۔

عرب سیاحوں نے ہندوستانی ویدوں (طبیبوں) اور ان کے ذریعہ لکھی گئی کتابوں کا بیان کیا ہے جو درج ذیل ہے۔

سسٹروں (سشوترت)، مرض کو ختم کرنا، امراض کی نشانیاں اور طب سے متعلق ایک مشہور کتاب ہے جس کا سنسکرت میں نام سوترت ہے اور یہ ایک مشہور وید (حکیم) کا نام ہے۔ یحییٰ بن خالد برمل کے حکم پر منکا یا مانکہ نے اس کا ترجمہ فارسی میں کیا تھا۔

ایک کتاب چرک کی ہے جو ہندوستان میں علم طب کا بہت بڑا جانکار اور رشی ہوا ہے سب سے پہلے اس کا ترجمہ فارسی میں پھر بعد میں عبداللہ بن علی نے فارسی سے عربی میں کیا ہے[2]۔

یعقوبی نے ایک کتاب کا نام "ندان" بتلایا ہے جس میں صرف چار سو مرضوں کی علامتیں اور علاج کا بیان ہے[3] اس میں ایک جڑی بوٹی کے دس دس نام دیئے ہیں۔ اس کتاب کا عربی ترجمہ منکا نے سلیمان بن اسحاق کے لیے کیا تھا[4]۔

ایک کتاب ہندوستانی اور یونانی دواؤں سے متعلق ہے جس میں مختلف ٹھنڈی اور گرم دواؤں کا بیان کیا گیا ہے۔ دواؤں کے اثرات اور مختلف موسموں میں دواؤں کے فرق کا تذکرہ کیا گیا ہے

---

[1] جاحظ۔ صفحہ ۸۱ - ۸۰

[2] ابن ندیم؛ صفحہ ۳۰۳

[3] یعقوبی؛ حصہ ۱ صفحہ ۱۰۵

[4] ابن ندیم صفحہ ۳۰۳

Marfat.com

اس کتاب کا بھی عربی میں ترجمہ ہوا تھا۔[1]

ابن ندیم نے ایک کتاب کا نام استان گر لکھا ہے جس کا ابن دہن نے کیا تھا۔

ایک کتاب کا نام ابن ندیم نے سند ستارک اور یعقوبی نے سنگھشان" بیان کیا ہے۔ اس کا مطلب عربی میں خلاصہ کامیابی (جس کے ذریعہ کامیابی ثابت ہو) اور سنسکرت میں اس کا معنی " سیدھی استھان" ہے اس کتاب کا ترجمہ عربی میں ابن دہن نے کیا تھا۔[2]

کوسا نام کی ایک وید عورت نے عورتوں کے امراض کے سلسلے میں طب کی ایک کتاب کا بیان کیا ہے اس کے علاوہ ایک کتاب حاملہ عورتوں کے سلسلے میں اور ایک نشہ آور اشیاء کے سلسلے میں بھی ہے۔[3]

مسعودی نے علم طب سے متعلق ایک کتاب کا بیان کیا ہے جس کے تحت بیماریوں کے اسباب، علاج دواؤں کی پہچان اور جڑی بوٹیوں کی تصویریں بنائی گئی ہیں۔[4]

عرب سیاحوں نے ہندوستانی لوگوں کی علم طب کے سلسلہ میں دلچسپی ہونے کا بیان کیا ہے اور ان کی علمیت کی حد سے زیادہ

---

[1] یعقوبی حصہ ۱ صفحہ ۱۰۵

[2] ابن ندیم صفحہ ۳۰۳ یعقوبی حصہ ۱ صفحہ ۱۰۵

[3] یعقوبی حصہ ۱ صفحہ ۱۰۵

[4] مسعودی مروج الذہب حصہ ۱ صفحہ ۱۶۲ (پیرس)

Marfat.com

تعریف کی ہے اس میدان میں صرف مرد ہی نہیں عورتیں بھی دعلم رکھتی تھیں ویدوں (طبیبوں) کی علمیت کے سبب ان کا احترام عرب ممالک میں بہت زیادہ بڑھ گیا تھا۔ ابن ندیم نے سنکا جیسے مشہور وید (طبیب) کا ذکر کیا ہے جو ہندوستان سے بغداد بلایا گیا تھا۔ اس کے علاج سے خلیفہ ہارون رشید مکمل طور پر صحتمند ہوگیا تھا اور اس نے خوش ہوکر وید کو مختلف نذرانے دے کر سلطنت کے شعبہ ترجمہ میں اس کی تقرری کر لی تھی۔[1]

اسی طرح صالح بن بہلہ نام کے مشہور وید نے ہارون رشید کے بھائی کو جو بے ہوش ہوگیا تھا اور سب وید سمجھ رہے تھے کہ یہ اس نے دنیا خاتمہ پالیا ہے، مناسب علاج کرکے زندہ کر دیا تھا[2] اس کو برمکیوں کے اسپتال میں مترجم کے عہدے پر فائز کر دیا گیا تھا[3] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ہندوستانی ویدوں کی شہرت ہندستان میں ہی نہیں بلکہ غیر ممالک میں بھی مکمل طور پر پھیل گئی تھی۔

خوارزمی نے ہندوستانیوں کی مویشیوں کے علاج کے سلسلے میں واقفیت کا بیان کیا ہے۔[4]

قواعد

البیرونی نے مشہور قواعد کے عالم کا ذکر خصوصیت کے ساتھ

---

[1] ابن ندیم صفحہ ۲۴۵

[2] تاریخ الاطبا حصہ ۲ صفحہ ۳۵ (مصر)

[3] ابن ندیم صفحہ ۲۴۳

[4] خوارزمی: مفاتیح العلوم صفحہ ۱۸۶

Marfat.com

کیا ہے پنجاب کے راجہ آنند پال کے گرو (استاد) تھے۔ ان کے ذریعہ لکھی گئی کتاب ششیا مناورنی ہے جسے اس نے کشمیر بھیجا تھا جہاں پر اس کتاب نے بہت زیادہ مقبولیت حاصل کی تھی۔ البیرونی نے ہندستانی قواعد کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ایک ایسی بنیاد ہے نکلی ہوئی شاخ ہے جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہے[1] اور سنگ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ اس کے مطابق کاشکا ورتی " اور " نیت جلی " کی عظیم زبان کا چار یا برسوں میں مطالعہ مکمل کیا جاتا تھا اور جس کا مطالعہ کرنے کے لئے غیر ملکیوں کو انتھک محنت کرنی پڑتی تھی۔

علم کیمیا (...)

علم کیمیا کے میدان میں ہندستانیوں کی خصوصی دلچسپی تھی البیرونی نے مشہور علم کیمیا کے ماہر ناگ ارجن کا ذکر کیا ہے وہ البیرونی سے سو برس قبل ہوا تھا اس نے اپنی کتاب کے اندر علم کیمیا کے تمام خلاصوں کا بیان کیا ہے لیکن یہ کتاب نایاب ہے[2]۔ البیرونی کے ذریعہ موصوف ناگ ارجن کو بڑی اور معلوم ہوتا ہے کیونکہ واٹرس نے مشہور ناگ ارجن کا زمانہ تیسری صدی بتایا ہے۔ کوچہ تھودے نے ناگ ارجن کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ناگ ارجن اپنے زمانے کا عالم تھا۔ اس نے جیوتش، دوا وغیرہ متعدد موضوعات پر مختلف کتابوں کی تخلیق کی ہے[3]۔

---

[1] سکاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ا صفحہ ۱۳۲ [2] سکاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ا، صفحہ ۱۸۹ [3] انڈین ہسٹری کوٹری ۱۹۰۸، صفحہ ۲۰۹ [4] اے بی کوتھ دی کلور بز گد ھیہ صفحہ ا۸۹

اس طرح البیرونی اور دوسرے علماء کی تفصیلات کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ نویں صدی قبل مسیح تک ہندوستان میں سائنس کے میدان میں حیرت انگیز ترقی ہو چکی تھی۔ اس کا مطالعہ ہندوستانی زندگی کا جزو لاینفک بن گیا تھا

جادو

یہ ہندوستان کا بہت زیادہ مشہور اور قدیم علم ہے عرب سیاحوں کے بیانات اور دیگر عربی کتابوں میں اس دلش کے کرتبوں اور بازی گروں جادوگروں کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس سلسلے میں ابن ندیم لکھتا ہے ہندوستانیوں کا جادو اور دوسرے منتروں پر بہت زیادہ یقین ہے وہ توہم (مسمریزم) کے واقف کار ہیں۔ اس علم سے متعلق متعدد کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہوا تھا۔[1] مقدسی نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں جادوگری کا بہت زیادہ چرچا ہے۔ ہر ایک جانب جادوگری کا پھیلاؤ ہے

جیوتش شاستر (علم نجوم)

ہندوستانی باشندے جیوتش (علم نجوم) کے سلسلے میں قدیم زمانے سے خصوصی طور پر دلچسپی رکھتے تھے۔ یہاں کے جیوتشوں (نجومیوں) کی تعریف کرتے ہوئے یعقوبی اور جاحظ نے ہندوستانیوں کے سلسلے میں لکھا ہے یہ جیوتش (علم نجوم) کے زبردست عالم ہیں نیز ہر ایک موضوع پر جانکاری ہوتی ہے خاص طور سے جیوتش (نجوم) میں ان کے قول سب سے زیادہ حقیقت پر مبنی اور صحیح ہوتے ہیں۔ ہندوستانیوں کے

---

[1] ابن ندیم: الفہرست صفحہ ۳۰۹

جیوتش (علم نجوم) سے متاثر ہو کر عرب سیاحوں نے اس کا پرچار عرب دیش میں کیا ہے۔ عرب کے خلیفہ منصور جیوتش (علم نجوم) سے خصوصی دلچسپی رکھتے تھے۔ اس کے دربار میں سندو جیوتش (علم نجوم) تھے جنھوں نے اس علم سے متعلق بہت سی کتابوں کا ترجمہ کیا تھا۔

جیوتش (علم نجوم) کے عالموں میں سر شہور کنکا پنڈت تھے۔ اسی نام سے ایک مشہور وید ہوا تھا۔ ابن ندیم نے اس کی چار کتابوں کا تذکرہ کیا ہے جو حسب ذیل ہیں[1]۔

۱۔ کتاب النمودار فی الاعمار

۲۔ کتاب اسرار المولید

۳۔ کتاب القرآنات الکبیر

۴۔ کتاب القرانات الصغیر

ابن ابی اصیبعہ نے ان کتابوں کو آیورویدکی کتاب کی حیثیت سے درج کیا ہے۔ ابن ندیم نے اسے جیوتش شاستر (علم نجوم) کی کتاب تسلیم کیا ہے۔ ممکن ہے اس میں دونوں موضوع موجود ہوں۔ ابن ابی اصیبعہ نے اس کی دیگر دو کتابوں کے نام درج ذیل بتائے ہیں[2]۔

۱۔ کتاب فی التوهم (سحر زہر کے سلسلے میں)

۲۔ کتاب فی احداث العالم الدور فی الکش

دنیا کے حادثوں اور گرہنوں کی لگنوں میں گردش

ابن ندیم نے ہندوستانی جیوتشوں (نجومیوں) کے نام گنائے ہیں۔

---

[1] ابن ندیم صفحہ ۲۷۰

[2] عیون الانباء فی طبقات الاطباء حصہ ۲ صفحہ ۳۲ (مصر)

Marfat.com

(۱) جودر ہندی کی کتاب کتاب الموالید

(۲) نہک مانانک۔ ہندی کی کتاب (کتاب الموالید الکبیر)

ابن ندیم نے ہندستان کی ایک ایسی کتاب کا ترجمہ عربی میں کیا تھا جس کے اندر ہتھیلی کی لکیریں دیکھ کر حال بتایا جاتا تھا[۱] جوتش (نجوم) میں خاص دلچسپی رکھنے والا عرب سیاح البیرونی خود جوتش (نجوم) کا جید عالم تھا۔ اس کے علاوہ شیخ محمد بن اسماعیل تونخی نامی ایک غیر ملکی ہندوستان میں علم نجوم (جیوتش) کو سیکھنے کے لیے آیا تھا۔ اس سے اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ہندوستانیوں کے علم نجوم کا تذکرہ غیر ملکوں میں بھی پھیلا تھا۔ اس سے متاثر ہو کر بہت سے غیر ملکی اس علم کا مطالعہ کرنے کے لیے ہندوستان آئے تھے۔

تخمیر کا علم

قاضی سعد اندلسی نے لکھا ہے کہ ہندستانی تخمیر کا علم بخوبی رکھتے ہیں[۲] ہندوستان کے عالم زیادہ تر چیزیں متحرک ستاروں (ان گرہوں سے جو حرکت کرتے رہتے ہیں) جیسے چاند، سورج، منگل، بدھ وغیرہ کے علاوہ ان ستاروں سے ثابت کرتے ہیں جو چلا نہیں کرتے بلکہ اپنی جگہ پر رکے ہوئے ہیں۔

ستاروں کی حالت کی بنیاد پر ہندوستانی نتیجے بھی نکالتے ہیں ان کا خیال ہے شنیچر (زحل ستارہ) کی اونچی حالت نیر گردتو کے

۱۔ ابن ندیم صفحہ ۴۱۴

۲۔ عبدالکریم شہرستانی حصہ ۳ صفحہ ۲۴۳

سبب سعد اور نحس حادثے ہوتے ہیں[1]۔

گھنڈ ریکا کے ماننے والے دنیا کے قدامت کے بارے میں مختلف رائے رکھتے ہیں۔ عرب سیاحوں نے نچھتروں کی چال اور اس کے آدمی پر اثرات کا بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں حشتران نامی ہندستانی راجہ کے دربار میں کفلان نامی شخص تھا جس نے کام کا انتظام سات نچھتروں کی حالت کی بنیاد پر مقرر کیا تھا۔ کفلان نے نچھتروں ہی کی بنیاد پر نرد (چوسر) کا کھیل بنایا تھا اور سال میں بارہ برجوں کے مطابق بارہ مہینے اور سات تاروں کی بنیاد پر سات دن متعین کئے تھے[2]۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ ہندوستانی فلاسفی اور نچھتر جاننے والے مانتے ہیں کہ سورج اس وقت برج جوزا میں ہے لیکن اس کی حرکت کے سلسلے میں اختلاف رائے ہے[3] راجہ بل ہیت اپنے عالموں اور فلسفیوں کے ساتھ نچھتر کی معلومات کا کھیل کھیلتا تھا۔

عرب سیاحوں نے نچھتر کے واقف کار کی شکل میں براہمہر اور آریہ بھٹ کے ناموں کا ذکر کیا ہے۔ آریہ بھٹ نے سورج اور چاند گرہن کے اسباب کا پتہ لگایا تھا اور براہمہر نے دن رات برابر ہونے کے سلسلے میں سورج کی چال کا پتہ لگایا۔ جنتری اور پترا اسی نچھتر کی معلومات پر مبنی ہے اسی طرح عرب سیاحوں کے بیان سے مکمل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ہندستانی عالموں نے نچھتر

۱۔ قاضی اندلس صفحہ ۲۱

۲۔ یعقوبی۔ تاریخ یعقوبی صفحہ ۱۰۰

۳۔ مسعودی۔ کتاب التنبیہ والاشراف صفحہ ۲۲۲

Marfat.com

علم میں کافی ترقی حاصل کرلی تھی۔

مناظرہ

ہندوستان کے لوگ مناظرہ کرنے میں قدیم زمانے سے ماہر رہے تھے۔ ابن ندیم نے اس سلسلے میں مناظرے (مذہبی مباحثے) نامی کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔ اس میں راجاؤں کے سامنے کیئے گئے فیصلوں کا بیان ہے۔ ایک دوسری کتاب میں ہندوستانی فلسفیوں کے اختلافات رائے کا بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح ہندوستانیوں کی بہت سی کتابیں ہیں۔

مذہبی مناظروں کے تحت ہندو، مسلمان اور بودھ سبھی حصہ لیتے تھے۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ جہان گر حکومت کے اندر ایک برہمن راجہ مناظرے میں بہت زیادہ دلچسپی رکھتا تھا اس کے شہر میں باہر سے دوسرے مذہب کے لوگ آتے تھے ان سے وہ مناظرہ کرتا تھا۔ اس طرح قدیم زمانے میں ہندوستان میں مذہبی اور دوسرے موضوعات سے متعلق مناظرے ہوتے تھے اور اس کے دروازے معلومات کے لین دین کا ذریعہ تھے۔ اس سے عالموں کی علمیت کا پتہ چلتا تھا۔

علم بلاغت

عرب مصنفوں نے اپنے تذکروں میں علم بلاغت کے بنیادی اصول

۱۔ ابن ندیم صفحہ ۳۹ھ ۲۔ یعقوبی صفحہ ۱۰۶ ابن ندیم الفہرست صفحہ ۲۲۴

۳۔ مسعودی: مروج الذہب حصہ ۱ صفحہ ۲۵۴ (لیڈن)

بیان کیا ہے نیز اس زمانے کے مشہور خطیبوں کا بیان کیا ہے جاحظ نے اپنی کتاب "کتاب البیان والتبیین" میں تقریر سے متعلق تفصیلات بیان کی ہیں۔ خطیب کے لئے ممتاز خوبیوں کا بیان کرتے ہوئے جاحظ نے لکھا ہے ہندستان میں بلاغت کی اولین شرط یہ ہے کہ خطیب میں اس سے متعلق بھی ضروری خوبیاں اور خصوصیتیں موجود ہوں خطیب کا دل مضبوط اور اس کی جسمانی حالت میں ٹھہراؤ ہونا چاہیئے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ رہنماؤں اور راجاؤں کے سامنے عزت و وقار کے مطابق گفتگو کرے۔ ہر ایک قسم کے لوگوں سے انھیں سے متعلق حالت کے بارے میں گفتگو کر سکتا ہے۔ لفظ کو ادا کرنے میں زیادہ وقت نہ لے اور زیادہ نمائشی الفاظ کا مظاہرہ نہ کرتے ہوئے بنے تلے الفاظ میں جواب دے یہ خوبی لائق عالم اور فلسفی کی صحبت سے پیدا ہوتی ہے۔ جاحظ کی اس تفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ خطیب اپنی حیرت انگیز خوبیوں کے سبب خطابت اپنی حیرت انگیز خوبیوں کے سبب خطابت (تقریر) کے ذریعہ عوام کو زیادہ سے زیادہ متاثر کر لیتے تھے۔

منتر کا علم

قزوینی نے "اسرار البلاد" میں ولیش (۱۹۴) نام کی جڑی بوٹی کا بیان کیا ہے ولیش کا مطلب ۱۹۴ یعنی زہر ہے اسکے ذریعہ راجا جھل کپٹ سے ایک دوسرے کو مار ڈالتے تھے۔ قدیم

۱؎ جاحظ صفحہ ۸۴ - ۸۰

زمانے میں راجاؤں کو اپنے جان کی حفاظت کے لیے اس علم کی واقفیت رکھنا ضروری تھا۔

جانکیہ (شاناک) پنڈت کی کتاب کے آخری حصے میں کھانا اور زہر کا بیان ہے

جاحظ کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ایسے عالم پنڈت موجود تھے جو منتروں کے ذریعہ زہر کے اثر کو بے کار کر دیتے تھے[۱]

سانپوں کا علم

ہندوستانی لوگ سانپوں کی قسمیں اور ان کے کاٹنے پر زہر کے ختم کرنے کے علم میں بہت زیادہ ماہر ہیں۔ یہ لوگ سانپ کے کاٹنے پر جھاڑ پھونک اور جنتر منتر وغیرہ کے ذریعے اس کے اثر کو ختم کرتے ہیں اس سانپوں کا علم (سرپ ودیا) کہتے ہیں رام نام کے پنڈت نے سانپوں کے علم سے متعلق کتاب کا ترجمہ عربی میں کیا تھا۔ اس کے اندر سانپوں کے سلسلے میں اور زہر کا بیان ہے[۳]

موسیقی (سنگیت شاستر)

عرب سیاح جاحظ نے ہندوستانیوں کی موسیقی نوازی کی تعریف

۱۔ جاحظ صفحہ ۸۴-۸۰

۲۔ جاحظ صفحہ ۸۱-۸۰

۳۔ ابن ندیم صفحہ ۳۰۳

کی ہے اور خاص طور سے "ایک لکھ تارے" کا ذکر کیا ہے۔ قاضی سعد اندلسی نے لکھا ہے بھارت کو علم موسیقی کی "ناف" نامی کتاب حاصل ہوئی ہے جس کا مطلب ہے۔ "عقلمندی کے ثمرات" جس میں بماریوں اور آوازوں کا بیان کیا ہے۔[1]

علم فلسفہ

مسعودی نے "مانی" نام کے ایک غیر ملکی کا ذکر کیا ہے جو علم فلسفہ میں خصوصی دلچسپی رکھتا تھا اور اس نے ہندستان میں رہ کر علم فلسفہ کی معلومات حاصل کی تھی۔

فلسفہ کے میدان میں ہندوستانیوں کی عقل نے حیرت انگیز کرشمے دکھائے ہیں ہندستانیوں کی بصیرت اور بحث نے مستقل اور غیر مستقل روح اور خدا، ضمیر اور عقل، ذاتی غور و فکر اور بحث کی حقیقت کو جاننے کی کوشش کی ہے۔[2]

مطالعہ وید کا مقام اور وید پڑھنا

قدیم ہندوستان میں بچوں کو ویدوں کا مطالعہ کرانے کا رواج تھا اس کے بعد دوسرے موضوع و مضامین پڑھاتے جاتے تھے وید پڑھنے کا حق صرف برہمنوں کو تھا۔ وہ گرو (استاد) کے آشرم میں رہ کر تعلیم حاصل کرتا تھا۔ اس سلسلے میں البیرونی نے لکھا ہے کہ برہمن خاندان کا

۱؎ قاضی سعد اندلسی: طبقات الامم صفحہ ۱۴ (بیروت)

۲؎ بنجا پرشاد: ہندوستان کی پرانی سبھیتا صفحہ ۱۹۰

شخص ویدوں کی تعلیم دے سکتا ہے دوسرے کسی طبقہ کا شخص نہیں دے سکتا کھتری اس کی تعلیم حاصل کرسکتا تھا لیکن اسے تعلیم دینے کا حق نہیں تھا چاہے پڑھنے والا برہمن ہی کیوں نہ ہو۔ ویشیوں اور شودروں کو ویدوں کے سننے کا بھی حق نہیں تھا[1]۔ اس سلسلے میں ہیون سانگ نے لکھا ہے کہ برہمن چاروں وید کو پڑھتے تھے[2]۔ اس کے قول سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کھتری، ویشی اور شودر کو بھی وید پڑھنے کا حق برہمن کو تھا[3]۔

قدیم زمانے میں مطالعہ وید کے لئے اصول بنائے ہوئے تھے۔ اسکے مطالعہ کا مقام شہر سے دور تنہائی کی جگہ میں ہونا چاہئے، لکشمی دھر وغیرہ نے وید پڑھنے کی خاص جگہ بتائی ہے شودر اور غیر مہذب ذاتوں کے سامنے نہیں پڑھنا چاہئے۔

قدیم ہندستانی قدروں کے مطابق گھر سے باہر آزاد ماحول میں ہی وید کو پڑھنا چاہئے۔ اسی وجہ سے گرو اور شاگرد شہر سے دور تنہائی کی جگہ پر رہائش اختیار کرتے تھے، جسے "گروکل" کہا جاتا تھا۔ البیرونی نے اس سلسلہ میں لکھا ہے کہ وید میں کچھ ایسے حصے ہیں جن کا بیان گھر میں رہنے والوں کے درمیان نہیں ہونا چاہئے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ان سے عورتوں اور مویشیوں کا حمل گر سکتا ہے اسی سبب وہ کھلے میدانوں میں اسکو پڑھتے ہیں[4]۔ ویدوں کے لئے ہندوؤں میں بہت زیادہ عقیدتمندی ہے

---

[1] سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۲۵

[2] واٹرس حصہ ۱ صفحہ ۱۵۵

[3] کرتیہ کلپترو، گرہستھ کانڈ صفحہ ۱۶۳

[4] سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۲۷

Marfat.com

ممکن ہے اس طرح کی وہم وگمان سے بر ماس بودھوں اور جینیوں کے ذریعہ پھیلائی گئی ہے۔

قدیم زمانے میں وید کی معلومات قوت حافظہ پر منحصر تھی۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ ہندو لوگ وید کے لکھنے کی منظوری نہیں دیتے تھے اس کا تلفظ آواز کے اتار کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اسی سبب سے قلم کا استعمال نہیں کرتے ہیں۔ لکھنے میں غلطیاں، خرابیاں اور اضافہ یا کمی نہ ہو جائے نتیجہ کے طور پر لوگوں نے ویدوں کو بھلا دیا تھا[1]

ویدوں کے بنیادی کردار کا بیان بیشتر جگہوں پر کیا گیا ہے۔ البیرونی نے ایک جگہ پر ویدوں کے لکھے ہوئے نسخوں کا بیان کیا ہے اس کے مطابق اس کے وقت سے کچھ قبل کشمیر کے باشندے مشہور برہمن وسوکر نے اپنی خواہش سے وید کو لکھنے اور تشریح کا کام کیا اس نے اس کام کو مکمل کر دیا اس کو اندیشہ تھا کہ کہیں لوگ ویدوں کے یاد کرنے کی رسم کو کھو نہ دیں[2]

ویدوں کے لکھا ہوا نہ ہونے کے سبب مطالعہ اور تدریس میں بہت سی غلطیاں ہونے لگیں زیادہ تر لوگ بغیر مطلب سمجھے اسے ثواب حاصل کرنے کے جذبے سے پرجوش ہو کر پڑھنے لگے۔ عرب سیاح البیرونی نے وید پڑھنے کی خرابیاں، طریقہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ برہمن بغیر ویدوں کا مطلب سمجھے مطالعہ کرتے ہیں وہ اس کو یاد کر لیتے ہیں

---

[1] جے شنکر مشرہ گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۱۷۰
سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۲۵

[2] سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۲۶

Marfat.com

اور اسی طرح ایک دوسرا شخص سن کر یاد کر لیتا ہے۔ وید کا مطلب جاننے والے برہمنوں کی تعداد کم ہے جو مذہبی مناظروں میں حصہ لے سکیں[1]۔ معاشرے میں ہر ایک زمانے اور مذہب میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں رہی ہے جو مذہبی کتابوں کا مطالعہ مطلب سمجھے بغیر کرتے ہیں ان کے اندر دراصل صرف ثواب حاصل کرنے کا جذبہ رہتا ہے۔ ممکن ہے اس زمانے کے معاشرے میں بھی لوگ ویدوں کا پڑھنا صرف نیکی کمانے کیلئے مطلب سمجھے بغیر کرتے رہے ہوں۔

بھاشا (زبان)

عرب سیاحوں نے ہندستان میں بولی جانے والی متعدد زبانوں کا تذکرہ کیا ہے۔ بنیادی طور پر ہندوستان کی ادبی زبان صرف سنسکرت تھی۔ قدیم زمانے میں زیادہ تر مذہبی کتابوں کی تخلیق سنسکرت اور پالی زبان میں کی گئی ہے

مسعودی نے لکھا ہے کہ سندھ کی زبان سندھی اور عربی ہے جو ہندوستان میں بالکل الگ ہے اس کا سبب مسلم حکومتوں سے قریب ہونا ہے[2]۔ ممکن ہے سندھ میں مسلم حملہ آوروں کے حملے کے بعد ان کے اثر کے نتیجے میں زبان پر عربوں کی زبان کا بہت زیادہ اثر پڑا۔ اصطخری نے بھی منصورہ، ملتان اور اس کے قریبی مقاموں کی زبان سندھی اور عربی بتائی ہے نیز مکران کے رہنے والوں

---

[1] سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۲۶

[2] مسعودی: مروج الذہب حصہ ۱ صفحہ ۱۶۹-۱۶۴

Marfat.com

کی زبان مکرانی اور فارسی بتائی ہے[1]۔ اصطخری اور مسعودی کے اس قول کی تصدیق کہ سندھ کی زبان ہند سے الگ ہے۔ ابن حوقل کے قول سے بھی توثیق ہوتی ہے۔ اس کے مطابق ملتان، منصورہ اور اس کے آس پاس کی زبان عربی اور سندھی ہے[2]۔ عرب سیاحوں کے بیانات میں مکمل طور پر سچائی معلوم ہوتی ہے جدید زمانے میں سندھی زبان میں عربی کا اثر دکھائی پڑتا ہے۔

مسعودی نے دیگر مقامات پر رائج زبانوں کے سلسلے میں لکھا ہے کہا نگر (کارلیہہ کی راجدھانی کی زبان کھڑی اس کے قریبی حصوں کی لاریا اور منکیر (بلہرا کی راجدھانی) کی کسریا ہے[3] لاریا سے مراد لاٹ دیش ہے جو نربدا کی داہنی طرف واقع ہے[4]۔ اسے جدید کوکنی یا مراٹھی زبان کہنا ہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اسی کا قدیم انداز لاریا تھا[5]۔

ادریسی نے مکران کی زبان کے سلسلے میں لکھا ہے کہ مکران کی زبان مکرانی اور فارسی دونوں ہیں یہاں کے لوگ عام طور پر بول چال میں اس کا استعمال کرتے ہیں[6]۔ البیرونی کے مطابق ہندوستان میں مختلف

---

[1] ــــ : ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۵ ۔۔۔

[2] ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن : ہسٹری آف انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۳۹

[3] مسعودی مروج الذہب حصہ ۱ صفحہ ۱۶۹ - ۱۶۴

[4] مقبول احمد : سڈویل انڈین ٹوارٹملی صفحہ ۱۰۵

[5] سی۔ وی۔ ویدیہ : ہسٹری آف میڈیول ہندو انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۷۹

[6] ــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۱۸۳

Marfat.com

زبانیں رائج ہے جو ایک دوسرے سے مختلف ہے[1] سنسکرت کے سلسلے میں وہ کہتا ہے یہ بہت زیادہ مشکل ہے[2] ۔ اسی طرح رشید الدین نے لکھا ہے کہ مالابار کے لوگ ملی جلی زبان بولتے ہیں جو مناسب معلوم ہوتی ہے ۔ کیونکہ اس مقام پر بہت قدیم زمانے سے عرب آتے تھے اور یہاں پر رہ کر انھوں نے تہذیبی لین دین کا کام کیا[3] ممکن ہے مالابار کے لوگوں اور عربوں نے ایک ملی جلی زبان کی تشکیل کی ہو جو عوامی رابطے کی زبان رہی ہوگی ۔

عرب سیاحوں کے ذریعہ بیان کردہ زبان سے متعلق تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندستانی عربوں سے مذہب اور ریاست کے میدان میں ہی متاثر نہیں ہوئے بلکہ انھوں نے ہندستانیوں کی زبان پر بھی اثر ڈالا تھا ۔ مختصر طور پر کہا جا سکتا ہے کہ پورے ہندوستان میں مختلف زبانیں رائج تھیں لیکن سندھ میں سندھی اور عربی کا اثر زیادہ تھا ۔ جدید زمانے میں بھی سندھ کی زبان پر عربی اثر دکھائی پڑتا ہے ۔

ادب کی تخلیق

عرب سیاحوں نے ہندستانیوں کی ادب پروری میں خاص دلچسپی رکھنے کا بیان کیا ہے ۔ ہندوستان میں مختلف مضامین کے عالموں کی بہتات تھی ۔ لوگ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت معلومات حاصل

---

[1] سخاؤ ، البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۷

[2] سخاؤ : البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۹

[3] اشوک کمار انڈیا اینڈ دی ورلڈ بائی عرب رائیٹرس صفحہ ۵۰-۵۱

اور مطالعہ میں گزارتے تھے۔

ہندوستان میں ادب کا ارتقاء رفتہ رفتہ ہوا۔ آغاز میں ادب کی شکل زبانی انداز میں تھی جو بحث مباحثہ، مذہبی پروہتوں کے مذہبی کام اور راجاؤں کے یہاں پیغام لے جانے تک محدود تھی وقت کے مطابق زبانی ادب کی شکل بدل گئی اور اسے تحریری شکل عطا کی گئی۔

البیرونی نے لکھا ہے کہ علوم و فنون کے مختلف شعبوں کی توسیع ہندو کرتے ہیں۔ اس کا ادب لامحدود ہے اس لیے میں ان سب کو اپنے علم سے بہت اچھی طرح نہ سمجھ سکا[1] البیرونی کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستانی ادب اور مختلف موضوعات کی معلومات ایک شخص کے لیے مشکل کام تھا۔

قدیم تاریخ میں بہت سی شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ متعدد عالموں کو ان کی خصوصی صلاحیت کے سبب بہت سے نذرانے اور تحفے دیے گئے تھے۔ البیرونی سے تقریباً چار سو برس قبل چالکیوں کے ایک عطیے کی دستاویز سے معلوم ہوتا ہے کہ تحفہ پانے والے شخص کا دادا جو مقامی درسگاہ کا استاد تھا وہ دو ویدوں کا ماہر بدکرم اٹوکر ماٹریکا کلپ، اپنشد، پران، تاریخ اور مذہبی علوم کا عالم تھا اور تحفہ پانے والا خود بھی تجزیہ کرانے میں ماہر، نیز اپنشد، تاریخ، پران اور مذہبی علوم میں تجربہ کار و ماہر تھا[2]۔ عرب سیاحوں کے بیان سے

---

[1] سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۵۹

[2] اینول رپورٹ، آف ساؤتھ انڈین ایپی گرافی حصہ ۱ صفحہ ۱۵۹

سے ثابت ہوتا ہے کہ ادب، قواعد، فلسفہ، جیوتش وغیرہ کے عالم موجود تھے اس کے علاوہ جینیندر اور ہیم چندر جیسے قواعد کے عالموں سے ہندوستانی ادب معمور تھا۔[۱]

رسم الخط

مسعودی نے لکھا ہے کہ ہندوستانیوں کا ایک مخصوص رسم الخط ہندی ہے جس میں لغت کے سبھی الفاظ ہیں۔ جاحظ نے رسم الخط کے اسلوب کے لئے خطوط لفظ کا استعمال کیا ہے نیز ہندوستان میں اس کے مختلف انداز بتائے ہیں۔[۲] ابن ندیم نے لکھا ہے کہ سندھیوں کے علاوہ دیگر ذاتوں جیسے نوبہ، بجہ، جگاوا، تھاوا آکستان وغیرہ میں ہندی (ہندوستانی) رسم الخط کا رواج ہے لکھوں کی پہچان کرنا نا ممکن معلوم ہوتا ہے۔ یہ سب ذاتیں سندھ کے قریب سکونت پذیر تھیں۔ سندھ میں تقریباً دوسو رسم الخط (लिपियाँ) رائج ہیں جس میں سے نو رسم الخط کا رواج اب بھی ہے عرب سیاحوں کے بیان سے مکمل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ہندوستان میں بنیادی طور پر ہندی رسم الخط کا چلن تھا اس کے علاوہ دیگر رسم الخط بھی مروج تھے۔

لکھنے کے سامان

البیرونی نے لکھنے کے لئے سفید مادے " لفظ " کا استعمال کیا ہے

۱۔ گھوشال: دی اسٹرگل فار امپائر صفحہ ۳۲۰ - ۳۱۹ ۲۔ جاحظ صفحہ ۸۰
۳۔ سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۸۲

Marfat.com

جو غالباً کھریا ہوگی۔ اس کا استعمال جدید زمانے میں بھی طالب علم تعلیم کے ابتدائی دور میں کرتے ہیں۔ طالب علموں کو پہلی بار لکھنے کے سامان کی شکل میں تختی (श्यामपट्टक، نیز کھریا دھاک) دی جاتی ہے البیرونی نے بھی لکھا ہے کہ بچوں کے لئے تعلیم گاہ میں کالی تختی استعمال کی جاتی ہے اس پر دائیں طرف سے نہ لکھ کر بائیں طرف سے چوڑائی کی جانب سے سفید مادے سے لکھا جاتا ہے[1] البیرونی کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان میں تعلیم کی شروعات کے وقت کھریا سے لکھنے کی روایت تھی۔ قاضی رشید بن زبیر نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے کسی راجہ نے نوشیرواں کو ایک خط لکھا تھا جو سیاہی موتی، سونے اور پانی کے استعمال کے ذریعہ لکھا گیا تھا[2]۔ یہ خط ایک درخت کی خوبصورت چھال پر لکھا گیا تھا جو نرم اور خوشبودار تھی[3] امکان ہے کہ یہ بھوج پتر ہوگا جس کو عام لوگوں کی زبان میں بھوج پتر کہا جاتا ہے۔

حروف تہجی

البیرونی نے حروف تہجی کے استعمال کے تحت مختلف مقامات کے مختلف رسم الخط کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سدھ ماترکا کا استعمال بنارس اور قنوج میں ہوتا ہے ناگر کا استعمال مالوہ میں کیا جاتا ہے۔

۱؎ سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۸۲

۲؎ عرب و ہند عہد رسالت میں صفحہ ۲۹

۳؎ ابن خفتیہ حصہ ۲ صفحہ ۲۰۲ - ۲۰۱

Marfat.com

اردھ ناگری، ملباری اور سدھو کا استعمال سندھ میں کیا جاتا ہے۔ کرناٹ، آدھری، دراوڑی اور لاری کا استعمال کنٹری اگندھ دراوڑ اور گوڑی کا استعمال پوربی دیش میں کیا جاتا ہے۔ بحاؤ کے مطابق بھکشی بدھ کے ذریعہ خودساختہ رسم الخط تھا جس کا استعمال اودن پور میں کیا جاتا تھا۔ اودنت پور[1]

کہانی

عرب سیاحوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندی کی کئی کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں کیا گیا تھا جس میں سے دو کے نام "سندباد حکیم" (دیدٹت) کی کتاب ہے۔ ابن ندیم اس کو ہندوستان میں بنی ہوئی کہانی بتاتا ہے۔ بعد میں اس کا ترجمہ عربی میں پھر فارسی زبان میں ہوا تھا۔

کہانیوں کی مشہور کتاب "الف لیلہ" میں سندباد کے نام کی دو کہانیاں ہیں ایک میں سندباد نام کے تاجر کے سمندری سفر اور دوسرے میں زمینی سفر کے حیرت انگیز حادثوں کا بیان ہے اس کے علاوہ ہندوستان کی دیگر کہانیوں کا عربوں نے اپنی زبان میں ترجمہ کرایا تھا۔ ہندی کی مشہور کہانی دیپک کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا تھا۔ اس کہانی میں ایک عورت اور مرد کی

---

[1] سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۷۳

[2] انڈین ہسٹاریکل کوارٹرلی حصہ ۲۰ نمبر ۲ جون ۱۹۵۲ برندرناتھ لا۔ صفحہ ۱۳۱

کہانی ہے ایک دوسری کہانی حضرت آدم کے زمین پر آنے سے متعلق ہے۔ اس کے علاوہ راجہ کی کہانی، دو ہندوستانیوں کی کہانی جسمیں ایک سخی اور دوسرے کنجوس کا بیان ہے۔ آخر میں راجہ کا فیصلہ دیا گیا ہے۔ یعقوبی نے راجہ گوش کے ذریعہ لکھی گئی تدابیر کا بیان کیا ہے جس کا عربی میں ترجمہ کیا گیا تھا۔ ہندوستان کی کئی کہانیوں اور داستانوں کا تذکرہ اخوان الصفا کے مضامین میں ملتا ہے عرب سیاحوں کے بیان سے مکمل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستانی داستانی کہانیوں کے فن میں ماہر تھے۔ ان کی بہت سی دلچسپ کہانیوں کا ترجمہ عربی اور فارسی زبانوں میں کیا گیا تھا۔

مشہور شاعر اور شاعری کا رواج

شاعری کے رواج کے سلسلے میں مسعودی نے لکھا ہے کہ ہندستانی راجے، مہاراجے شاعری سے محبت کرتے تھے اور دوسرے شاعروں کے اشعار یاد رکھتے تھے۔ راجہ روت بل نے ایک موقع پر شاعر حسان بن ثابت کے اشعار سنائے تھے

ابن ندیم نے بہت سے شاعروں کے نام گنائے ہیں عباد بن عبد الحمید علی بن داؤد اور البشیر بن معتمد وغیرہ مشہور شاعروں کا نام ملتا ہے ان

۱؎ ابن ندیم : الفہرست صفحہ ۳۰۵

۲؎ ابن ندیم : الفہرست صفحہ ۳۱۶

۳؎ یعقوبی : تاریخ یعقوبی حصہ ا صفحہ ۱۰۵

۴؎ مسعودی : مروج الذہب حصہ ۲ صفحہ ۲۲۵-۲۲۶

Marfat.com

تین شاعروں نے کلیلہ و دمنہ نامی کتاب کو عربی زبان میں شاعری کے انداز میں لکھا جو سنسکرت جاتک داستانوں اور "پنچ تنتر" کی کہانیوں سے متعلق کتاب ہے[1]۔ عرب سیاحوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ہندوستانی شاعری میں دلچسپی رکھتے تھے اور انھیں راجاؤں کا سہارا حاصل تھا۔

شرافت اور اخلاق

عرب سیاحوں نے ہندوستانی علمار کی قدیم روایات کا ذکر کیا ہے۔ وہ شرافت اخلاق اور عقلمندی کی باتیں، کہانیوں اور مثالوں کے ذریعہ سمجھاتے تھے، کتوں، چوہوں، بلیوں اور کوؤں کے واسطے سے اخلاق کی تعلیم دیتے تھے۔ یہ روایت ہندستانی سماج میں قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے۔ اس سلسلے میں سنسکرت کی مشہور کتاب کلیلہ دمنہ کا نام قابل ذکر ہے۔ البیرونی نے اس کا نام پنچ تنتر بیان کیا ہے۔ یہ فارسی اور عربی میں بھی لکھی گئی۔ اس کتاب کو نثر سے نظم کی شکل میں بھی لکھا گیا بہت سے عالموں نے اس کا ترجمہ کر کے راجاؤں کے درباروں میں خلعت و انعام حاصل کئے۔ عرب کے عباس نامی شاعر نے اس کو عربی نظم میں منتقل کر کے جعفر برمکی کی خدمت میں پیش کیا تھا اس نے خوش ہو کر اس کو ایک لاکھ درہم (روپے) انعام کی شکل میں دیئے تھے۔ اس کتاب کی شہرت کے سبب نہ صرف ہندوستان میں بلکہ غیر ممالک میں بھی اس کے ترجمے کئے گئے۔ یورپ، افریقہ اور ایشیا کی دیگر زبانوں میں بھی

---

[1] ابن ندیم الفہرست ۲۲۵-۲۲۴

میں کے ترجمے کئے گئے۔ اس کتاب کے مصنف کا نام دیدیہ پنڈت بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب راجہ برادشلیم کے لئے دس حصوں میں لکھی گئی تھی ابن حوقل نے لکھا ہے کہ یہ کتاب گجرات کے راجا بلبھ رائے کے لئے لکھی گئی تھی۔ جس کا نام مثالوں والی کتاب ہے۔ مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں شرافت اور اخلاق کی تعلیم کا نہایت آسان اور دلچسپ طریقہ اپنایا گیا تھا۔ عوام سے لے کر راجہ مہاراجہ تک اس سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

نظام تعلیم اور تعلیمی درس گاہیں

عرب سیاحوں نے قدیم زمانے میں مروج تعلیمی درسگاہوں، اور تعلیم کی عمروں وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے۔ ان سیاحوں میں بشاری اور البیرونی کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے۔

قدیم زمانے میں انتظام تعلیم بخوبی منصوبہ بند تھی۔ تعلیم کا آغاز البیرونی نے برہمن کے لئے جنیوا اختیار کرنے کے وقت سے آٹھویں سال کی شروعات) مانا ہے[۲]۔ اس سلسلے میں ہندوستانی عالموں نے سنسکار پرکاشش[۳]" اور "سنسکار رتن مالا[۴]" میں اس طرح روشنی ڈالی ہے۔ تعلیم کا آغاز جنیو پہننے سے پہلے پانچ برس کی مدت میں ہوتا ہے

---

۱ ابن حوقل : سفرنامہ صفحہ ۲۲۷

۲ سچاؤ : البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۳۰

۳ سنسکار پرکاشش صفحہ ۲۲۵-۲۲۱

۴ سنسکار رتن مالا صفحہ ۹۰۷-۹۰۴

——— سدھم جو کامیابی کی علامت ہے اس کے خاتمے کے بعد پانچویں سال مندرجہ ذیل پانچ علوم کا مطالعہ کرایا جاتا تھا یعنی علم الفاظ، قواعد، سنگتراشی، علم منطق- पाप अकात के- کیلئے علم انفاق یا مباحثہ) اور روحانی علم (فلسفہ) تعلیم کی شروعات میں بچہ[1] گرو در کی خوبیوں کے گیت گاتا اور ان کے لیے اپنی عقیدت مندی کا اظہار کرتا تھا۔

چینی سیاح ہیون سانگ نے سدھم کو تعلیم کا ابتدائی دور مانا ہے جو کامیابی کا نشان ہے[2]۔ اتسنگ نے لکھا ہے کہ بچوں کی ابتدائی تعلیم سدھی رستو (सिद्धिरस्तु) نامی کتاب سے شروع ہوتی ہے جس کا حروف ہجی آواز والے (स्वर) حروف اور व्यंजन یعنی جن حروف کا آواز والے حروف کی مدد سے تلفظ ہوتا ہے کا استعمال تھا[3]۔

گروکل میں رہ کر تعلیم حاصل کرنے کا رواج قدیم زمانے سے ہندوستانی سماج میں چلا آرہا ہے۔ چندرگپت موریہ نے تکشلا میں چانکیہ کی قربت میں رہ کر تعلیم حاصل کی تھی۔

البیرونی اور دوسرے عرب مصنفین کے مطابق گرو آشرم میں رہ کر اور تعلیمی درسگاہوں میں رہ کر طالب علم، گرو سے لڑکے کی طرح محبت حاصل کرتے ہوئے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ گرو اور شاگرد کے درمیان گہرے تعلقات ہوتے تھے۔ شاگردوں کو ملک دشمن اساتذہ سے پرہیز

۱۔ واٹرس حصہ ۱ صفحہ ۱۵۵

۲۔ واٹرس حصہ ۱ صفحہ ۱۵۵

۳۔ اتسنگ: ریکارڈس آف دی بدھشٹ ریلیجن Religion صفحہ ۱۶۵

Marfat.com

کرنے کی بھی ہدایت کی گئی ہے۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ تعلیم دینے والے استاد کی خدمت میں شاگرد رات دن رہتے تھے[1]

گروکل میں تعلیم حاصل کرنے کی رسم بہت قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے۔ شاگرد برہمچریہ آشرم سے گروکل یا آشرم میں رہ کر اپنی زندگی کے پچیس سال تعلیم حاصل کرنے میں گزارتا تھا جس کا تذکرہ نظام آشرم کے تحت کیا گیا ہے۔ اس کے مطابق طالب علموں کا فرض ہے کہ برہمچریہ کی پابندی، زمین کو اپنا بچھونا بنانا، وید اور اس کے تلفظ کا مطالعہ اور روحانی علم (فلسفہ) اور مذہبی علم کا مطالعہ کرنا۔

سماج میں رائج قدیم گروکل نظام کا دھیرے دھیرے خاتمہ ہوتا گیا اور اس کی جگہ اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے کا رواج ہوا۔ برہمن کی کتابوں میں اس طرح کے مرکزوں کو گروکل کے نام سے پکارا جاتا تھا لیکن بودھ اپنے تعلیمی اداروں کو "وہار" کا نام دیتے تھے۔

تعلیمی اداروں کا ذکر کرتے ہوئے مسعودی نے لکھا ہے کہ داؤد فرقہ کے عالم ابو محمد منصوری طالب علموں کو تعلیم دیتے تھے[2] بشاری مقدسی نے لکھا ہے منصورہ میں کتابوں کی تصنیف و تالیف سے متعلق بہت سے تعلیمی ادارے تھے۔ وہاں علماء لکھنے کے کام میں محو رہتے تھے

---

[1] سچاؤ؛ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۳۱

[2] مسعودی مروج الذہب حصہ ۳ صفحہ ۱۳۸

[3] بشاری مقدسی صفحہ ۴۸۱

البیرونی نے کشمیر اور بنارس کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہاں ہندوؤں کے بہت مشہور تعلیمی ادارے ہیں۔ یہ ہندو علوم ہمارے مفتوحہ ملکوں سے نکل کر کشمیر بنارس جیسے دور دراز مقامات پر پہنچیں جہاں ہمارے ہاتھ نہیں پہنچ سکتے ہیں[۱] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں مسلم حملہ آوروں سے خوفزدہ ہو کر بہت سے علماء پنجاب سے دور کشمیر اور بنارس چلے گئے تھے۔ واٹرس نے کہا ہے کہ وسطی زمانے سے قبل کشمیر تعلیم کا بنیادی مرکز بن گیا تھا[۲]۔ بنارس کے سلسلے میں زمانۂ وسطی کے دستاویزوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ویدوں کی تعلیم و تدریس کی جاتی تھی[۳]۔ بنارس وید کے پڑھنے پڑھانے کا مخصوص مرکز تھا[۴]۔

علم اور تعلیم کے میدان میں کاشی (بنارس) کی اہمیت ویدوں کے زمانے سے چلی آرہی ہے۔ بدھ کے زمانے میں کاشی کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔ بودھ دھرم کے پیروکار سمراٹ اشوک نے تعلیم کے لئے کاشی میں بہت سے بودھ مٹھ اور وہاروں کی تعمیر کرائی۔ ساتویں صدی عیسوی میں چینی سیاح نے بنارس کے ان مکانات کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہاں کئی منزلوں والے مکانات تھے، جو بہت زیادہ دلکش اور خوبصورت تھے۔

۱؎ سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۲۲

۲؎ جے شنکر مشر: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۱۷۶

۳؎ ایپی گرافیا انڈیکا حصہ ۱ صفحہ ۲۹۹

۴؎ نرود چند داس بہادر رائے: یونیورسٹیز ان اینشنٹ انڈیا وی ہندوستان ریویو ۱۹۰۹

۵؎ واٹرس حصہ ۲ صفحہ ۸۴

عرب سیاحوں کے مذکورہ بالا تفصیلات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان قدیم زمانے سے تعلیم کے مختلف مضامین میں انتہائی ترقی پر پہنچ گیا تھا۔ مختلف موضوعات و مضامین کے عالموں نے اپنی سخت کوششوں سے تعلیم کے مضامین میں جدید احساس پیدا کئے تھے جن کی شہرت دنیا بھر میں تھی۔

Marfat.com

کھانا پینا

عرب مصنفین کی تفصیلات سے ہندوستان کے طعام و شراب (کھانے پینے) سے متعلق خیال پر روشنی پڑتی ہے اس زمانے کے معاشرہ میں کھانے سے متعلق دو نظریات رائج تھے

پہلے نظریہ کے تحت وہ لوگ تھے جو گوشت کا استعمال کرتے تھے انھیں گوشت خور (मांसाहारी) کہا جاتا تھا۔ دوسرے نظریہ کے لوگ گوشت کا استعمال ممنوع سمجھ کر صرف اناج اور سبزی ترکاری کا استعمال کرتے تھے۔ یہ لوگ سبزی خور (शाकाहारी) کہلاتے تھے۔ ہندوستانی مذہبی کتابوں میں بھی اسی طرح کا بیان ملتا ہے۔ اس کے علاوہ عرب سیاحوں نے ہندوستان میں تیار ہونے والے غلہ اناج اور شراب پینے کا بیان کیا ہے۔

گوشت پر مشتمل خوراک

ہر طرح سے سبھی عرب سیاحوں نے ہندو لوگوں میں رائج گوشت کے کھانے کا ذکر کیا ہے۔ ابن خردادبہ[1] نے لکھا ہے کہ وہ لوگ جس جانور کا گوشت کھانا چاہتے ہیں اسے مار ڈالتے ہیں اور ذبح کرنے کے بجائے ان کے سلسلے میں ادریسی[2] نے لکھا ہے کہ ہندوستان

۱؎ ابن خردادبہ۔ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۵۶

۲؎ ادریسی صفحہ ۱۹

لوگ نیل گائے اگائے اور بیل کے مرجانے کے بعد اسے نہیں کھاتے۔ یہ لوگ نہ تو کسی چھوٹے پرندے اور نہ تو جانوروں کو ذبح کرتے ہیں بلکہ اسے مار کر کھاتے ہیں[1]۔ ابن فقیہ بزرگ بن شہریار البیرونی اور سلیمان نے کھانے کے طور پر گوشت کے استعمال کا بیان کیا ہے۔ ہندو لوگ بکریوں اور چڑیوں کو ذبح کرنے کے بجائے اس کے سر پر زخم لگا کر مار ڈالتے ہیں نیز اس کے بعد اسے کھاتے ہیں[2]۔ بشاری مقدسی نے کھانے کے سلسلے میں مچھلی اور پرندوں کا بیان کیا ہے[3]۔ مسعودی نے گینڈے کا گوشت کھائے جانے کا بیان کیا ہے[4]۔ دوسری جگہوں پر اس نے ہندوستانی جزیروں کے باشندوں میں آدمی کا گوشت کھانے کی بات کہی ہے[5]۔ اس موضوع کو دفعتاً منظور کرنا مشکل ہے۔ قدیم زمانے میں جب آدمی غیر مہذب حالت میں تھا تو وہ آدمی کا کچا گوشت کھا جاتا تھا لیکن ممکن ہے کہ مسعودی کے زمانہ میں کچھ غیر مہذب لوگوں میں یہ روایت کسی نہ کسی شکل میں رائج رہی ہو۔

البیرونی نے لکھا ہے کہ ایسے جانوروں کا گوشت جنھیں مارنا جائز ہے[6] صرف ایسی حالت میں ممنوع ہے جب وہ اچانک مر گئے ہوں۔ ذبح کرنے کے لائق چوپایوں میں بھیڑ، بکری، ہرن، خرگوش، گینڈا، بھینس، مچھلی

---

١ ادریسی : صفحہ ١٩

٢ ـــــ : ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ا صفحہ ١۵٦

٣ ـــــ : ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ا صفحہ ٢١٧

٤ ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن : ہسٹری آف انڈیا حصہ ا صفحہ ٨٨

۵ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ا صفحہ ٣٩٧

٦ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ا صفحہ ٢٩٦

Marfat.com

پانی یا خشکی کے پرندے گوریا، بنڈک، تیتر، بینڈکی، مور اور دوسرے چوپائے، پرندے آدمیوں کے لیئے نہ تو نقصان دہ ہیں اور نہ نفرت کے لائق ہیں[1] ادریسی کے مطابق نہرواد کے لوگ مچھلیاں کھاتے ہیں[2] چوپاؤں کے سر پر چوٹ پہنچانے کے بعد کھانے کی تفصیل عرب سیاحوں نے بتائی ہے۔ اس سلسلے میں ہندوؤں کا خیال ہے کہ چوپاؤں کی گردن کو ایکبار جھٹکے سے الگ کرنے کا مطلب اسے کم تکلیف دینا ہے آج بھی ہندوؤں میں جھٹکے کا گوشت کھانے کا رواج ہے اس کے برخلاف مسلمان چوپائے کی گردن پر چھری چلاتے ہیں جسے ذبح کرنا کہا جاتا ہے

البیرونی کے قول کی تصدیق اس سے چار سو برس قبل ہندوستان میں آئے چینی سیاح ہیون سانگ کے ذکر سے ہوتی ہے اس کے مطابق مچھلی ہرن کا گوشت ہندوستانی کبھی کبھی لذیذ کھانے کی شکل میں کرتے ہیں[3] دستاویزوں کے ذریعہ ہندوستانیوں کے گوشت کھانے کے ثبوت ملتے ہیں[4]۔ البیرونی نے برہمنوں کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ گوشت کے لئے چوپایوں کا قتل کرنا بنیادی طور پر ان کے لئے منع ہے جیسے عیسائیوں اور مسیحیوں میں تھی بھی لوگ گوشت کی خواہش رکھتے ہیں اور سبھی ممانعت کو ہٹا دیتے ہیں۔ گوشت نہ کھانے کا اصول خاص طور پر برہمنوں پر ہی لاگو ہوتا ہے کیونکہ یہ (برہمن) مذہب کے

---

[1] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۱

[2] جے شنکر شر: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۲۳۵

[3] وارس حصہ ۱ صفحہ ۱۷۸

[4] اشوک کے پیلے کتبہ رسیفر پر کھدی ہوئی دستاویز کے مطابق تیسری صدی قبل مسیح میں اسکی باورچی شالہ میں بڑی تعداد میں ہرن اور مور کاٹے جاتے تھے جس کے بارنے کی (باقی ص ۲۵۴)

محافظ ہیں[1]۔ سلیمان نے بھی یہی بات کہی ہے کہ برہمن چوپایوں کا گوشت بالکل نہیں کھاتے ہیں[2]۔ برہمنوں کے گوشت نہ کھانے کا نظام ہندوستانی سماج میں بہت پہلے سے رائج تھا۔ مسعودی البیرونی نے جہاں برہمنوں کے لئے گوشت کھانے کا تذکرہ کیا ہے وہیں ایک انوکھی بات ہے کہ برہمنوں کو گینڈے کا گوشت کھانے کا خصوصی حق حاصل ہے[3]۔ یونانی مورخ اسٹریبون نے بھی برہمچریہ آشرم گزارنے کے بعد گرہستھ آشرم میں داخل ہونے کے بعد گوشت کھانے کا تذکرہ کیا ہے۔ البیرونی سے قبل سلیمان نے بھی گینڈے کا گوشت کھانے کا تذکرہ کیا ہے۔ البیرونی سے قبل سلیمان نے بھی گینڈے کا گوشت کھانے کا ذکر کیا ہے۔ برہمنوں کے لئے گوشت ممنوع کرنے اور گینڈے کا گوشت کھانے کا بیان ہندوستانی کتابوں میں بھی ملتا ہے جیسا کہ عرب سیاحوں نے اپنے بیانات میں واضح کیا ہے۔ آج بھی آسام میں کچھ ہندو ذاتوں میں گینڈے کا گوشت پاک سمجھ کر کھاتے ہیں اور اس کے خون کی خیرات کرتے ہیں اس لئے شمالی ہند میں برہمنوں کی بہت سی ذاتیں اور دوسری ذاتیں گوشت کھاتی ہوئی دکھائی پڑتی ہیں[4]۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۳) کی مخالفت کر کے اس نے دو مور اور ایک ہرن کے مارنے کی ہی بات کہی تھی اور مستقبل میں ان کے مارنے پر پابندی لگائی تھی۔

(۱) سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۵۱

(۲) سلیمان صفحہ ۵۹

(۳) سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۲۰۴

(۴) اشوک کمار: انڈیا ایز نون ٹو عرب ٹریولرس صفحہ ۲۷

سماج میں برہمن اور دوسرے طبقے کے لوگ گوشت کھاتے تھے کچھ چوپایوں کا گوشت ممنوع تھا جیسا کہ البیرونی نے لکھا ہے مرغا گھوڑا، گائے، خچر، گدھا، اونٹ، ہاتھی، کوا، طوطا اور بلبل وغیرہ[1] ہندوستانی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سماج کا اعلیٰ طبقہ (برہمن)، گوشت کھاتا تھا۔ لیکن یہ سچ ہے کہ قدیم ہندوستانی ہندو سماج میں گوشت نہ کھانے کو عمدہ مانا جاتا رہا مذہبی نقطہ نظر سے گوشت نہ کھانے والوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

اناج پر مشتمل خوراک

ابن خرداذبہ نے لکھا ہے کہ ہندوستانیوں کا عام کھانا چاول ہے گیہوں نہیں[2] عرب سیاحوں نے ہندوستان میں استعمال ہونے والے اناجوں اور ان کے کھانے کے سلسلے میں اور مختلف جگہوں پر پیدا ہونے والے اناجوں کا بیان ہے۔ ابوزید نے لکھا ہے کہ یہاں دھان کی کھیتی ہوتی ہے اس کے علاوہ وہ دیگر کسی اناج سے واقف نہیں ہے اور یہی ان کا بنیادی کھانا ہے[3]۔ مقدسی نے لکھا ہے کہ ہندوستانی زیادہ تر چاول، مکئی کھاتے ہیں[4] اصطخری کا قول ہے کہ قنوج میں آٹا کم ہوتا ہے لوگ چاول کھاتے ہیں۔

---

[1] سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۱
[2] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۵۱
[3] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۵۳
[4] مقدسی حصہ ۲ صفحہ ۶۳

Marfat.com

مسلمان زیادہ تر گیہوں کھاتے ہیں[1]۔ سلیمان نے لکھا ہے کہ ہندان، جیمور، کمبایت اور ادنکبن میں دھان (چاول)، کنجابلہ[2] میں چاول اور گیہوں پیدا ہوتا ہے۔ اتراسا کے لوگ چاول اور گیہوں[3] اور نہر دار کے لوگ جینا اور ارو کا استعمال کرتے ہیں[4]۔ ابن فقتیہ ہمدانی کے مطابق ہندوستانی گیہوں کے برخلاف چاول زیادہ کھاتے ہیں عرب مصنف بشاری مقدسی نے ملتان میں روٹی بیچے جانے کا ذکر کیا ہے جہاں ایک درہم میں تین من روٹی ملتی تھی[5]۔ لکشمی دھر[6] اور چندیشور[7] نے جنم اشٹمی کے موقع پر گیہوں کے بنے سامان کے استعمال کا انتظام کیا ہے جس سے گیہوں سے بنی ہوئی کھانے کی چیزوں کی شکل میں استعمال کا علم ہوتا ہے۔ راجپوتانے کی جین مورتیوں کو گیہوں نذر کئے جاتے تھے[8]۔ آگے لکھتا ہے کہ منصورہ کے لوگوں کا نمایاں کھانا دودھ اور روٹی ہے[9]۔ خوارزمی نے بھتہ

---

۱ اصطخری صفحہ ۷۶

۲ سلیمان صفحہ ۶۰-۵۶ انفنسٹینٹ اکاؤنٹ آف انڈیا اینڈ چاینا صفحہ ۳۴ صفحہ ۷۲

۳ بشاری

۴ ابن فقتیہ صفحہ ۱۶۲-۱۶۱

۵ جے شنکر شر: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۲۳۷

۶ کریتیہ کلپترو، نیت صفحہ ۳۹۵

۷ کرتیاکارتناکر صفحہ ۲۵۷

۸ ایپی گرافیا انڈیکا حصہ ۹ صفحہ ۵۷

۹ بشاری مقدسی صفحہ ۸۷-۳۸۶

لفظ استعمال کیا ہے اس کے مطابق یہ ایک طرح کا مریضوں کا کھانا ہے۔ یہ ہندوستانی بھات ہے جو عربوں کے خیال سے مریضوں کا ہلکا کھانا ہوگا اس کو کھیر بھی کہا جا سکتا ہے۔ چینی سیاح ہیون سانگ نے ہندستانیوں کے کھانے کے سلسلے میں لکھا ہے کہ لوگ روٹی، چاول، دوسری طرح کے اناج دودھ چینی اور ان سے بنے ہوئے کھانے کے سامان اور سرسوں کا تیل کھاتے ہیں[۱]۔ عرب سیاحوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانیوں کا بنیادی کھانا چاول تھا۔

چینی سیاح اِتسنگ نے اس سلسلے میں تفصیلی بیان پیش کیا ہے اس نے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں پیدا ہونے والے اناجوں کے چلن پر تفصیل سے اپنی رائے ظاہر کی ہے۔

اِتسنگ کے مطابق شمال میں گیہوں کا آٹا پیدا ہوتا ہے۔ پچھمی پردیش میں سینکا ہوا آٹا (ممکن ہے چاول یا جو کا ستو) بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ وسطی اور دکھنی و پوربی سرحدی صوبے میں چاول زیادہ پیدا ہوتا ہے[۲]۔

چینی سیاح کے مطابق گھی، تیل، دودھ، ملائی سب جگہوں پر ملتا ہے۔ میٹھی روٹیاں نیز پھلوں کی کثرت کے سبب ان کا شمار مشکل ہے[۳]۔ اتسنگ کے مطابق ہندوستان کے پانچوں حصوں میں (پانچوں حصوں سے مراد مکمل ہندوستان سے تھا) پھل اور سبزیاں

---

[۱] جے شنکر مشر: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۲۲۷

[۲] دی ریکارڈ آف دی بدھسٹ ریلیجن اینز پریکٹیسڈ ان انڈیا اینڈ دی ملے آرکی پیلگو: اتسنگ ٹرانزلیٹیڈ بائی جے۔ تکاکسو صفحہ ۴۴-۴۳

[۳] ٹرانزلیٹیڈ بائی جے تکاکسو صفحہ ۴۴

نہیں کھائی جاتی ہے[1]

سبزی اور پھل کی خوراک

ہندوستانی کھانوں میں ابتدائی زمانہ سے ہی پھلوں کا خصوصی مقام رہا ہے۔ ہندوستان کی آب و ہوا مزیدار اور میٹھے پھل پیدا کرنے کے لئے مشہور رہی ہے۔ عرب سیاحوں نے ہندوستان کے مختلف حصوں میں پیدا ہونے والے پھلوں اور سبزیوں کا بیان کیا ہے۔ ابن خردادبہ[2] نے کلابار اور لنکا کے درمیان میں واقع ذاتوں کا کھانا کیلا، گنّا اور ناریل بتایا ہے۔ مسعودی نے ہندستانی جزیروں کی عام پیداوار ناریل بتائی ہے۔ کھجور یہاں نہیں پیدا ہوتی ہے۔ اصطخری[3] نے سندھ میں لیمو اور آم کھانے کا بیان کیا ہے اس نے جدران میں بانید (مصری یا سفید شکر قند) کی پیداوار کا ذکر کیا ہے۔ مصری سب ملکوں میں بھیجی جاتی ہے یہاں کھجور، لیمو، گنا اور آم بھی پیدا ہوتا ہے۔ بشاری مقدسی[4] نے ہند میں اخروٹ اور بادام کھانے کا بیان کیا ہے نیز یہاں پر کھجور اور کیلے کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ جانوس[5] جزیرہ کے لوگ ناریل، کیلا گنا، نہرواد کے لوگ بانکلا، لوبیا، لنک بالوس

---

[1] برائز لیٹ بانی ہے۔ لکھنؤ صفحہ ۵۱

[2] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ا صفحہ ۳۷

[3] اصطخری صفحہ ۱۷۲

[4] بشاری ص ۸۲ ۔ ۷۷ سلیمان ندوی عرب و ہند کے تعلقات صفحہ ۵۹ : ترجمہ رام چندر صفحہ ۶۵

[5] ادریسی صفحہ ۱۷۰ - ۶۲

جزیرے کے قریب نجامان جزیرہ کے لوگ ناریل کا استعمال کرتے تھے۔ سلیمان نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں سب پھل تو ہیں لیکن چھوہارے کا درخت نہیں ہے اور ان کے پاس ایک پھل ہے جو سیرے وہاں نہیں ہے۔ ممکن ہے یہ پھل آم رہا ہو خوارزمی نے بھی ہندوستان میں پیدا ہونے والے پھل آم کا ذکر کیا ہے مسعودی کے مطابق نارنجی، لیمو، ہندوستان کی خاص چیزیں ہیں یہ پھل تیسری صدی ہجری میں ہندوستان سے عرب لائے گئے تھے مسعودی کا قول ہے کہ ان میں ہندوستان جیسا مزہ نہیں تھا ابن حوقل سندھ کا بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ان کے دیس میں سیب کے برابر ایک پھل ہوتا ہے جس کو لیموں کہتے ہیں اور جو شفتالو کی طرح کا ہوتا ہے اس کا نام ابنبج (آم) ہے جس کا مزہ شفتالو کی طرح ہوتا ہے بھرہت کی ریلنگ اور سانچی کے اسٹوپ (پتھر کے کھمبے) پر انگور کے گچھوں کی عکاسی کی گئی ہے۔ ڈاکٹر اوم پرکاش نے تذکرہ کیا ہے کہ بنگال اور دکھنی ہند کے لوگ چنا اور سیم کی پھلی کی سبزی کا استعمال کھانے میں کرتے تھے۔ البرونی نے لکھا ہے کہ ہندوؤں کے دیش میں کھجور اور ناریل کی طرح کا پتلا پیڑ ہے جس کا پھل کھایا جاتا ہے۔ واٹرس نے لکھا ہے کہ کشمیر میں ناشپاتی،

---

۱ مسعودی: مروج الذہب حصہ ۲ صفحہ ۳۸۴ (دیوروپ)
۲ ابن حوقل صفحہ ۲۲۸
۳ کننگھم بھرہت۔ استوپ صفحہ ۳۳-۳۲
۴ اوم پرکاش: فوڈ اینڈ ڈرنک ان اینشینٹ انڈیا صفحہ ۲۲
۵ سچاؤ: البرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۷۱

Marfat.com

بیر، آڑو، خوبانی، اور انگور کے پودے کافی تعداد میں ملتے ہیں[1]

مٹھائیاں

عرب سیاحوں نے ہندوستانی مٹھائیوں کا بیان کیا ہے اور اسے فانید سے کہا ہے۔ اصطخری اور مقدسی نے لکھا ہے کہ جدران اور ماسکان اور مکران کی فانید (مٹھائی) سارے سنسار میں بھیجی جاتی ہے۔[2]

کھانا کھانے کا طریقہ

عرب سیاحوں نے ہندوستانیوں کے کھانے کا طریقہ اور کھانے کی صفائی سے متعلق بہت سی باتوں کا بیان کیا ہے جو ہندوستانی کتابوں میں ملتا ہے کھانے کے طریقہ کا بیان کرتے ہوئے ابوزید نے کہا ہے کہ ہندوستان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے دو لوگ ایک ساتھ ایک برتن میں کھانا نہیں کھاتے۔ بادشاہوں اور مالدار لوگوں کے روز بروز دسترخوان اور ناریل کی چھال کا جیسا کوئی پاتر د ن بنایا جاتا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد اسے پھینک دیتے ہیں دوسرے دن پھر نیا تھال استعمال کیا جاتا ہے[3] البیرونی کھانے کے طریقہ کے

---

[1] داٹرس صفحہ ۱۶۸-۱۶۷

[2] مقدسی صفحہ ۴۸۲

[3] ابوزید صفحہ ۱۴۶، ۱۴۵۰

ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۸۰

متعلق لکھتا ہے کہ ہندو گوبر سے لیپے چوکے میں ایک کے بعد ایک اکیلے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔ وہ کھانے کے بچے ہوئے حصے کو نہیں کھاتے ہیں۔ وہ مٹی کے برتن (पात्र) کو کھانے کے بعد پھینک دیتے ہیں۔[1] بودھ بھکشوؤں کے ایک ساتھ کھانے کا بیان اتسنگ نے کیا ہے۔ ہر طرح کے بودھ بھکشو اپنے ہاتھ پیر دھو کر الگ الگ چوکیوں پر بیٹھتے تھے۔ سب چوکیاں ایک ہی ناپ کی ہوتی تھیں۔ ان سبھی کو ایک ایک ہاتھ کی دوری پر رکھا جاتا تھا۔ کھانا سب کو ایک طرح سے لگایا جاتا تھا۔ مہمانوں کے سامنے کھانا لگانے والے کھڑے ہو کر ادب سے سلام کرتے تھے کھانے کے بعد کھانا لگانے والا مہمانوں کو داتون (مسواک) اور صاف پانی دیتا تھا۔ مہمان ایک ایک نصیحت آمیز منتر (بات) پڑھتا تھا۔[2] بہت سی ہندوستانی کتابوں میں جھوٹا کھانا نہ کھانے کے ثبوت ملتے ہیں۔ ابن فقیہ[3] نے لکھا ہے کہ کوئی بھی شخص بغیر نہائے اور داتون (مسواک) کئے کھانا نہیں کھاتا۔ البیرونی کے مطابق ہندو لوگ ایک ساتھ کھانا نہیں کھاتے وہ بچا ہوا حصہ بھی نہیں کھاتے نیز کھائے ہوئے برتن کو پھینک دیتے ہیں اس کی تصدیق ہیون سانگ سے ہوتی ہے۔ اس کے مطابق کھانے کے برتن کو ہاتھوں ہاتھ آگے نہیں بڑھایا جاتا جو

---

۱ جے شنکر مشر: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۸۳۳ بحوالہ دھرم حصہ ا صفحہ ۱۸۰

۲ دی ریکارڈس آف دی بدھسٹ رلیجن پریکٹیڈ ان انڈیا اینڈ دی ملے آرکی پلگو ائسنگ ٹرانسلیٹیڈ بائی جے ٹکاکسو صفحہ ۲۳-۲۲

۳ ابن فقیہ صفحہ ۱۶۲-۱۶۱

برتن مٹی یا کاٹھ کے ہوتے ہیں ان کا ایک بار استعمال کرنے کے بعد پھینک دینا ضروری ہے اور جو برتن سونے، چاندی، تانبے یا لوہے کے ہوتے ہیں۔ انھیں مٹی سے صاف کرنا پڑتا ہے[1]۔

شراب (سُرا پان)

عرب سیاحوں نے قدیم ہندوستانی سماج میں رائج شراب کے رواج کا بھی بیان کیا ہے۔ اس وقت شہد، تاڑی، ناریل وغیرہ کا بھی استعمال شراب کی شکل میں کیا جاتا تھا ابن خرداذبہ نے ہندوستانی جزیروں میں ناریل کی شہد پینے کا بیان کیا ہے[2] البیرونی نے لکھا ہے کہ شراب (मदिरा) پینے کی اجازت شودر کو ہے۔ وہ اس کو پی سکتا ہے وہ شراب خالی پیٹ پیتے ہیں اور کھانا بعد میں کھاتے ہیں[3] عرب سیاحوں نے برہمنوں، چھتریوں اور ویشیوں کے لئے شراب پینا ممنوع بتایا ہے۔ ادریسی نے لکھا ہے کہ شہد کا شربت جس میں الائچی دانے ہوتے ہیں یا رٹیوں وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے[4] سندان، چیمور، اور کمبایت کے لوگ شہد (مدھو[5]) گجرات اور سراندیپ کے لوگ شراب اور

---

١ واٹرس حصہ ١ صفحہ ١٥٢

٢ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ١ صفحہ ٢٥

٣ جے شنکر مشر: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ٢٤٠

٤ سخاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ٢ صفحہ ١٥١

٥ ادریسی: برہان صفحہ ٤٠ حصہ ٦١ جولائی ١٩٦٣

٦ ادریسی: صفحہ ١٨١

٧ خرداذبہ صفحہ ٧

Marfat.com

جنوب کے لوگ تاڑی کا استعمال کرتے ہیں[۱] لنکا کا راجہ عراق سے شراب منگا کر پیتا تھا[۲] ہیون سانگ کا قول ہے کہ چھتری دکھیہ (اگور) اور انگور سے تیار کی گئی شراب پیتے ہیں اور ویشیہ لوگ میڈ (ڈیکائی) ہوئی تیز شراب پیتے ہیں۔ بودھ بھکشو اور برہمن صرف انگور اور گنے کا شربت پیتے ہیں[۳]۔ کتھا سرت ساگر[۴] سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوداگروں میں شراب پینے کا چلن تھا۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ اپنے آنند (مستی) میں بہت زیادہ اضافہ کرنے کے لئے ہندوستان کے لوگ لڑکیوں کو شراب پلاتے ہیں تاکہ ان کی بدمستی کو دیکھنے والا شخص برانگیختہ ہوا ٹھے۔

شراب کے رواج کا ثبوت سیاحوں کے بیانات اور ہندستانی کتابوں سے بخوبی ہوتا ہے لیکن شراب کے خراب نتائج کے سبب سماج میں دھیرے دھیرے شراب کا رواج کم ہوگیا نیز بہت سے راجاؤں نے اس پر پابندیاں بھی لگائیں[۵] عرب مصنفین نے شراب کی ممانعت کا تذکرہ کیا ہے ابن خرداذبہ[۶] نے لکھا ہے کہ ہندستانی باشندے شراب کا استعمال نہیں کرتے اور سرکے کا استعمال

۱۔ ادریسی برہان صفحہ ۱۸ جلد ۶۱ جولائی ۱۹۶۸

۲۔ سنیارہ: عرب جیوگرافرس نالج آف سدرن انڈیا صفحہ ۱۰۲

۳۔ واٹرس حصہ ۱ صفحہ ۱۷۸

۴۔ کتھا سرت ساگر صفحہ ۱۵۰-۱۵۴

۵۔ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۸۴

۶۔ خرداذبہ صفحہ ۶۷-۶۶

کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کے مذہب میں شراب ممنوع نہیں ہے لیکن پھر بھی اس سے پرہیز کرتے ہیں کیونکہ اس کا استعمال آدمی کی عقل اور ہوش و حواس کی طاقت کو ختم کر دیتا ہے اور آدمی کوئی بھی خراب کام کر سکتا ہے اس لئے راجاؤں کے لئے شراب پینا منع تھا خردابہ[1] آگے لکھتا ہے کہ برہمن دھرم کے ناشدا نام کے فرشتے نے لوگوں کو شراب نوشی سے روکا تھا[2] سلیمان نے لکھا ہے کہ ہندوستانی اپنے اخلاق کی وجہ سے نہ تو شراب پیتے ہیں نہ سرکہ کھاتے ہیں اگرچہ ان کے مذہب میں منع نہیں ہے[3] ہندوستانی شراب کی ممانعت مذہبی بندش کے سبب نہیں کرتے بلکہ سماج میں نفرت کے لائق سمجھے جانے کی ڈر سے کرتے ہیں[4]۔ بزرگ بن شہریار کے مطابق ہندو لوگوں کے مذہب میں مردوں کے لئے شراب بالکل ممنوع ہے لیکن عورتوں کے لئے مناسب ہے۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ ہندو شراب نہیں پیتے اور شراب پینے والوں کو برا سمجھتے ہیں۔ شراب پینے والے راجہ سے حکومت چھین لی جاتی تھی[5] راجہ کمار شراب کے سلسلے میں سخت قانون رکھتا ہے اس کے یہاں شراب پینے کی سزا موت ہے۔ ہندوستانی سوداگر اور عام جنتا شراب نہیں پیتی بلکہ سرکے سے بھی پرہیز کرتی ہے۔ اگر کمار کا کوئی سپہ سالار شراب پیتا ہے

۱۔ خردابہ صفحہ ۶۷-۶۶

۲۔ سلیمان صفحہ ۵۲

۳۔ سلیمان، ریفرینس ٹو عرب ٹریولرس اینڈ ڈسکرپشن جیوگرافی صفحہ ۵۸،۵۵

۴۔ بزرگ بن شہریار صفحہ ۱۳۸-۱۳۹

Marfat.com

تو اس کے ہاتھ پیر پر لوہے کو گرم کر کے رکھ دیتے ہیں جس سے کبھی کبھی موت بھی ہو جاتی ہے۔ ابن رستا نے بھی ہندوستانی راجاؤں اور باشندوں[1] کے سلسلے میں لکھا ہے کہ وہ شراب نہیں پیتے جب مسلمان کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ اس نے شراب پی ہے اس کو نیچ سمجھتے ہیں نیز نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ابن فقیہ سلیمان نے کمار کے راجہ کا بیان کیا ہے جس نے شراب نوشی جرم قرار دیا تھا۔ ہندوستان گجرات کے چالکیہ کمار پال نے شراب نوشی ہی نہیں بلکہ شراب سازی کے کارخانے بھی بند کرا دیے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت شراب کا چلن تھا لیکن شراب پینے والوں کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا

پان (تامبول)

کھانے کے بعد کلی کر کے تامبول (پان) کھانے کا رواج قدیم زمانے میں تھا۔ کادمبری میں بان[2] نے لکھا ہے کہ راجہ شودرک دن کے کھانے کے بعد خوشبودار بوٹیوں کا دھونی دے کر کے تامبول (پان) کھاتے تھے۔[3] البیرونی کے مطابق ہندوستانی سماج میں پان کا چلن انتہائی قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے۔[3] پان بیچنے والے کو واتسیایان نے تامبولی کے نام سے مخاطب کیا ہے۔[4] باگ بھٹ نے

---

[1] بزرگ بن شہریار صفحہ ۱۳۹-۱۳۸

[2] باڑا کادمبری صفحہ ۱۴-۱۷

[3] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۸۰

[4] ایم سی چکلادر: سوشل لائف ان انیشینٹ انڈیا واتسیاینز کام سوترا صفحہ ۱۴۳

آشٹانگ سنگرہ میں کہا ہے کہ پان کو سونے کے بعد لینا چاہیئے[1] پان کھانا امکان ہے کہ آریوں نے ہندوستان میں ناگ ذات کے لوگوں سے سیکھا تھا۔ آریوں نے تامبول کا بہت ادب کیا ہے۔ سب سے پہلے اعلیٰ طبقہ کے شہریوں نے اسے اپنایا تھا۔ پان کا سیدھا مطلب پتہ ہے۔ پان کو بہت اونچا مقام دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ دیوتاؤں کی پوجا کے سامان میں پان کو بہت عمدہ مانا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اس کی خرابیوں کا بھی تجزیہ کیا گیا ہے۔ البیرونی آگے لکھتا ہے ان کی (ہندوستانیوں کی) قوت ہاضمہ اتنی کمزور ہے کہ کھانا کھانے کے بعد پان کے پتے اور سپاری چبا کر وہ اسے مزید مضبوط کرتے ہیں۔ گرم پان جسم کی حرارت کو بھڑکاتا ہے، پان کے پتے کا چونا ہر ایک گیلی چیز کو سکھا دیتا ہے اور سپاری دانتوں مسوڑھوں اور پیٹ پر مناسب دوا کی شکل میں کام کرتی ہے۔ پان، چونا اور سپاری ایک ساتھ کھانے کے سبب ان کے دانت لال ہیں[2] ادریسی نے پان کی تعریف کی ہے۔ اس سلسلے میں المسعودی نے بھی لکھا ہے کہ پان ایک طرح کا پتہ ہوتا ہے جو ہندوستان میں پیدا ہوتا ہے جب اس کو چونا اور ڈلی ملا کر کھاتے ہیں تب انار کے دانوں کی طرح دانت لال ہو جاتے ہیں اور خوشبودار ہو جاتے ہیں۔ جی بھی خوش ہوتا ہے ہندوستان کے لوگ سفید دانتوں اور پان نہ کھانے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ عرب سیاحوں اور ہندوستانی کتابوں کے تذکرے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں پان کا چلن تھا اور اسے خوبصورتی اور عزت کا نشان مانا جاتا تھا موجودہ سماج میں پان کا بہت زیادہ چلن دکھائی پڑتا ہے۔

[1] پی۔ کے گوڈ: اسٹڈیز ان انڈین: کلچرل ہسٹری حصہ ۱ صفحہ ۱۹۹
[2] سچاو البیرونیز انڈیا حصہ ۱

پوشاک اور آرائش

تہذیب کے ارتقاء کے ساتھ پوشاک پہننے کی اہمیت بدن کو سجانے کی سمت میں خاص طور سے دکھائی دیتا ہے۔ پوشاک پہننے کے ذریعہ خوبصورت بن جانے کا فن انسان نے بہت قدیم زمانے سے اپنایا۔ اس سمت میں پوشاکوں کی اہمیت آرائش کے برابر ہے[1]

عرب سیاحوں نے اپنے تذکروں میں ہندوستان کے مختلف حصوں کی پوشاک اور وضع قطع کا ذکر کیا ہے۔ اصطخری کے مطابق منصورہ کے عام باشندوں کی پوشاک عراق کی طرح ہے لیکن راجاؤں کا لباس اور وضع قطع ہندوستانیوں کی طرح ہے یعنی ان کے بال لمبے ہوتے ہیں۔ اور وہ کرتے استعمال کرتے ہیں[2]۔ اس نے بانیا، کام بل، تیمور کے صوبوں میں ہندو مسلمانوں کی پوشاک ایک ہی جیسی بتائی ہے[3]۔ بشاری مقدسی کے مطابق مکران کے رہنے والے کرتے پہنتے ہیں اور لمبے بال رکھتے ہیں[4]۔ سلیمان نے دکھنی ہندوستان میں واقع ہرگد سمندر کے جزیروں کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

یہاں کے لوگ باہنوں، آنچل اور کھلے گلے (آستین؛ دامن

---

[1] راما جی اپادھیائے: پراچین بھارت کی سماجک ایوم سانسکرتک بھومیکا صفحہ ۴۵

[2] اصطخری: کتاب الاقالیم ترجمہ ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن ہسٹری آف انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۲۷

[3] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۲۷۵

صفحہ ۱۸-۱۶

سلیمان

ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۳۹۴

گریبان) کی قمیص پہنتے ہیں۔[1] انہوں نے جنوبی ہند کے کچھ ساحلوں کے باشندوں کے سلسلے میں لکھا ہے کہ وہ صرف لنگوٹی باندھتے ہیں۔[2]

بودھ بھکشو اور بھکشونیکاؤں کے لباس ہر طرح سے ایک جیسے تھے۔ ان کے کپڑوں کا رنگ پیلا ہوتا تھا۔ یہ تین طرح کے ہوتے تھے۔ سنگھاٹی یعنی کمر سے لپیٹنے کی دوہری تہہ انتر واسک یعنی بدن کے اوپری حصہ ڈھکنے کا کپڑا اور اترا سنگ یعنی چادر۔[3] گاؤں اور بستیوں میں ہندو اور مسلمان لنگی اور کرتا پہنتے ہیں۔ البیرونی کے مطابق وہ پائجاموں کی طرح پگڑی دکھا لباس (دھوتی) استعمال کرتے ہیں جو کم لباس پہننا چاہتے ہیں وہ دو انگل چوڑا چیتھڑا (لنگوٹی)، دو رسیوں کے سہارے اپنی کمر میں باندھتے ہیں اور اتنے سے ہی اطمینان کر لیتے ہیں۔ البیرونی کے ذریعہ بیان کی گئی لنگوٹی باندھے جانے کا چلن سادھو، سنیاسیوں میں شروع سے ہی رہا۔ آج بھی سادھو زیادہ تر لنگوٹی کا استعمال کرتے ہیں جہاں تک روئی کے پائجامے کی بات ہے وہ کسی ٹھنڈے صوبے میں پہنے جاتے رہے ہوں گے جو کوئی زیادہ کپڑے پہننا چاہتا ہے وہ روئی سے بھرے ہوئے پائجامے پہنتا ہے جس سے کئی رلائیاں اور گدے بنائے جاتے ہیں۔ ان پائجاموں میں کوئی راستہ نہیں ہوتا ہے نیز اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ پاؤں ڈھک جاتے ہیں۔ جس ڈوری سے پائجامہ باندھا جاتا ہے وہ پیچھے ہوتی ہے۔[4]

---

1 سلیمان صفحہ ۱۸-۱۹

2 سلیمان ندوی۔ عرب بھارت کے سمبندھ مترجم رام چندر صفحہ ۲۲

3 موتی چندر: پراچین بھارتیہ ویش بھوشا صفحہ ۳۵

4 سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۸۰

البیرونی نے روئی کے پائجامے کا تذکرہ کیا ہے ایرین کے مطابق روئی کے بنی دھوتی کمر سے لپٹی رہتی تھی اور وہاں سے گھٹنے کے نیچے ایک فٹ تک لٹکتی رہتی تھی[1]۔ ایرین نے ہندستانیوں کے سفید چمچماتے ہوئے لباس کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ ہندوستانی روئی کی خصوصیت ہے نیز ممکن ہے ہندوستانیوں کے سفید بدن پر ان کے لباس خاص طور سے سفید ہونے پر بہت زیادہ اچھے لگتے ہوں[2]۔ ہندوستانی سفید لباس کو آرام پہنچانے اور گرمی سے حفاظت کرنے کے لئے بہت زیادہ پسند کرتے ہیں جس کی تصدیق ایرین کے قول سے بھی ہوتی ہے۔

میگستھنیز نے لکھا ہے کہ ہندوستانیوں کے لباس پر سنہری کشیدہ کاری ہوتی ہے اور اس پر قیمتی ہیرے جڑے رہتے ہیں۔ یہ مہین ململ کے گل کاری کیا ہوا لباس پہنتے ہیں۔ سلیمان نے لکھا ہے کہ ہندو لوگ "پھوتا" پہنتے ہیں جس کے سلسلے میں لینار نے لکھا ہے کہ "پھوتا" (کپڑا) فشان ہے۔ اس کپڑے کی طرف اشارہ کرتا ہے جو سندھ سے منگایا جاتا تھا نیز موٹے سوتی دھاگے سے لوگ اسے کمر سے لپیٹ لیتے تھے[3]۔ البیرونی نے عورتوں کے لباس کے سلسلے میں لکھا ہے۔ کرتکو (باہوں والی چھوٹی قمیضیں جو کندھوں سے جسم کے درمیان تک ہوتا ہے)، کا کاٹ دائیں اور بائیں دونوں طرف ہوتا ہے[4]

---

[1] میکرنڈل، انڈیا انیویڈ بائی الکزانڈر دی گریٹ، میگستھنیز اینڈ ایرین صفحہ ۲۲۴

[2] میکرنڈل، انڈیا ایز ڈسکرائبڈ بائی میگستھنیز اینڈ ایرین صفحہ ۶۹

[3] ایس، ایم، عینار، عرب جیوگرافرس نالج آف سدرن انڈیا صفحہ ۹۲

[4] سچاؤ حصہ ۱ صفحہ ۱۸۱–۱۸۰

بشاری مقدسی اور اصطخری نے توران کی پوشاک کے سلسلے میں لکھا ہے کہ ہندو مسلمان سب کا لباس ایک ہی ہے۔ گرمی پڑنے کے سبب ان کا لباس عام طور پر چادر اور تہمد تھا۔ نگران کے لوگوں کے سلسلے میں لکھا ہے ہندو مسلمانوں کا لباس ایک طرح ہے[1] ادریسی نے نہر وارہ کے سلسلے میں کہا ہے کہ نہر وارہ کا حکمراں بلہبہ رائے سہرا تاج اور سونے کے تار کے بنے قیمتی لباس پہنتا تھا ور عورتیں ساری پہنتی تھیں[2]۔ ہندوستان کے لنک بالوس اور سلہٹ جزیروں میں عورت اور مرد دونوں ننگے رہتے ہیں کچھ عورتیں درختوں کے پتوں سے بدن ڈھک لیتی ہیں[3]۔ البیرونی نے سُنداز (ایک کپڑا جس سے سر سینے اور گردن کا اوپری حصہ ڈھکا رہتا ہے) نام کے ایک کپڑے کا بیان کیا ہے جو پائجاموں کی طرح پیچھے بٹن سے بندھا رہتا ہے[4] ممکن ہے یہ کرتا ہی تھا۔ ابن حوقل کے مطابق ان لوگوں میں ہر طرح سے کرتے ہی پہنے جاتے ہیں لیکن تاجر لوگ قمیص اور چادر استعمال کرتے ہیں[5] ہندوستانی سادھو زیادہ تر ننگے رہتے تھے یا دو انگل کی لنگوٹی باندھتے تھے اس سلسلے میں بزرگ بن شہر یار نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے پجاری، جوگی سنیاسیوں کی کچھ قسمیں ہیں

---

[1] ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن: ہسٹری آف انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۳۹

[2] ادریسی: نزہت المشتاق فی اختراق الآفاق: ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۳۹

[3] سلیمان صفحہ ۱۹-۱۸

[4] سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۸۰

[5] بی شنکر مشرا: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۲۸۲ سفرنامہ صفحہ ۲۳۲

بکارڈی بودھ سادھو ہیں جنھیں ابوزید اور مقدسی نے "بیکرجین" اور "بہاکرنتین" کہا ہے۔ یہ درحقیقت لنکا کے باشندے ہیں یہ گرمی کے موسم میں بالکل ننگے رہتے ہیں۔ کبھی کبھی کوئی سادھو صرف چار انگل کی لنگوٹی ایک ڈوری میں باندھ لیتا ہے نیز جاڑوں میں گھاس کی چٹائی اوڑھ لیتا ہے وہ مختلف رنگوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی ملی ہوئی لنگی باندھ لیتے ہیں[۱]۔

چینی سیاح اتسنگ نے بودھ بھکشوؤں کے پہناوے کا تفصیلی بیان کیا ہے۔ بھکشوؤں کے پہناوے میں درج ذیل کپڑے ہوتے تھے اسنگھاٹی (دوہری چادر) ۲۔ اتراسنگ (چادر) اور انترداس (دھوتی)[۲]

اتسنگ نے ہندوستانی باشندوں کے اعلیٰ نسل کے سرکاری ملازموں کے کپڑوں کے سلسلے میں لکھا ہے کہ سفید کپڑے کا ایک جوڑا پہنتے تھے لیکن غریب لوگ ایک ہی کپڑا پہنتے تھے دھوتی آٹھ فٹ لمبی ہوتی تھی اور وہ صرف کمر میں لپیٹ لی جاتی تھی[۳]۔

ہیون سانگ نے عورتوں کے لباس میں ایک لمبے (نیچے) کپڑے کی طرف اشارہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ کپڑا ان کے دونوں کندھوں کو ڈھکے رہتا ہے[۴] ہیون سانگ نے عورتوں کے

---

[۱] بزرگ بن شہریار صفحہ ۱۶۴-۱۶۳

[۲] اے رکارڈ آف دی بدھسٹ رلیجین ایز پریکٹیسڈ ان انڈیا اینڈ دی ملایا آرچی پے لیگو صفحہ ۵۴

[۳] اے رکارڈ آف دی بدھسٹ رلیجین ایز پریکٹیسڈ ان انڈیا اینڈ دی ملایا آرچی پے لیگو صفحہ ۶۸-۶۷

[۴] واٹرس حصہ ۲ صفحہ ۱۴۸

Marfat.com

پہناوے کا ذکر صاف واضح نہیں کیا ہے جس سے یہ سمجھنے میں مجبوری ہوتی ہے کہ لمبے ڈھیلے کپڑے سے ان کا مطلب ساری چادر، یا کنچک ان تینوں میں سے کس سے ہے[1] انڈیکا میں گھٹنوں تک کپڑے پہننے کی بات کہی گئی ہے۔ بھرہت کی تصویروں میں عورتیں گھٹنے تک ساری پہنے ہوئے ہے جس پہ کردھنی اور کمر بند ہے[2]۔ قدیم زمانے میں مرد بھی کمر بند پہنتے تھے۔ یہ کمر بند فنکارانہ اور پرکشش ہوتے تھے جو عورت مرد دونوں کی خوبصورتی بڑھاتے تھے۔ کبھی کبھی ان کمر بندوں میں پھندنے دار جھومر لٹکتے رہتے تھے[3] عرب مصنفین کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں کرتا، دھوتی، شال، پائجامہ، لنگوٹی، صافہ وغیرہ رائج ۔ اس کے پہنے جانے کا علم ہندوستانی سکوں اور ادب سے بھی ہوتا ہے۔ گھوش کے وقت ہندوستان یکشان راجاؤں کے ماتحت تھا جس سے کپڑا وضع قطع پر اثر پڑنا فطری ہی تھا[4] کشان لوگوں کے اثرات کے سبب لوگ لمبا کوٹ، پائجامہ اور سر پر اونچی اونچی ٹوپی پہنتے تھے[5]۔ متھرا میوزیم کی ایک مورتی دھوتی پہنے ہے نیز کمرے کے چاروں طرف ایک دوپٹہ لپیٹے ہوئے ہے[6] عورتیں اپنے سینے پر کسے ہوئے

۱۔ واٹرس حصہ ۱ صفحہ ۱۴۸
۲۔ بکنگھم : بھرہت پلیٹ ۲۱-۲۲ ۲۲-۲۱
۳۔ موتی چند : پراچین بھارتیہ ویش بھوشا صفحہ ۳۸
۴۔ اگنی لال : اشوگھوش کالین بھارت صفحہ ۵۶
۵۔ بھارتیہ سکے صفحہ ۱۵۴
۶۔ بوگیل : کیٹلاگ آف متھرا میوزیم صفحہ ۸۸ نمبر ۱۲۵

Marfat.com

جیکیٹ سے ڈھکتی تھیں۔[1] ہندوستانی ادیبوں کے مضامین سے چندر گپت اول کے شاسن کال (زمانۂ حکومت) کا ایک سکہ مرزئی (جیکیٹ) اور پتلی چھری کے پائجاموں کا ہندوستانی سماج میں رائج ہونا ثابت کرتا ہے۔[2] عورتوں نے لباس کے سلسلے میں البیرونی لکھتا ہے:

کرتکوں (باہوں والی چھوٹی قمیص) کی کاٹ دائیں سے بائیں دونوں طرف ہوتی ہے۔[3] قدیم زمانے میں ہندوستان کے اندر ریشمی، سوتی اچھی طرح کے کپڑے بنتے تھے۔ ہندوستانی کپڑوں کی تعریف کرتے ہوئے مسعودی لکھتا ہے کہ بھارت کے باریک کپڑوں کی ہمیشہ سے تعریف ہوتی آئی ہے۔ ہر ایک ذات کے بیانات سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ یہاں بہت ہی باریک کپڑے بنائے جاتے تھے۔ کچھ عالموں کا اندازہ ہے[4] مصر کی ممی (قدیم مردا) کا بھارت اپنے کپڑے میں لپٹی ہیں آٹھویں صدی عیسوی کا عرب سیاح سلیمان ایک جگہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ یہاں جیسے کپڑے بنے جاتے ہیں ویسے اور کہیں نہیں بنے جاتے۔ یہ اتنے باریک ہوتے ہیں کہ پورا کپڑا (تھان) ایک مٹھی میں آسکتا ہے۔ یہ کپڑے سوتی ہوتے ہیں جو کہ عرب سیاح نے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔[5] اس کے علاوہ تھانہ (بمبئی) کے کپڑے مشہور تھے وہ یا تو وہیں بنتے تھے اور یا دیش کے اندرونی حصوں سے

1۔ گرافکس، پینٹنگ ان دی بدھسٹ کیو ٹیمپلس آف اجنتا صفحہ ۷۴، ۷۸ دکیوز ۱۷-۱۶

2۔ اعلان: کیٹلاگ آف دی گپتا کوائنس صفحہ ۳ ، ۷

3۔ جے شنکر مشرا: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۲۴۴ بحوالہ سچاؤ حصہ اصفحہ ۱۸۰-۱۸۱

4۔ سلیمان ندوی: عرب بھارت کے سمبندھ: مترجم رام چندر صفحہ ۶۶

5۔ سلیمان بیوپاری کی سفر کی روئداد (سفر نامہ) صفحہ ۳۰ (یورپ)

آتے تھے اس کو مکھانے کے کپڑے کہتے تھے۔ سلیمان ہندوستانی
بنکروں کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہاں کے لوگ بہت
کاریگر ہیں۔ یہ کرتا دونوں آستینوں، دامنوں اور گلے کے
ساتھ بن لیتے ہیں۔ راجہ رہمی کے دیش میں ایسے سوتی کپڑے
ہوتے ہیں جیسے اور کسی جگہ نہیں ہوتے ہیں۔ آٹھویں صدی میں
عربوں کے حملے کے بعد ہندوستانیوں کے لباس میں تبدیلی ہوئی۔
ابن حوقل نے بلہرا کے لوگوں کے سلسلے میں لکھا ہے کہ ملتان کے
ہندو اور مسلمان ایک سی پوشاک پہنتے ہیں اور بال بڑھاتے ہیں۔

پاؤں کے محافظ (جوتے)

عرب سیاحوں کے بیان سے ہندوستانی سماج میں جوتوں کے
رواج پر روشنی پڑتی ہے۔ عرب سیاح مسعودی نے کھمبایت اور سندان کے
جوتوں کی بہت زیادہ تعریف کی ہے۔ یہ جوتے سندر ملائم اور مضبوط ہوتے
تھے۔ سماج میں ایک مخصوص قسم کے جوتے امیر طبقہ میں استعمال ہوتے
تھے جیسے "سرارہ" کہتے تھے۔ جس کو پہن کر چلنے سے آواز نکلتی تھی۔
مسعودی کمبایت (کھمبایت) سندان اور سوپارہ میں بننے والے جوتوں
کی تعریف کرتا ہے۔ البیرونی جوتے کے بارے میں لکھتا ہے کہ وہ جوتوں کو

۱۔ مسعودی مروج الذہب۔ جوہر — صفحہ ۱۴۱

۲۔ سلیمان ندوی عرب بھارت کے سمبندھ — صفحہ ۲۵-۲۳

۳۔ اشوک انڈیا اینڈ سکرائیڈ عرب ٹریولرس — صفحہ ۳۱

۴۔ ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن ہسٹری آف انڈیا حصہ ۱ — صفحہ ۳۹

۵۔ مسعودی: مروج الذہب — صفحہ ۱۱۶

Marfat.com

پہنے رہتے ہیں چلنے سے پہلے پنڈلی کے نیچے کی طرف الٹا دیئے جاتے ہیں ابن بطوطہ ی
اور مسعودی دونوں نے کھمبایت کے جوتوں کی تعریف کی ہے جو یہاں سے بن کر
باہر جاتے تھے۔ عرب سیاحوں کے بیان میں جوتوں کے چلن کے مختلف ثبوت
ملتے ہیں۔ اس کی تصدیق ہندوستانی کتابوں سے بھی ہوتی ہے۔

زیورات: کسی سماج میں زیور عورتوں کی زیب و زینت کیلئے عمومی بنیاد
مانا جاتا ہے۔ عرب سیاحوں نے اس وقت کے سماج میں رائج
زیورات کا تذکرہ کیا ہے۔ تعجب خیز بات یہ ہے کہ قدیم ہندوستان میں جدید زمانے
کی طرح عورتیں ہی زیورات کا استعمال نہیں کرتی تھیں بلکہ مرد بھی استعمال کرتے تھے
نویں صدی کے عرب سیاح سلیمان اور ابو زید نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے راجہ
کانوں میں بالے پہنتے ہیں جس میں بہت سے قیمتی جواہر اور موتی جڑے ہوتے ہیں اور
گلے میں مہنگی مالائیں پہنتے ہیں جس میں اعلیٰ معیار کے موتی، لال اور نارنگی رنگ کے
جواہر اور موتی ہوتے ہیں یہی قیمتی پتھر ان کی جائداد اور خزانہ ہوتے ہیں۔ یہ زیور
فوج کے سپہ سالار اور افسر بھی پہنتے ہیں اور امیر لوگ دوسرے آدمیوں کی گردن
پر سوار ہو کر چلتے ہیں اور ہاتھ میں مور کے پر کا چتر (چھتر) ہوتا ہے۔ راجاؤں کے
ذریعے زیور پہنے جانے کے سلسلے میں ابن فقیہ نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے
سبھی راجہ زیور پہنتے ہیں۔ اسکے مطابق ہندوستان کی عورتیں اور مرد ہاتھوں
میں سونے کے کنگن اور کانوں میں بالیاں پہنتے ہیں ہندوستانی عورت مرد دونوں
کے زیور پہننے کی بات سلیمان بھی کہتا ہے۔ دونوں سونے جواہرات کے کنگن
اور دیگر زیورات پہنتے تھے البیرونی نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ عورتیں کانوں میں
بالیاں، ہاتھوں میں چوڑیاں ہاتھ کی انگلیوں میں سونے کی انگوٹھی اور پاؤں کی
انگلیوں میں چھلے پہنتی تھیں سندھ اور ہند کے ساحلی اور باہری حصوں کے راجہ بنا

Marfat.com

(جوریبد) کو لپند کرتے ہیں[1] ادریسی نے عورتوں کے زیورات کے بارے میں لکھا ہے کہ عورتیں خوبصورت اور عمدہ معیار کے زیور پہن کر نکلتی ہیں۔ عام طور پر ان کے ہاتھ اور پیر میں سونے اور چاندی کے کنگن اور کڑے ہوتے ہیں[2] سی۔ وی۔ ویدیہ نے لکھا ہے کہ اس وقت خصوصی طور پر سونے کی انگوٹھی کا رواج تھا۔ چاندی کے زیور کا استعمال عورتیں پیروں اور ہاتھوں میں کرتی تھیں[3] اس کے علاوہ مختلف عرب سیاحوں نے لکھا ہے کہ سراندیپ، کامرون، الاہت اور کمارمیں پکھراج، یاقوت (ہیرا الماس)، اور موتی، راہیر دیپ میں موتی اور ہند میں یاقوت موتی لال بلور اور نگوں کی انگوٹھی زیورات کے طور پر استعمال کی جاتی تھی۔

ہیون سانگ نے راجہ اور امیر لوگوں کے زیورات کا ذکر کیا ہے جو بے بہا جواہرات سے جڑے ہوتے تھے۔ ان کا جسم انگوٹھیوں، کڑوں اور ہیروں سے مزین ہوتا تھا دستاویزوں اور سعد مورتیوں کو دیکھ کر بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ زیورات پہننے کا رواج بہت زیادہ تھا۔ دو پارہ دستاویزیں ہیں گلے کا ہار، کان کا بالا، پازیب اور سہرے کنگن کا بیان ہوا ہے۔ اس زمانے کی مورتوں میں عورت مرد دونوں زیور پہنتے ہیں جیسے کیور، مُدرا، کنگن، ہار، اُدر بندھ، نپور وغیرہ فوجوں کے سپہ سالار نیز دوسرے افسران اپنے اپنے عہدہ اور مقام کے مطابق زیور پہنتے ہیں۔

مذکورہ بالا بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ہندوستان کے لوگ زیوروں کی اہمیت کی طرف خصوصی دھیان دیتے تھے۔ عورتوں کے علاوہ مرد بھی اسے پہننے میں دلچسپی رکھتے تھے۔

---

[1] مسعودی مروج الذہب حصہ ۳ صفحہ ۱۷ [2] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۲۱ الیٹ: ہسٹری آف انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۸۹ [3] سی وی ویدیہ میڈیول ہندو انڈیا ۱۹۲۰

تفریحات اور روزمرہ کے معمولات

انسان اپنے عیش وعشرت اور راگ رنگ کا اظہار عیش ونشاط کے مختلف ذریعوں سے کرتا رہا ہے۔ ہندوستانی سماج میں قدیم زمانے میں تفریح ودلچسپی، عیش ونشاط کی جگہ رہا ہے۔ عرب سیاحوں نے ہندوستانی لوگوں میں مختلف قسم کے راگ رنگ اور عیش وعشرت کے سامان کا بیان کیا ہے ان کے بیانات سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ہندوستان میں شطرنج، موسیقی۔ جوا، رقص، شمشیرزنی اور چوپایوں وپرندوں کی پرورش، دلچسپی وتفریح کے تمام سامان تھے۔ قدیم ہندوستانی کتب میں اس قدیم زمانہ میں مروجہ تفریح کے سامانوں کا بیان ملتا ہے جو عرب سیاحوں کے نوشتوں کے مطابقت رکھتا ہے عرب سیاحوں نے عیش ونشاط، راگ رنگ کے متعدد ذریعوں کا بیان کیا ہے جو حسب ذیل تھے۔

شطرنج

جاحظ نے شطرنج کے کھیل کی قدامت کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شطرنج کا کھیل ہندوستانیوں کی فہم وفراست اور قسمت کی بہترین مثال ہے[1]۔ یعقوبی نے اس کھیل کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ صرف کھیل نہیں ہے بلکہ علم ریاضی اور تحقیق کے بنیادی

---

[1] جاحظ صفحہ ۸۱-۸۰

اصولوں پر اس کا دارومدار ہے اور یہ حقیقت میں وقت کی تبدیلی کی تصویر کشی ہے[1] شطرنج کھیل کے ذریعہ دشمنوں سے حفاظت اور حادثوں سے حفاظت کا ڈھنگ معلوم ہوتا ہے[2] ۔ یعقوبی اور مسعودی نے شطرنج کی پیدائش (تشکیل) کے بارے میں ایک دلچسپ کہانی کا بیان کیا ہے ۔

شطرنج کا کھیل نکالنے والے نے راجہ بارانی سے جو انعام مانگا وہ بہت زیادہ انوکھا تھا ۔ اس نے شطرنج کے پہلے خانے یا گھر میں گیہوں کا ایک دانہ رکھا ، دوسرے میں دو ، تیسرے میں چار اور چوتھے میں آٹھ دانے رکھے ۔ دیکھنے میں راجہ کو یہ انعام معمولی اور حقیر معلوم ہوا لیکن جب اس کا حساب لگایا گیا تو اتنی بڑی رقم دینا راجہ کے بس کی بات نہیں رہی ۔

شطرنج کھیل کا نام ــــ (ہندوستان) میں رکھا گیا ہے ۔ اس کی بنیاد چترنگ (چار حصوں والا) ہے ۔ ایرانی لوگ مہروں کے نام شاہ ، فرزین اور پیادہ کی بنیاد پر اسے ایرانیوں کی دماغی ایجاد بتاتے ہیں[3] ۔ ہاتھی اور رخ (رتھ) کی بنیاد پر اسے ایرانیوں کی دماغی ایجاد بتاتے ہیں[4] ہاتھی اور رخ (رتھ) کی بنیاد

---

[1] سلیمان ندوی : عرب بھارت کے سمبندھ : مترجم رامچندر

[2] قاضی سعد اندلسی : ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۳۶

[3] یعقوبی : حصہ ۱ صفحہ ۹۸

سلیمان ندوی : عرب و بھارت کے سمبندھ مترجم رامچندر صفحہ ۵۰ - ۱۴۹

[4] مسعودی ۔ حصہ ۱ صفحہ ۱۶۰

[5] یعقوبی حصہ ۱ صفحہ ۱۹۲

جو زیادہ تر بھارت ہی میں ہوتے تھے۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ کھیل بھارت میں شروع ہوا تھا۔ شطرنج کے کھیل کا تذکرہ قدیم ہندستانی کتابوں میں بھی کیا گیا ہے۔ قرون وسطی میں بھی اس کھیل کا ذکر ملتا ہے[1]۔ عرب سیاح البیرونی نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ شطرنج کھیلتے ہوئے وہ ہاتھی کو پیادے کی طرح ایک گھر سے سیدھے چلاتے ہیں دوسری طرف نہیں چار کونوں میں بھی اسے رانی (فرزین) کی طرح ایک بار ایک ہی بڑھاتے ہیں۔ ان کے مطابق یہ پانچ گھر ہاتھی کی سونڈ اور پاؤں کی جگہیں ہیں۔ یہ دو پاؤں سے ایک وقت میں چار آدمی کھیلتے ہیں[2]۔

البیرونی نے شطرنج میں رتھ کو رخ کہا ہے[3] اس طرح مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ عیش و عشرت اور تفریح کے سامانوں میں شطرنج ایک اہم عقل بڑھانے والا ہندوستانی کھیل تھا۔

چوسر اور جوا

شطرنج کی طرح چوسر بھی عقل کا کھیل تھا مسعودی نے اس کھیل کا بیان کیا ہے کہ چوسر کی پیدائش راجہ برہمن لیسر ماہو بوج کے زمانے میں ہوتی تھی اس کھیل کے ذریعہ قسمت اور کام کی تبدیلی ہوتی ہے[4]

---

[1] کادمبری صفحہ ۱۳ کتھاسرت ساگر ثانی حصہ ۲ صفحہ ۲۲۵

[2] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۸۳

[3] سچاؤ، البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۵۸

[4] مسعودی: مروج الذہب حصہ ۱ صفحہ ۵۸

Marfat.com

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آسمان اور نچھتروں کی رفتار جیسی چاہتی ہے کراتی ہے اور آدمی اس کے سامنے بالکل مجبور ہے ادریسی نے لکھا ہے لنکا کے لوگوں میں چوسر اور جوئے کی مختلف قسمیں شامل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ لوگ جوئے اور چوسر کے ذریعہ تفریح کرتے تھے۔

موسیقی اور فن ساز

عرب سیاحوں نے ہندوستانی سازوں اور موسیقی کا بیان کیا ہے مسعودی نے لکھا ہے کہ یہاں بہت سے ہندستانی جزیروں میں ہر وقت طبل (طبلہ) باجہ، بانسری، مضراب (ستار) نیز مختلف قسم کی خوبصورت آوازوالے، بیہوش کردینے والے سازوں کی آواز سنائی دیتی ہے ہندوستانیوں کی موسیقی (سنگیت) خوبصورت ہے ان کے ایک ساز کا نام 'کنکل' ہے جو کدو پر ایک تار کو تان کر بناتے ہیں اور جو ستار کے تاروں اور جھانجھ کا کام دیتا ہے۔ ان کے یہاں ہر طرح کا رقص ہوتا ہے۔ عورتوں کو گانے سننے میں خصوصی دلچسپی ہے۔ مسعودی کے مطابق ہندوستانیوں کے یہاں مختلف قسم کے ایسے بجائے جانے والے ساز ہیں جن میں لوگوں کو ہنسانے اور رلانے کی طاقت ایک ساتھ پائی جاتی ہے۔ انھیں گانے سے

سلہ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۴۳

سلہ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۱۴۲-۴۳

سلہ سلیمان ندوی: عرب وبھارت کے سمبندھ: مترجم رامچندر صفحہ ۱۰۴

Marfat.com

محبت ہے[۱] جاحظ نے لکھا ہے[۲]

ہندوستانی موسیقی دلکش ہے اس کے ایک بجائے جانے والے ساز کا نام کنگا ہے۔ یہ کدو کے ایک تار کا ہوتا ہے[۳] البیرونی نے لکھا ہے کہ ہندوستانی جھانجھوں کو چھڑی سے بجاتے ہیں۔ قدیم ہندوستان میں ہندو تہذیب میں عیش و نشاط و تفریح طبع کے سامان کھلونے کی شکل میں فراہم ہیں۔ ویدک لٹریچر میں اجتماعی گانے کا ذکر ہے۔ بجانے والے سازوں کی ہندوستان میں بہت پرانی روایت ہے۔ قرون وسطیٰ سے قبل مندروں کی دیواروں پر ان کے متعدد ثبوت ملتے ہیں۔ بھوبنیشور کے مندروں میں دینا، نگاڑہ (نقارہ) بانسری وغیرہ کی شمولیت تھی۔ کھجوراہو کی مندروں کی دیواروں پر مختلف بجائے جانے والے سازوں کے نقوش ملتے ہیں[۴]

عرب سیاحوں کے بیانات، قدیم ہندوستانی کتابوں اور کشیدہ کاریوں کی بنیاد سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم ہندوستانی سماج میں موسیقی کے تحت بجائے جانے والے سازوں کا اہم مقام تھا

حیرت انگیز کھیل

البیرونی نے تفریح کے ذریعہ کی شکل میں کھیل کا بیان کیا ہے اسکے

---

۱ مسعودی: مروج الذہب حصہ ۱ صفحہ ۱۰۴

۲ جاحظ صفحہ

۳ سچاؤ: البیرونیز انڈیا صفحہ ۱۸۰

۴ ستر ا: انٹی کواٹیز آف اڑیسہ ایلیٹ ۳۰ نمبر صفحہ ۱۶۴ - ۱۶۷

مطابق رسوں پر چڑھ کر حیرت انگیز کھیل دکھائے جاتے ہیں۔ کبھی بار ہندوؤں کو اس لئے جادوگر سمجھا جاتا تھا کہ وہ کھنچے ہوئے رسوں پر چڑھ کر گیند کھیلتے ہیں لیکن ایسے کھیل ہر طرح سے سبھی دلچسپیوں میں ہوتے ہیں[۱] قدیم زمانے سے بھی قبل کشتی کے کھیل کی حوصلہ افزائی مہاراجاؤں سے ملتی تھی[۲]

چوپایوں اور پرندوں کا پالنا

عرب سیاحوں نے قدیم ہندوستان میں جانوروں کے پالنے پر دلچسپی پر روشنی ڈالی ہے۔ مسعودی اور بزرگ بن شہریار نے لکھا ہے کہ ہندوستانی لوگ خصوصی طور پر طوطا پال کر اس کے ذریعہ دلی تسلی حاصل کرتے تھے بہت سے راجا اپنے محل میں طوطا پال کر اس کے ذریعہ دلی تسلی حاصل کرتے تھے۔ بہت سے راجا اپنے محل میں طوطا پالتے تھے نیز وہ ان سے بات کرتے تھے اور کھانا کھانے کے وقت پنجرے سے نکل کر راجہ کے ساتھ کھانا بھی کھاتے تھے[۳] مور ہندوستانیوں کا حد سے زیادہ محبوب پرندہ تھا جو آج بھی ہندوستان کا قومی پرندہ ہے۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ ہندوستان سے مختلف قسم کے مور کے بچے اسلامی ممالک (عرب، عراق وغیرہ) میں جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ ہندوستان سے باہر بھی انڈے دیتے ہیں لیکن ان کے بچے چھوٹے اور گندے رنگ کے

---

[۱] سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ا صفحہ ۱۹۵

[۲] تھامن سلاس صفحہ ۲۲۵

[۳] بزرگ بن شہریار: ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ا صفحہ ۱۹۸

ہوتے ہیں[1]۔ ہیون سانگ نے اندرجال (جادو) کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تھانیشور کے لوگ اندرجال (جادو) میں ماہر تھے[2]۔

جانوروں اور پرندوں کا شکار

عرب سیاحوں کے بیانات میں جانوروں اور پرندوں کے شکار کرنے اور ان کے پکڑنے کی ترکیبوں پر روشنی پڑتی ہے البیرونی نے جانوروں کے شکار کے بارے میں لکھا ہے کہ میں خود اس کا گواہ ہوں کہ ہرن کو پکڑے بغیر ہی اپنے سامنے حاضر کرکے رسوئی گھر میں بھیجا جاسکتا ہے۔ درحقیقت مختلف آوازوں کے بدولت ہرنوں کو پکڑنے کا کام کیا جاتا تھا۔ بارہ سنگھے کو پکڑنے کا ڈھنگ خصوصی قسم کا رہتا تھا۔ لوگ اس کے چاروں طرف گھیرا بناکر گھومنے لگتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ ایک ہی آواز میں اتنی دیر تک گیت گاتے رہتے تھے جب تک کہ جانور اس آواز سے واقف نہ ہوجائے۔ اسکے بعد وہ اپنے گھیرے کو بہت زیادہ تنگ کرتے جاتے ہیں اور لیٹے ہوئے جانور کے اتنا قریب آجاتے ہیں جہاں سے آسانی سے اس پر وار کرسکیں[2]۔

پرندوں کو پکڑنے کا ڈھنگ الگ تھا وہ کتوں کو مارنے کے لئے تانبے کے برتن کو پوری رات ایک ہی آواز کے ساتھ بجاتے رہتے ہیں پھر وہ انھیں (پرندے) کو ہاتھ سے پکڑ لیتے ہیں۔ اگر

---

[1] ـــــ مسعودی۔ مروج الذہب حصہ ۲ صفحہ ۳۴۴ صفحہ ۳۱۴
[2] سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۹۵

تبدیلی آجائے تو بھی پرندے اڑ جاتے ہیں[1]

سامان تفریح کے طور پر نوکا دہار کوتیا، بحث وگفتگو اور جوان عورتوں کے ذریعہ شراب نوشی کئے جانے پر کبھی کبھار ثبوت ملتے ہیں۔ مسعودی کے مطابق جوان عورتوں کو شراب پلا کر انھیں بدست بنا دیا جاتا تھا[2]۔ جاحظ نے ہندوستانیوں کے تلوار کے کھیل میں دلچسپی لینے کا بیان کیا ہے۔

روزمرہ کے اخلاق

عرب سیاحوں نے ہندوستانی باشندوں کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہندوستانی بہت زیادہ نیک اور فرمانبردار ہوتے ہیں[3] عرب سوداگر سندھیوں پر حد سے زیادہ اعتماد کرتے تھے کیونکہ سندھی لوگ ایماندار اور پیسے کو ایمانداری سے رکھتے ہیں۔ جاحظ نے لکھا ہے کہ چینیوں سے زیادہ ہندوستانیوں میں بھائی چارہ پایا جاتا تھا[4]۔ بشاری نے ہندوستانیوں کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ انصاف پسند عالم اور اچھے کردار والے لوگ ہیں جو مذہبی جھگڑے نہیں کرتے۔

۱۔ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۹۵

۲۔ مسعودی : مروج الذہب حصہ ۱ صفحہ ۱۹۵

۳۔ مسعودی مروج الذہب حصہ ۱ صفحہ ۱۶۳-۱۶۲

۴۔ جاحظ صفحہ ۸۱-۸۰

۵۔ ادریسی حصہ ۸ صفحہ ۱۸

۶۔ جاحظ صفحہ ۸۱-۸۰

۷۔ بشاری مقدسی صفحہ ۴۸۱

ہندوستانی باشندے مہمان نوازی کو اپنا اولین فرض مانتے ہیں وہ مسلمانوں سے ہمدردی اور محبت رکھتے ہیں جس کا علم سلیمان کے ذریعہ کئے گئے بلہرا کے راجہ کے بیان سے ہوتا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ اس دیش کے راجاؤں کی عمر دراز ہوتی ہے اور وہ پچاس برس تک حکومت کرتے ہیں۔ ایک حیرت خیز بات یہ ہے کہ ان کی عمر طویل ہونے کا سبب عربوں سے محبت اور انکی عزت کرنا ہے۔ اسی طرح سراندیپ کے لوگ اسلام اور مسلمانوں سے برابر محبت اور اچھے تعلقات رکھتے ہیں ابن رستہ نے کمار کے راجہ کا بیان کیا ہے۔ اس سے زیادہ نذر و تحفہ دینے والا کوئی دوسرا راجہ نہیں ہے[1] وہ لکھتا ہے کہ جو شخص اس کے دیش میں تحفہ لے کر جاتا ہے وہ اس کو اس کے بدلے میں سو گنا زیادہ دیتا ہے اور اسی جگہ پر کھڑا کرتا ہے جہاں عام آدمی کو[2]۔

ابن رستہ کے مطابق گجرات کے راجہ کے راج میں بہت زیادہ ایمانداری ہے۔ راستے میں سونا بھی ڈال دیا جائے تو بھی اسے کوئی بھی نہیں اٹھاتا ہے۔ عرب کے لوگ جب یہاں تجارت کے لئے آتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور ان سے سامان وغیرہ بھی خریدتا ہے۔ عرب والے مال لینے کے بعد راجہ سے کہتے ہیں کہ کسی ڈاکو ہمارے ساتھ سرحد تک بھیج دیں جو ہمارے سامان کی حفاظت کرے۔ راجہ جواب دیتا ہے کہ ہمارے دیش میں ڈاکو نہیں ہیں اسلئے تم لوگ بے کھٹکے (بغیر کسی اندیشہ کے) چلے جاؤ اگر کوئی حادثہ ہوا

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ١ صفحہ ١٠٢

[2] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ١ صفحہ ١٧٣

Marfat.com

تو میں تم کو درس کا بھگتان دوں گا۔[1] اور بسیا کے مطابق ہندوستان کے لوگ انصاف پسند ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ کسی چیز پر بھروسہ نہیں رکھتے۔ اپنی انصاف پسندی میں وہ مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ وہ کسی چیز پر بھروسہ نہیں رکھتے۔ اپنی انصاف پسندی میں وہ مشہور ہیں اس دیش کے لوگ اچھے اور بردبار ہوتے ہیں اسی بنا پر کافی تعداد میں باہر سے لوگ یہاں آتے ہیں[2] ہندوستانیوں کی ایمان داری کا ذکر کرتے ہوئے جاحظ نے لکھا ہے کہ صراف اور روپیہ پیسے کا کاروبار کرنے والے سوداگر اپنی تھیلیاں اور خزانہ ان کے (بیوپاریوں) کے علاوہ اور کسی کو نہیں سونپتے۔ جتنے صراف عراق میں ہیں سب کے یہاں سندھی خزانچی ہوتا ہے یا کسی سندھی کا لڑکا ہوگا کیونکہ سندھیوں میں حساب کتاب رکھنے اور تجارت کرنے کا فطری گر ہوتا ہے۔ یہ لوگ ایمان دار اور مالک کے وفادار ملازم بھی ہوتے ہیں[3]۔ اس سے ملتا جلتا بیان بشاری مقدسی کا ہے اس کے مطابق ہندوستان کے لوگ مال لینے اور بیچنے میں نہ تو جھوٹ بولتے ہیں اور نہ کم تولتے ہیں۔ سیاحوں کی عزت کرتے ہیں۔ یہ لوگ خوش دل اور شریف ہیں[4]۔ مسعودی اور یعقوبی[5] نے لکھا ہے

---

[1] ابن رستا صفحہ ۱۷۹ - ۱۷۸

[2] جاحظ صفحہ ۸۱

[3] بشاری : احسن التقاسیم (لیڈن) صفحہ ۴۸۰

[4] مسعودی : مروج الذہب پہلا حصہ صفحہ ۳۷۹

[5] یعقوبی حصہ ۲ صفحہ ۱۰۵

Marfat.com

کہ ہندوستان کے لوگ عقلمند اور فکر خیز ہیں وہ سخاوت اور ثواب کے کام کرتے ہیں۔

مذہبی رواداری

عرب مصنفین نے ہندوستانیوں کی مذہبی رواداری کا بیان کیا ہے اور کسی نے لکھا ہے کہ کھمبایت سے راجہ بلہرا کے شہر جیمور تک ہندوؤں کے شہر ہیں۔ لیکن ان میں کچھ مسلمان بھی رہتے ہیں اور راجہ بلہرا کی طرف سے کوئی مسلمان ہی ان کے معاملوں کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ ان شہروں میں مسجدیں نیز جامع مسجدیں ہیں جہاں جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے[1] عربوں کے اچھے سلوک کا ہندوؤں پر اثر پڑا۔ دوسری صدی ہجری میں ایک جگہ سے عربوں کی حکومت ختم ہو گئی اور اس پر ہندوؤں کا قبضہ ہو گیا تب انھوں نے مسلمانوں کی مسجدوں کو نہیں توڑا اور اس وقت مسلمان ہر ایک نماز پڑھتے تھے[2] ہندوستانی لوگ مسلمانوں سے خلوص و محبت کا برتاؤ کرتے تھے۔ مسعودی کے مطابق کھمبایت سوپارا، تھانا، جیمور، سندان، بھروچ اور دیگر مقامات کے حکمران اور عوام مسلمانوں سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے[3] ابن حوقل کے مطابق کھمبایت سے جیمور تک راجہ بلہرا (بلبھ رائے) کی حکومت ہے ان میں زیادہ تر ہندو ہیں ساتھ میں مسلمان بھی ہیں[4] اس سے معلوم

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۱۴۴

[2] بلاذری: فتوح البلدان صفحہ ۱۴۴

[3] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۶۵

[4] ابن حوقل صفحہ ۲۲۷ (لیڈن)

Marfat.com

ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ہندو مسلم ایکتا تھی۔ عربوں نے سندھ فتح کے بعد یہاں کے ہندوؤں کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کیا۔ راجاؤں کے ہتھیار ڈالنے پر ان کو ان کا راج دوبارہ سونپ دیا۔ ان کے مندروں کو تاراج نہیں کیا اسی سلوک کے نتیجے میں ہندوستانیوں نے ان کی طرف اور زیادہ ہمدردی کا ہاتھ بڑھایا۔ بزرگ بن شہریار نے لکھا ہے کہ سراندیپ کے لوگ اسلام اور مسلمانوں سے برابر محبت اور اچھے تعلقات رکھتے ہیں۔[1] ابو زید کے مطابق: ہندوستان کے شہری سماجی فلاح و بہبود کے لئے دھرم شالائیں (مسافر خانے) بنواتے ہیں۔ ہر ایک دھرم شالہ میں ایک بنیار ہوتا ہے جس سے مسافر اپنی ضرورت کی چیزیں خرید سکتے ہیں۔ تفریح کے لئے یہاں بدکردار عورتیں بھی رہتی ہیں۔

عرب سیاحوں نے ہندوستانی زندگی کے ہر طرح کے سبھی پہلوؤں کا عمدہ جائزہ لیا اور انھوں نے اس زمانے کے معاشرے میں رائج رسوم و رواج کا خوبصورت انداز میں ذکر کیا ہے۔ ان کے رسوم و رواج بہت کچھ جدید ہندو معاشرے میں رائج رسوم و رواج سے ملتے جلتے ہیں۔

سلیمان نے لکھا ہے کہ ہندوستانی دوپہر کا کھانا کھانے سے پہلے نہاتے ہیں[2] منھ اچھی طرح صاف کرتے ہیں۔ بغیر منھ صاف کئے وہ کھانا نہیں کھاتے۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ کمار کے لوگ مسلمانوں کی طرح مسواک (داتون) کرتے ہیں جس سے ان کے منھ کا مزہ اچھا ہو جاتا ہے۔[3] ابو زید نے ہندوستانیوں کے کھانا کھانے کے طریقے کا ذکر کیا ہے۔ اس کے مطابق یہاں

---

[1] بزرگ بن شہریار — صفحہ ۱۵۷ (مصر)

[2] سلیمان — صفحہ ۵۷

[3] مسعودی: مروج الذہب (حصہ ۱) — صفحہ ۱۷۰

یہاں دو آدمی بھی ایک ساتھ مل کر نہیں کھاتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانا کھانے کے بعد کھانے کا بچا ہوا حصہ اور تھالی پھینک دی جاتی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب سیاحوں کے ذریعہ بیان کردہ کھانے پینے سے متعلق رسم و رواج جدید ہندو سماج میں رائج رسم و رواج سے ملتے جلتے تھے آج بھی ہندو معاشرے میں کھانے سے پہلے نہانے اور الگ الگ تھالی میں کھانے کی روایت موجود ہے۔ البیرونی نے ہندوستان کے لوگوں کے بارے میں لکھا ہے کہ ہندو اپنے جسم کے بال نہیں کٹواتے ہیں۔ گرمی میں ننگے بدن رہتے ہیں اور دھوپ سے بچاؤ کے لئے سر کے بال نہیں کٹواتے ہیں۔ یہ لوگ ناف کے نیچے کے بال نہیں کٹواتے ہیں کسی کے گھر میں داخل ہوتے وقت اجازت نہیں مانگتے لیکن جاتے وقت اجازت...... لیتے ہیں۔ سواری میں دوسرے کو اپنے پیچھے بیٹھانا پسند نہیں کرتے ہیں۔ ہندوستانی مرد آج کی عورتوں کی طرح ناخن بڑھاتے تھے۔ یہ لوگ کھانا گوبر سے زمین لیپنے کے بعد کھاتے ہیں۔ اس طرح کی روایت قدیم انداز فکر کے ہندوؤں میں آج بھی رائج ہے۔ یہ لوگ گائے کا پیشاب پیتے ہیں ہندوستانی محفلوں اور سبھاؤں میں پالتھی مار کر بیٹھتے ہیں۔ اور الٹے ہاتھ کو ملاتے ہیں۔ ابن فقیہ نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں راجاؤں کا ایک گروہ پیٹ کی ریاح روکنا مناسب نہیں سمجھتا ہے اور وہ کسی حالت میں اسے جسم سے باہر نکالنے میں جھجک نہیں محسوس کرتے کیونکہ یہ صحت کے لئے نقصان دہ ہے ان کے یہاں

سلہ ابوزید: صفحہ ۱۴۶۔ ممکن ہے تھالی کی شکل میں پتلوں کا استعمال ہوتا رہا ہوگا جسے
سلہ دیکھ کر ابوزید نے کھانے کے بعد انھیں پھینکنے کا تذکرہ کیا ہے۔
سلہ آزاد: صفحہ ۹ مئی ۱۹۷۹ء

اس کو برا نہیں سمجھتے بلکہ اچھا شگون سمجھتے ہیں[1] سلیمان لکھتا ہے کہ ہندوستان میں فرش بچھانے کی روایت نہیں ہے[2]

البیرونی نے لکھا ہے کہ ہندوستانی اشنان (غسل) کرتے وقت پہلے پاؤں دھوتے ہیں اس کے بعد منھ۔ اپنی بیوی سے ہمبستری سے قبل غسل کرتے ہیں[3]۔ ابن فقیہ نے لکھا ہے کہ ہندوستانی ہمبستری کے وقت نہیں کرتے ہیں[4]۔ بزرگ بن شہریار نے لکھا ہے کہ ہندوستانی اپنے بدن کی گندگی ندیاں اور پہاڑوں کے تالابوں میں جہاں سیلاب اور بارش کا پانی یکجا ہوتا ہے، دھوتے ہیں اور اس کے بعد کلہ بھی کرتے ہیں لیکن کلہ کا پانی تالاب سے باہر گراتے ہیں کیونکہ منھ کا پانی تالاب میں گرنے سے پانی گندہ ہو جاتا ہے[5] مسعودی نے لکھا ہے کہ ہندوستانی ہمبستری کے وقت غسل نہیں کرتے ہیں اور ماہواری (حیض) کے وقت عورتوں کے قریب جاتے ہیں[6] ہندوستانی لوگوں میں ختنہ کرنے کی روایت نہیں ہے سلیمان نے ہندوستان میں لمبی داڑھیاں رکھنے کا چلن بتایا ہے۔ اس کے مطابق یہاں تین تین ہاتھ کی داڑھیاں دیکھی جاتی ہیں[7]۔ اس نے لکھا ہے

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۷۷

[2] سلیمان صفحہ ۴۵ ممکن ہے فرش کی جگہ پر تخت کا استعمال زیادہ رائج رہا ہو۔ اس بنا پر سلیمان نے فرش بچھانے کے سلسلے میں ایسے خیالات پیش کئے ہوں۔

[3] سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۸۱

[4] ابن فقیہ صفحہ ۱۶۲-۱۶۱

[5] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۲۰۴-۲۰۳

[6] مسعودی: مروج الذہب حصہ ۱ صفحہ ۱۷۷

[7] مسعودی: مروج الذہب حصہ ۱ صفحہ ۱۷۷

[8] سلیمان صفحہ ۵۵

کہ ہندوستانیوں کو اپنے پاس بیٹھے ہوئے بڑے بزرگوں کے سامنے تھوکنے اور ناک صاف کرنے میں جھجک نہیں ہوتی اور وہ ان کے سامنے ہی جیب سے جوئیں مار دیتے ہیں وہ چھینکنے کو برا سمجھتے ہیں[1]۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عرب سیاح نے کسی غیر مہذب ذات کو ایسا کرتے دیکھا ہوگا۔ دوسرے کسی عرب سیاح نے ہندوستان میں یہ باتیں رائج ہونے کا بیان نہیں کیا ہے۔ جہاں تک چھینکنے کو نامبارک سمجھنے کا رواج ہے وہ آج بھی ہندوؤں میں کسی کام سے پہلے چھینکنے کو نامبارک (نحس) مانتے ہیں۔ جاحظ نے لکھا ہے کہ ہندوستانیوں کو دانت کھودنا، اکڑوں بیٹھنا، مسواک کرنا بہت زیادہ پسند ہے[2]

بزرگ بن شہریار نے لکھا ہے کہ لنکا اور دوسرے مقامات کے راجہ مہاراجہ لوگوں کا رواج ہے کہ وہ ہنڈول (ڈولی) میں آدمیوں کے کندھوں پر سوار ہوتے ہیں اور ساتھ میں ایک لڑکا پاندان لے کر چلتا ہے۔ اس طرح راجہ پورے شہر کا چکر لگاتا ہے[3] اسی طرح ابوزید نے بیان کیا ہے کہ یہاں امیر لوگ آدمی کی گردن پر سوار ہو کر چلتے ہیں۔ اس آدمی کے ہاتھ میں چھتر ہوتا ہے[4] جس میں مور کے پر لگے ہوتے ہیں۔

ابن رستہ نے ہندوستان کے شہر قمور میں آگ کی حلف لینے کے رواج کا بیان کیا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب دو گروپ راجہ کے

---

[1] سلیمان — صفحہ ۵۹

[2] جاحظ — صفحہ ۸۱-۸۰

[3] ہندوستان عربوں کی نظر میں . حصہ ۱ — صفحہ ۲۰۳

[4] ابوزید — صفحہ ۱۴۵

دربار میں اپنا مقدمہ پیش کرنا چاہتے ہیں تو وہ شخص راجہ کے سامنے جاکر کہتا ہے کہ میں آگ حاصل کرنا چاہتا ہوں تو وہ دوسرے فریق کے سامنے وہ شخص راجہ کی اجازت کے مطابق ایک سلاخ گرم کرکے ہتھیلی پر رکھتا ہے اگر ہتھیلی جل جاتی ہے تو ثابت ہوجاتا ہے کہ وہ مجرم ہے[1]۔ چوروں کو ایک ایسی نکیلی گول لکڑی پر بٹھاتے ہیں جو نیچے کی طرف برابر موٹی ہوتی جاتی ہے وہ لکڑی نیچے سے گلے تک چلی جاتی ہے[2]۔

سلیمان نے مجرموں کو سزا دیئے جانے کی روایت کا بیان اس طرح کیا تھا۔

جب کوئی دوسرے شخص پر الزام لگاتا ہے تب ملزم کے ہاتھ پر گرم لوہے کو سات پتے رکھ کر ہتھیلی پر رکھ دیتے ہیں۔ پھر وہ اس کو گرا دیتا گرا دیتا ہے اور اس کے ہاتھ کے کھال کو ہتھیلی میں رکھ کر راجہ کی اس پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ تین دن بعد اس کو دھان میں سے چاول نکالنے کو دیتے ہیں۔ اگر اس کے ہاتھ پر لوہے کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے تو وہ بے گناہ جانا جاتا ہے۔ ایک دوسری رسم میں گرم لوہے یا تانبے کے برتن میں پانی گرم کرنے کے بعد اس میں لوہے کی انگوٹھی چھوڑ دی جاتی ہے اور مجرم کو اس میں سے انگوٹھی نکالنے کو کہا جاتا ہے اگر اس کا ہاتھ نہیں جلتا تو وہ بے گناہ قرار دیا جاتا ہے[3]

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۹۰-۱۸۹

ویدک ساہتیہ میں بھی اس طرح کے تذکرے ملتے ہیں نیز سومیریا اور بے بولونیا کی تہذیب میں ایسی سزا کے قانون کا بیان ملتا ہے۔

[2] سلیمان صفحہ ۵۴

[3] سلیمان صفحہ ۵۰

Marfat.com

ابوزید الحسن سیرافی نے راجہ کے تئیں وفادار رہنے کے سلسلے میں ایک روایت کا ذکر کیا ہے کہ جس وقت راجہ بنایا جاتا ہے اس وقت راجہ کے رسوئی گھر (باورچی خانہ) میں چاول پکا کر راجہ کے سامنے ایک پتے پر رکھ دیا جاتا ہے۔ راجہ اس میں کھاتا ہے۔ باقی ماندہ وہ اپنے سامنے بلا کر لوگوں کو کھلاتا ہے۔ یہ لوگ راجہ کے دکھ سکھ کے ساتھی بن جاتے ہیں۔ راجہ کے مرنے پر یہ سب لوگ جل کر مر جاتے ہیں[۱] ممکن ہے ہندوستان کے کچھ حصوں میں راجہ کے کچھ ایسے وفادار لوگ رہتے رہے ہوں گے جو راجہ کی موت کے ساتھ خود بھی مرنا پسند کرتے ہوں گے۔ اس کے پیچھے ممکن ہے یہ خوف بھی رہا ہو کہ دوسرا راجہ کہیں انھیں دکھ نہ دے۔

بلاذری نے ہندوستانیوں کی راجہ کے تئیں وفاداری اور جذبۂ محبت کا بیان اس طرح کیا ہے کہ ہندوستانی محمد بن قاسم سے بہت زیادہ محبت کرنے لگے تھے۔ اس کی موت کے بعد وہ بہت زیادہ غمگین ہوئے اور کیرج نامی جگہ پر اس کی ایک مورت بنوائی[۲] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت عوام کے دلوں میں راجہ کے تئیں سچی وفاداری ہوتی تھی۔ جس سے مجبور ہو کر وہ اپنی جان کی قربانی دے دیتے تھے۔

سلیمان نے لکھا ہے کہ لنکا اور کلابار کے درمیان مکران جزیرہ ہے یہاں سمندر کے ساحل پر چھوٹی چھوٹی مچھلیاں رہتی ہیں وہ پانی کی سطح پر اڑتی ہیں اور پانی کی ٹڈی کہلاتی ہیں۔ سمندر کے کنارے

---

۱ ابوزید صفحہ ۱۲۶۔
۲ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۰۰

ایک ایسی مچھلی ہوتی ہے جو پانی سے نکل کر ناریل کے درخت پر چڑھ جاتی ہے۔ اس کا پانی پی کر دوبارہ سمندر میں چلی جاتی ہے اسی طرح سمندر کے کیکڑے کے مانند ایک جانور ہوتا ہے جو سمندر سے نکلتے ہی پتھر ہو جاتا ہے اس پتھر سے سرمہ بنایا جاتا ہے جو آنکھوں کی بیماریوں کو دور کرنے میں فائدہ مند ہوتا ہے۔[۶]

عرب سیاحوں کے تفصیلی بیانات سے ہندوستانی رسوم و رواج، جرم اور سزا سے متعلق قدروں اور راجہ کے تئیں وفاداری کی جو مختلف مثالیں فراہم ہوئی ہیں وہ پورے ہندوستان میں رائج ایک جیسی روایت کو ہی واضح نہیں کرتی بلکہ ان سے ہندوستان کے مختلف حصوں میں رائج مختلف قدروں کی شکل و صورت ظاہر ہوتی ہے۔

۶۔ سلیمان صفحہ ۱۶-۱۸

Marfat.com

باب ششم

عرب مصنفین کے مطابق ہندوستان کی مذہبی حالت

مختلف مذہبی فرقے

عرب سیاحوں کے بیانات سے ہندوستان کے مختلف فرقوں کی وضاحت ملتی ہے۔ درحقیقت ہندوستان میں بہت سے فرقوں میں عقیدہ رکھنے والے لوگ مختلف طریقوں سے اپنی عقیدت کے نفسیاتی جذبوں کا اظہار کرتے تھے ان فرقوں کے تحت کچھ لوگ شیو وشنو، آدتیہ گردش اور مختلف دیوی دیوتاؤں کی پوجا نیز درختوں جانوروں، پانی وغیرہ کی پوجا کرتے تھے ہر ایک فرقہ کے طریقہ پرستش میں فرق تھا۔ عرب سیاح ابن ندیم اور عبدالکریم شہرستانی نے اس زمانے کے سماج میں رائج اور فرقوں کا بالتفصیل بیان کیا ہے[۲]۔ ابن ندیم[۱] نے ان فرقوں کی تعداد سات بتائی ہے۔ عبدالکریم شہرستانی ابوزید، بزرگ بن شہریار[۴] نیز مطہر بن طاہر مقدسی نے ان کی تعداد

---

[۱] ابن ندیم : کتاب الفہرست صفحہ ۴۸۹-۴۸۸

[۲] عبدالکریم شہرستانی حصہ ۳ صفحہ ۲۴۹-۲۸۴-۲۴۲-۲۵۵

[۳] ابوزید صفحہ ۱۲۸-۱۲۷

[۴] بزرگ بن شہریار صفحہ ۱۶۴-۱۶۳

الگ الگ بتائی ہیں۔ ابن خرداذبہ نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں ۴۲ قسم کے مذہب ہیں۔ کچھ ایشور اور پیغمبر (اوتار) دونوں کو مانتے ہیں کچھ ایشور (خدا) کو مانتے ہیں لیکن پیغمبروں (اوتاروں) کو نہیں۔ کچھ دونوں کو ہی نہیں مانتے۔ ان کا اعتماد ہے کہ جھاڑ پھونک (منتر) کے ذریعہ خواہشات پوری کی جاسکتی ہیں[1]۔

ابن خرداذبہ کی تفصیلات کی توثیق ادریسی کی وضاحت سے بھی ہوتی ہے۔ اس نے فرقوں کی تعداد ۴۲ بتائی ہے۔ ان میں ایشور (خدا) اور اوتاروں (پیغمبروں) میں عقیدہ رکھنے والے اور بے عقیدہ منکر خدا (ایشور) ہیں۔ کچھ پتھروں پر گھی اور چربی چڑھاتے ہیں اور ان کے سامنے پیشانی خم کرتے ہیں۔ کچھ آگ، سورج، درخت اور سانپوں کی پوجا کرتے ہیں[2]۔ عرب مصنفین کے ذریعہ بیان کردہ انتہائی اہم فرقے حسب ذیل ہیں۔

جھاکالیہ فرقہ

ابن ندیم[3] اور عبدالکریم شہرستانی نے اس فرقہ کی مورتی کا نام جھاکالی لکھا ہے۔ اس کے چار ہاتھ ہیں، آسمانی رنگ ہے، سر پر گھنے بال، دانت نکلے ہوئے پیٹھ پر ہاتھی کی کھال پڑی ہوئی ہے جس سے خون کی بوندیں

۱؎ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۶۶

۲؎ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۲۳-۲۲

۳؎ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۷۹

۴؎ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۷۹

Marfat.com

نکلتی ہیں۔ ہاتھی کی اگلی ٹانگوں کی کھال مورتی کے دونوں ہاتھوں کے درمیان بندھی ہوئی ہے۔ اس کے ایک ہاتھ میں طویل اژدہا (سرپ) دوسرے ہاتھ میں ڈنڈا تیسرے میں آدمی کا سر اور چوتھا ہاتھ اوپر اٹھا ہوا ہے دونوں کانوں میں بالیوں کی طرح دو سانپ اور بدن میں دو اژدہے (سانپ کی ایک شکل) لپیٹے ہوئے ہیں۔ سر پر آدمیوں کی کھوپڑی کا ایک تاج اور گلے میں ہڈیوں کی مالا زیب دیتی ہے عبدالکریم شہرستانی نے لکھا ہے کہ اس فرقہ کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ یہ مورتی ایک بڑی دیوی کی ہے جس کا احترام اس کی اچھی خوبیوں کے سبب کیا جاتا ہے۔ وہ برائیوں سے نجات دلاتی ہے[1] اس مورتی کے سامنے لوگ پیشانی جھکاتے ہیں اور خواہشات پوری کرنے کے لئے برت رکھتے ہیں مختلف شکلوں میں دیوی کی عبادت ہندوستانی مذہب میں رائج رہی ہے۔

دینکیتیہ فرقہ: ابن ندیم نے دوسرے فرقہ کا نام دنکیتیہ (سورج کی عبادت کرنے والے) لکھا ہے۔ سورج کے پجاری گھوڑوں سے جتی ہوئی چار پہیوں والی گاڑی پر سورج دیوتا کی مورتی قائم کرتے تھے۔ اس کے ہاتھ میں آگ کے رنگ کا ایک جواہر ہوتا تھا[2] شہرستانی نے لکھا ہے کہ اس فرقہ کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ سورج، دیوودتوں (دیوتا کا پیغام لانے والے) کا راجہ ہے جس میں عقل اور زندگی پوشیدہ ہے وہ ستاروں اور پوری زمین کو روشن و منور کرتا ہے۔ وہ آسمان کا راجہ ہے[3] شہرستانی نے

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں — صفحہ ۷۹

[2] ہندوستان عربوں کی نظر میں — صفحہ ۷۴

[3] ہندوستان عربوں کی نظر میں — حصہ ۲ — صفحہ ۷۵

Marfat.com

سورج کے پجاریوں کے طریقہ عبادت پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ لوگ مورتی کے سامنے سر جھکاتے ہیں اس کا چکر لگاتے ہیں، بخور (دھوپ) جلاتے ہیں، باجا بجاتے ہیں۔ اس کی پوجا دن میں تین بار کی جاتی ہے۔ مورتی کے سامنے بیمار لوگ شفایاب ہونے کی دعا کرتے ہیں اور برت بھی رکھتے ہیں۔[1] اس مورتی کے اخراجات کے لئے زمین اور گاؤں مقرر کر دیے گئے ہیں جس سے مورتی کے پجاریوں اور انتظام کاروں کا خرچ چلتا ہے۔[2] عرب سیاحوں کے بیان کے مطابق واضح طور پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ مورتی اَدتیہ (سورج دیوتا) کی تھی اور دینکی بتیہ فرقہ سورج کے پجاریوں کا فرقہ تھا۔ ابن ندیم کی مراد کس مخصوص مقام کی سورج مورتی کی عبادت سے تھی واضح طور پر نہیں کہا جاسکتا۔

چندر بھکتیہ فرقہ (چندر بھگت) ابن ندیم نے تیسرے فرقہ کا نام چندر بھکتیہ یعنی چاند کو پوجنے والے بیان کیا ہے۔ چاند، وجود ہونے کے سبب قابل پرستش ہے اس فرقہ کے لوگوں نے چاند کی ایک مورتی ایک گاڑی پر بنائی ہے جسے چار نر مورتیاں کھینچتی ہیں۔ اس مورتی کے ہاتھ میں ایک جوہر ہوتا ہے جسے چندر گپت کہتے ہیں۔[3] یہاں چندر گپت کے سلسلے میں یقینی طور پر کہنا مشکل ہے عبدالکریم شہرستانی[4] اور ابن ندیم[5] نے اس فرقے کے لوگوں کے طریقہ عبادت کا

---

[1] ابن ندیم؛ کتاب الفہرست		صفحہ ۴۸۸
[2] ہندوستان عربوں کی نظر میں	حصہ ۲	صفحہ ۲۴
[3] ہندوستان عربوں کی نظر میں	حصہ ۲	صفحہ ۲۵
[4] ہندوستان عربوں کی نظر میں	حصہ ۲	صفحہ ۷۶-۷۷
[5] ہندوستان عربوں کی نظر میں	حصہ ۲	صفحہ ۲۶

Marfat.com

بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ لوگ چاند کی پوجا کرتے ہیں اور اس کے سامنے کھانا، شراب اور دودھ نذر کرتے ہیں۔ اس کی طرف نظر کر کے دلی خواہشات پوری کرنے کی دعا کرتے ہیں۔ چاند دیکھنے کے بعد چھتوں پر دھوپ جلاتے ہیں، دعا کرتے اور محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ پھر شراب اور کباب کھاتے ہیں اور مجامعت و ہمبستری میں مدہوش ہو جاتے ہیں۔ برت کے خاتمے پر چاند کے سامنے خوش دل ہو کر ناچتے ہیں۔ پیش کردہ تفصیل میں برت کے بعد شراب اور کباب کا استعمال ممکن ہے دل جمعی سے مسرور کھانے کا اظہار ہے۔ اس کا مطلب درحقیقت شراب اور کباب سے لینا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

بکرنتی نیہ فرقہ (بیراگ لینے والے)

عرب سیاحوں نے بکرنتی نیہ فرقہ کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس فرقہ کے لوگ اپنے بدن کو زنجیروں سے جکڑتے رہتے ہیں تاکہ گیان علم، اور پریشانی کی زیادتی کے سبب ان کا پیٹ پھٹ نہ جائے۔ بدن پر صرف ایک لنگوٹی پہنے رہتے ہیں اور داڑھی و سر کے بال منڈوا دیتے ہیں۔ شہرستانی نے لکھا ہے کہ یہ لوگ دوسرے فرقہ کے لوگوں کے ساتھ مذہبی تذکرے اور گفتگو نہیں کرتے ہیں جب کوئی شخص ان کے فرقہ میں داخل ہوتا ہے تو وہ اسے اپنے فرقہ کے اصول و ضوابط بتاتے ہیں اور اس سے نذر دینے کو کہتے ہیں۔ جب وہ اپنے فرقہ کے اصولوں کی پابندی کر کے حیرت انگیز نتیجے پر پہنچ جاتا ہے تب اپنے کو زنجیروں میں جکڑ سکتا ہے[1] اس طرح اس فرقہ کے لوگوں کے لئے فکر و خیال سے متعلق اصولوں کا ماننا ضروری ہوتا ہے۔ عرب

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۲۷، شہرستانی صفحہ ۹۴-۹۵

Marfat.com

سیاحوں کے ذریعہ بیان کردہ بکشتی نیہ فرقہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ دنیا سے الگ ہو کر سادگی زندگی گزارتے ہیں اور ان کے مذہب کا بنیادی منشا سچے علم کی حصولی ہے۔

اصحاب روحانیت: ہندو مذہب کے تحت یہ ایک مخصوص فرقہ ہے جو روحانیت کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ اس فرقہ کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ یہ روحانی طاقت انسانی کی شکل میں ایشور (خدا) کا پیغام بغیر کسی کتاب کے لاتی ہے۔ وہ آدمی کی اندرونی سچائی کا احساس، دنیا کے تعلق اور مطلب کی عبادت سے الگ رہ کر کراتی ہے۔ روحانیت قدیم ہندوستانی تہذیب کی جان ہے۔ خواہشات اور تمناؤں سے الگ رہ کر انسان ایک طرح کی اندرونی روشنی سے منور اور روشن ہوتا ہے۔ عرب مصنفین نے اس ہندوستانی قدر کے پیروکار اور پرورش کرنے والوں کا ذکر ایک فرقہ کی شکل میں کیا ہے

دھکی تنیرہ، تھکنی تہ: (طاقت) فرقہ: شہرستانی نے اس فرقہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ لوگ بہت سے ہاتھوں والی عورت کی مورتی بنا کر اس کے سر پر تاج کی زیبائش کرتے ہیں۔ سال کے ان دنوں میں جب رات اور دن برابر ہوتے ہیں اور سورج خط استواء کے درمیان آجاتا ہے تب وہ تیوہار مناتے

سلہ عبدالکریم شہرستانی حصہ ۳ صفحہ ۲۴۴

دی مائنر ریلیجس بلیٹین آف دی اسکول آف دی اورنٹیل اسٹڈیز حصہ ۱۲ لندن ۱۹۸۴ صفحہ ۶۳۴

سلہ عبدالکریم شہرستانی حصہ ۳ صفحہ ۲۴۶

Marfat.com

ہیں۔ مورتی کے سامنے بھیڑ بکریوں کے علاوہ بھینس، اونٹ اور کبھی کبھی انسان کی قربانی چڑھاتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ لوگ آدمی کی قربانی وصو کے سے چڑھا دیتے ہیں۔ اس فرقہ کے لوگ انسانی قتل کرنے کے سبب سماج میں بری نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔[1]

مطہر بن طاہر مقدسی نے لکھا ہے کہ اس موسم میں کمزور اور بے طاقت لوگ چھپے رہتے ہیں کہ کہیں دیوتا ان کی قربانی کا حکم نہ بھیج دیں۔[2] مقدسی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ معاشرے میں کمزور طبقہ طاقتور لوگوں کی دہشت سے خوفزدہ رہتا ہوگا۔

جلکمیہ؛ جلکیتہ؛ فرقہ جلکمیہ فرقہ سے مراد جل یوجکوں (پانی کی پرستش کرنے والوں) سے ہے۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ پانی ایک دیودوت ہے اور دنیا کی ہر ایک چیز کا حقیقی عنصر ہے۔ ہر ایک چیز کا ارتقاء، صفائی اور خوبصورتی وغیرہ اسی پر منحصر ہے۔ پانی سے تمام زندہ مواد کی زندگی ہوتی ہے اور ہر ایک کام کو مکمل کرنے کے لئے پانی کی ضرورت ہوتی ہے ان کی عبادت کا طریقہ خصوصی قسم کا ہے۔ پوجا کرتے وقت پجاری، بدن پر صرف ایک لنگوٹی پہن کر گلے کے برابر پانی میں گھس جاتا ہے۔ گردیزی نے بھی اسی طرح کا بیان پانی کے پجاریوں کے سلسلے میں کیا ہے[3] پانی میں وہ ایک یا دو گھنٹے تک رہتا

---

[1] عبدالکریم شہرستانی حصہ ۳ صفحہ ۲۵۵

[2] مطہر بن طاہر مقدسی حصہ ۴ صفحہ ۱۵

[3] دی مائین رسکی، بلیٹن آف دی اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز، لندن ۱۹۸۴ء حصہ ۱۲ صفحہ ۶۳۶

ہے۔ اسی وقت پانی میں زیادہ سے زیادہ ناجوب (خوشبودار چیزیں پھول وغیرہ) کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے ڈالے جاتے ہیں۔ پانی سے نکلتے وقت منہ سے کچھ جپتے ہیں اور تھوڑا سا پانی لے کر سر، منہ اور پورے بدن پر چھڑکتے ہوئے سر جھکا کر باہر نکل آتے ہیں۔ عرب سیاحوں کا یہ بیان ہندوستانیوں کی پانی سے عقیدت کا مظہر ہے۔ یہ روایت ویدک زمانے سے موجودہ زمانے تک دیکھنے کو ملتی ہے۔

باودونیہ فرقہ: شہرستانی نے لکھا ہے کہ اس فرقہ کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ "بھادون" ایک فرشتہ (ولیودوت) جو آدمی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس کے دو بھائی تھے جنہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بدن سے زمین، ہڈیوں سے پہاڑ اور خون سے سمندر بنایا۔ بھادوں کی مورتی ایک جانور پر چڑھی ہوئی ہے۔ اس کے سر پر بہت گھنے بال ہیں جس کی لٹیں سر کے دونوں طرف ایک ہی طرح سے بنی ہوئی ہیں وہ منہ سے آگے پیچھے لٹکتی ہیں اس ویودوت (فرشتہ) نے شراب نوشی کو روکا اور عورتوں کو دیکھ کر بھاگنے کو کہا جیران نامی پہاڑ کے سفر کا حکم دیا۔ اسی پہاڑ پر عظیم مندر میں بھادوں کی مورتی نصب ہے۔ یہاں بہت سے پجاری اور خدمت گار رہتے ہیں جن کے ہاتھوں میں مندر کی کنجی رہتی ہے۔ آدمی، پجاریوں کی اجازت لے کر اندر داخل ہوتے ہیں۔ مندر کا دروازہ کھلنے پر آدمی اپنا منہ بند کر لیتے ہیں جس سے ان کی سانس مندر کے اندر نہ جائے۔ مورتی کے سامنے لوگ جانور اور بھیڑ نذر کرتے ہیں۔ مورتی کے درشن کے بعد لوٹتے وقت یہ لوگ آبادیں

سلہ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۸۲-۸۳

کے راستے سے نہیں جاتے ہیں اور نہ ہی غیر ضروری چیزوں کی طرف نظر کرتے ہیں۔[1]

ممکن ہے پہاڑ پہ قائم کسی مخصوص مندر اور مورتی کا ذکر اس فرقہ کے تحت بیان کیا گیا ہے۔

آن واتریہ (اگنی ہوتری) فرقہ: آن واتریہ فرقہ کے لوگ آگ کو بڑا سمجھتے ہیں۔ وہ اسے بہت زیادہ بہی خواہ، فلاح و بہبود کرنے والی، روشنی دینے والی اور خوبصورت بدن والی مانتے ہیں۔ اسکی ضرورت بہت زیادہ ہے۔ آگ کے سبب دنیا میں روشنی اور زندگی کا وجود ہے اس فرقہ کے لوگ پوجا کرتے وقت ایک چوکور گڈھا کھود کر اس میں آگ روشن کرتے ہیں۔ آگ کو خوش اور مطمئن کرنے کے لیے اس میں مزیدار کھانا، بہترین شراب، عمدہ قسم کے لباس، خوشبو اور قیمتی جواہر ڈالتے ہیں۔ اگنی ہوتری فرقہ کے لوگ اپنے مُردوں کو آگ میں نہیں جلاتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اس سے آگ کی پاکیزگی برباد ہو جاتی ہے۔ آگ کی پوجا کا حکم ایشور نے ایک فرشتہ کو آدمی کی شکل میں بھیج کر دیا ہے اور اسی سبب سے ایشور نے آگ کو اہمیت اور روشنی عطا کی[2] شہرستانی نے لکھا ہے کہ اس فرقہ کے لوگ جھوٹ، بری بدکرداری، لڑائی جھگڑا اور لالچ سے دور رہتے ہیں[3] اس کے پجاری آگ کے چاروں طرف برت رکھ کر منھ بند کر کے بیٹھتے ہیں جس سے مجرم کے بدن سے نکلی سانس ان کے سانس تک نہ پہنچ جائے

ا۔ عبدالکریم شہرستانی حصہ ۳ صفحہ ۲۵۵

۲۔ مطہر بن طاہر مقدسی جصہ ۴ صفحہ ۱۶-۱۵

۳۔ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۸۵-۸۶

Marfat.com

ہندوستانی قدروں میں آگ روشنی اور پرورش کی علامت ہے آگ سودمندی کو دھیان میں رکھتے ہوئے ویدک رشیوں نے اس کے تئیں اپنے عقیدت سے بھرپور خیالات ظاہر کیے ہیں۔ ہندوستان کے علاوہ میسوپوٹامیہ، مصر، ایران وغیرہ میں بھی آگ کی پوجا کی جاتی تھی عرب سیاحوں نے اس ہندوستانی فرقہ کی رائج روایت کا حقیقت پسندانہ ذکر اپنے قلم کے ذریعہ ظاہر کیا ہے۔

باہودیتہ: فرقہ (ممکنہ شیو فرقہ) باہودیتہ فرقہ کے لوگ اپنے پہلے قدیم آدمی کو دیودوت اور پیغمبر (اوتار) مانتے ہیں۔ وہ دنیا میں آدمی کی شکل میں پیدا ہوا اس کا نام باہودیتیہ ہے۔ شہرستانی نے لکھا ہے کہ یہ دیودوت (فرشتہ) ایک بیل پر چڑھا ہوا ہے جس کے سر پہ انسانی کھوپڑی کا تاج، گلے میں انسانی ہڈیوں کی مالا زیب و زینت کیے ہوئے ہے۔ اس کے ایک ہاتھ میں آدمی کی کھوپڑی اور دوسرے میں تین پھلوں کا ایک نیزہ (ترشول) ہے اس نے لوگوں کو اپنی مورتی بنا کر ایشور کی طرح پوجنے کا حکم دیا ان کے دیودوت کا قول ہے کہ دنیا کی کسی چیز سے نفرت نہ کریں کیونکہ سبھی چیزیں ایشور ہی کے ذریعہ بنائی ہوئی ہیں۔ اس کے دھرم کے پیروکار گلے میں مالا پہنتے ہیں اور سر پر تاج پہنتے ہیں۔ بدن اور سر پہ مٹی (بھسم) ملتے ہیں وہ جانور کی قربانی اور دھن دولت یکجا کرنے کو برا مانتے ہیں۔ دنیا سے الگ ہو کر خیرات کرنا ان کا واحد مقصد ہے[۱]۔

شہرستانی کے بیان کے مطابق باہودیتہ فرقہ کو شیو فرقہ کے

۱؎ عبدالکریم شہرستانی حصہ ۳ صفحہ ۲۴۸

Marfat.com

برابر کیا جا سکتا ہے شئو (روایت) میں شئو کے ذریعہ استعمال کئے جانے والے ٹکڑے پیش کردہ بیان کے حصے ہیں

اس فرقہ کا دیو دوت (فرشتہ) آدمی کی شکل میں

باس ویہ فرقہ: اندھیرے سے ظاہر ہوا اس نے آگ کا احترام کرنے کے لئے اور خوشبودار چیزوں، تیل چڑھانے اور بالتو جانور قربان کرنے کی تعلیم دی قربانی کے علاوہ جانداروں کو مارنے سے منع کیا ہے اس نے دھاگے کی مالا (جنیو) کندھے میں پہننے کی تعلیم دی۔ جسے وہ دائیں طرف کے کندھے سے بائیں طرف کے کندھے کے نیچے تک باندھتے ہیں۔ اس کی تعلیم کے ماتحت جھوٹ، شراب۔ دوسرے فرقہ کے لوگوں کے ساتھ کھانا کھانا نیز قتل منع ہے۔ اس نے اولاد کی پیدائش کی خواہش کے بغیر شادی کے ہمبستری کی منظوری دے دی ہے۔ اس نے اپنی مورتی بنا کر اس کی پوجا کرنے، قربانی دینے، اور مورتی کے چاروں طرف تین بار گانے بجانے دنا چنے اور چکر لگانے کی اجازت دی ہے۔ گائے کا احترام کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ اس کے بدن پر ہاتھ پھیرنے سے گناہوں کی معافی ہوتی ہے اور گنگا پار جانا ممنوع قرار دیا گیا ہے[1] ہندوستانی قدروں میں آگ کو چڑھاوا دینا ثواب کا کام مانا گیا ہے ساتھ ہی گائے کی عزت نیز مذکورہ بالا دیگر امور میں بھروسہ کرنے والے کچھ لوگوں کے گروہ نے ایک فرقہ بنایا ہوگا جو باس دیہ فرقہ کے نام سے جانا جاتا رہا ہوگا۔

---

[1] عبدالکریم شہرستانی حصہ ۳ صفحہ ۲۴۷

کاب لیۃ فرقہ شہرستانی نے کاب لیۃ فرقہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ فرقہ شیو دھرم کا ایک حصہ معلوم ہوتا ہے۔ اس میں لنگ (عضو تناسل مرد کا) پوجا کا ذکر ہے لنگ کی پوجا سے اولاد کو ماننا ممکن ہے

بہاہبوجبیہ فرقہ: عبدالکریم شہرستانی نے بہاہبوجبیہ فرقہ کا بیان کیا ہے ان کے پیروکاروں کا عقیدہ ہے کہ ان کا پیغمبر مانو نام کا دوت (فرشتہ) تھا جو آدمی کے بدن میں ظاہر ہوا تھا سر دوت بیل پر چڑھا ہوا ہے اس کے سر پر آدمی کی ہڈیوں کا تاج گلے میں کھوپڑی کی مالا اور دوسرے ہاتھ میں ایک چھوٹی بھالی ہے اس نے حکم دیا کہ ساری دنیا خدا نے بنائی ہے اس وجہ سے کسی چیز سے نفرت نہیں کرنی چاہیے[2]۔

گنگا جاتا (گنگا یاتری) اور راجپوتیہ (راجپوت) فرقہ

ابن ندیم نے گنگا یاتری فرقہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے مذہب کے ماننے والے پورے ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اگر کسی آدمی سے بہت بڑا گناہ ہو جائے اور وہ گنگا اشنان (غسل) کرے تو اس کا گناہ دھل جاتا ہے اسے مخصوص فرقہ کا نام دینا دھوکہ معلوم ہوتا ہے۔ درحقیقت یہ پورے ہندوستان کی گنگا ندی کے تقدس کے تئیں عقیدت کا علامتی نفسیاتی جذبہ رہا ہے۔ راجپوتیہ فرقے سے مراد ہندوستان کی راجپوت ذات سے ہے۔ عرب مصنف مانتے تھے کہ یہ لوگ راجاؤں کے مددگار ہوتے ہیں ان کا خیال ہے کہ ایشور نے راجاؤں کو حکومت اور حقوق دیئے ہیں اس لئے اس کی پابندی کرتے ہوئے

---

[1] یہ بھی شیو مذہب کا ایک فرقہ معلوم ہوتا ہے

[2] عبدالکریم شہرستانی حصہ ۴ صفحہ ۱۵-۱۳

موت سے جا ملیں گے تو جنت کے حقدار ہوں گے۔[1]

صابیہ: قاضی سعد اندلسی نے لکھا ہے کہ ہندوستانیوں کی ایک ذات صابیہ ہے وہ نچھتر کی پوجا کرتے ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ دنیا بے مدت اور بے انتہا ہے۔ وہ نچھتروں کی مورتی کی شکل میں پوجا کرتے ہیں۔ ان کی تعداد سندھ میں بہت زیادہ ہے[2] ممکن ہے سندھ کے علاقہ میں نچھتر پوجنے والوں کا ایک فرقہ رہا ہوگا۔......

برکس ہکیہ فرقہ: عرب سیاح کی برکس ہکیہ فرقہ سے مراد درخت کے پجاریوں سے ہے۔ عربی اور فارسی رسم الخط میں درخت کو برکس کہتے ہیں۔ اس فرقہ کے ماننے والے درختوں کی پوجا کے ساتھ مورتی کی شکل میں درخت کے چاروں طرف چکر لگاتے ہیں[3] — فائدہ مندی کی نظر سے درختوں کی پوجا کی روایت سندھ تہذیب کے زمانے سے مانی جاتی ہے۔ درختوں کے سائے میں راہ گیروں کو آرام کی سہولت ملتی ہے۔ درختوں پر پرندے بسیرا کرتے ہیں۔ پھل دار درختوں سے جانداروں کی پرورش ہوتی ہے۔ درحقیقت فطرت کی ——

۱۔ عبدالکریم شہرستانی — حصہ ۴ — صفحہ ۱۵-۱۳

۲۔ عبدالکریم شہرستانی — حصہ ۳ — صفحہ ۲۴۶

۳۔ قاضی سعد اندلسی — صفحہ

تمام طاقتوں کو جن کا انسانی زندگی کی ترقی میں حصہ تھا ہندوستانی مفکروں نے دیوتا کے دھرم کا نام دیا تھا۔ عرب سیاحوں نے اس کا تذکرہ برکس ہکیہ فرقہ کے نام سے کیا۔

عرب مصنفین کے مطابق ان کے علاوہ ایک فرقہ کے لوگ اپنے ساتھیوں کے بُرے بھلے خیالات کا دھیان رکھتے ہیں وہ انھیں بتاتے ہیں کہ اس سے انھیں چیزوں کو پانی کی خواہش بڑھ جاتی ہے۔ ایشور کے بارے میں اس فرقہ کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ وہ ایک روشنی ہے اور ایسے کپڑوں سے مزین ہے کہ اس کو صرف کچھ ہی لوگ دیکھ سکتے ہیں اپنے اس دنیا میں ایک شخص کسی پالتو جانور کی کھال پہن لیتا ہے اس کو پہننے کی حالت میں ان کو دیکھتا ہے صرف وہی پہچان سکتا ہے[۱] یہ لوگ دنیا میں اپنے کو قیدی سمجھتے ہیں اور جو شخص دنیاوی آرام سے اپنے کو دور رکھتا ہے وہی دنیاوی سکھ دکھ سے چھٹکارا پاتا ہے جو ایسا نہیں کرتا ہے وہ دنیا کے ہاتھوں قید رہتا ہے[۲] یعنی ایشور (خدا) کا وجود انسان کے جذبات پر منحصر ہے۔ ابن ندیم نے اس فرقہ کا نام "ان شینا" بیان کیا ہے[۳]۔

عرب مصنفین کو مورتی کے پجاریوں کے یہ مختلف فرقے تعجب خیز لگے ہوں گے۔ انھوں نے انھیں اپنے زمانے میں جیسا دیکھا اپنی سرگرم روشنائی سے قلم کی بدولت قلمبند کیا ہے۔ یہ سبھی امور ہندوستان کے مذہبی

۱؎ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۸۹ - ۸۸

۲؎ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۹۰ - ۸۶

۳؎ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۲۶

Marfat.com

ماضی کی یادوں کو روشن کرتے ہیں۔

مورتی پوجا، دیوارِ چین اور وشنو مذہب

مورتی پوجا کا رواج ہندو مذہب میں بہت زیادہ قدیم ہے رہا ہے۔ گرہیہ سوتروں میں پہلی بار رودر آدی دیوتاؤں کی مورتیوں کی عظمت اور پرستش کا تذکرہ ملتا ہے بودھاین دھرم سوتر میں رودر اور وشنو کی مورتیوں کے نصب کرنے کا قانون بنایا گیا ہے[1] مورتی پوجا سے متعلق خیالوں اور پوجا کی جگہوں کے سلسلے میں عرب سیاحوں نے بالتفصیل روشنی ڈالی ہے۔ البیرونی نے اس سلسلے میں لکھا ہے۔

مذہب کے متعلق باریک خیالات کو سمجھنے والے معاشرے میں کچھ ہی آدمی ہوتے ہیں۔ اسی بنا پر مذہبی فرقوں کے رہنما بھلائی کے راستے سے اتنے ہٹ گئے ہیں کہ انھوں نے ان تصویروں کو اپنی کتابوں اور پوجا کے مقامات میں ایک جگہ دے ڈالا۔ ان تصویروں کو دیکھ کر آدمی کو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ حقیقت میں اس دیوتا یا پاکیزہ جگہ کا سفر کر رہا ہو۔ یہی سبب ہے کہ بہت زیادہ عقیدت مند لوگوں، اوتاروں، رشیوں، منیوں اور دیوتاؤں کی غیر حاضری میں یا ان کی یاد کو قائم رکھنے کے لئے یادگار نشانیاں اور مورتیاں

---

[1] البیرونیز انڈیا صفحہ ۱۱۷

[2] بودھاین گرہیہ سوتر ۸، ۲، ۳، ۱۳، ۱۶

بنانے کی تحریک چلی۔ مورتی پوجا کا انتہائی قدیم تعلق برہم وادی، وید داں کے جاننے والے برہمنوں سے نہ ہو کر ان لگوں کے ذریعہ بتایا گیا ہے جو برہم گیان یا آتم گیان (عرفان ذات) کے باریک فکر کے لئے لائق نہ تھے۔ دھیرے دھیرے مورتی پوجا کے تنگ — اکیلی شکل نے عمومی اور عوامی اصول وضوابط کو استحکام عطا کیا اور وسیع تر عریض ہندوستانی کے ہر ایک طبقہ عالم، جاہل، پنڈت، بیوقوف یوگی، بھوگی۔ راجہ، فقیر نے مورتی پوجا کو مذہب کا ضروری حصہ تسلیم کر لیا۔ مقدسی اور مسعودی نے بھی اس سلسلے میں لکھا ہے کہ مورتی کے پوجنے والے مورتی پوجا کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ ایشور علم اور عقل کے ماورا ہے اس (ایشور) سے قربت حاصل کرنے کے لئے کوئی ذریعہ ہونا چاہیئے۔ اس لئے اس سے قربت حاصل کرنے کے لئے اس کے ذریعہ مورتی پوجا کو اپنایا گیا ہے۔

البیرونی نے بھی اس سے ملتا جلتا مواد پیش کیا ہے راہ نجات پر چلنے اور سچائی کو حاصل کرنے کے لئے سماج کا تعلیم یافتہ طبقہ خدا کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتا اور نہ ہی وہ بنائی ہوئی مورتیوں کے پوجنے کا خواب میں بھی خیال کرتا ہے۔ مورتی پوجا صرف غیر تعلیمیافتہ طبقہ تک ہے۔ عرب سیاحوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے

۱۔ سچاؤ: البیرونیز انڈیا صفحہ ۱۷

۲۔ ڈاکٹر جنیدر ناتھ شکل: بھارتیہ واستو شاستر پرتیما وگیان صفحہ ۲۱

۳۔ مقدسی حصہ ۱ صفحہ ۱۴-۱۳

۴۔ مسعودی: مروج الذہب حصہ ۴ صفحہ ۴۷

۵۔ سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۱۳

میں مورتی پوجا کا رواج ہو گیا تھا لیکن یہ غیر تعلیم یافتہ طبقہ میں زیادہ رائج تھی۔

ہندوستان کے مختلف طبقوں کے حامی مورتی پوجا کرتے ہیں ثمنیہ لوگ مورتی پوجنے والے ہیں[1]۔ مورتی پوجا کے چلن کا آغاز ہندوستان سے ہی ہوا۔ اس سلسلے میں سلیمان نے لکھا ہے کہ چین کے دھرم کی بنیاد ہندوستان میں ہے چین والوں کا قول ہے کہ ان کے لئے بدھ کی مورتیاں ہندوستان نے ہی بنائی تھی[2]۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ہندوستان میں فنکار مورتی بنانے کے فن میں ماہر تھے۔ ان کے فن کی اشاعت صرف ہندوستان میں ہی نہیں تھی بلکہ یہ مورتیاں غیر ممالک میں بھی عوام پسند ہو چکی تھیں مورتی پوجا کے پھیلاؤ کے ساتھ مورتیوں کی باقاعدہ دیوالیوں (مندروں) میں تعمیر ہوتی رہی۔ ان کی تعمیر اور ان کے مقصد سے دی جانے والی خیرات ثواب کا کام سمجھی جاتی تھی۔ وقت کی رفتار کے ساتھ مختلف زمانوں میں عظیم اور خوبصورت مندر تعمیر ہوئے۔

عبدالکریم شہرستانی نے لکھا ہے باہو جہیہ فرقہ کے پیغمبر (اوتار) نے اپنے پیروکاروں کو ایشور کی مورتی بنا کر پوجا کرنے کا حکم دیا جس کے ذریعہ یہ مورتی ایشور کے دربار میں اس سے نزدیکی حاصل کرانے کا ذریعہ بن سکے[3]۔ شہرستانی کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ سماج میں

---

[1] خوارزمی: مفاتیح العلوم صفحہ ۳۶ (لیڈن)

[2] سلیمان سوداگر کا سفرنامہ صفحہ ۵۷ (پیرس)

[3] عبدالکریم شہرستانی حصہ ا صفحہ ۲۵۵

Marfat.com

مورتی پوجا کا چلن عام غیر تعلیم یافتہ طبقہ تک محدود تھا اور ایشور کے پانے کا یہی واحد ذریعہ تھا۔ گیانی (تعلیم یافتہ) طبقہ اپنے علم کے ذریعہ بے شکل وصورت برہم کی عبادت کرکے ایشور سے قربت حاصل کرتا تھا۔

عرب سیاحوں نے مورتی پوجا کے سبب بنائی گئی مورتیوں کا بیان کیا۔ اس سلسلے میں بہت سی مندروں کی تعمیر کی اور ان مختلف بہت سے مندروں کا دلچسپ بیان ملتا ہے۔ یہ مورتیاں مختلف دھاتوں، سونے، چاندی، لوہے، لکڑی وغیرہ کی بنی ہوئی حاصل ہوئی ہیں۔ کچھ مورتیوں میں قیمتی پتھر جواہرات (قیمتی رتن) یاقوت وغیرہ لگائے گئے ہیں البیرونی نے لکھا ہے کہ ہندو مورتیوں کا ادب واحترام ان کی عظمت کے سبب کرتے ہیں۔ ان کے بنانے کے سامان کے سبب نہیں۔ ملتان کی مشہور مورتی لکڑی کی بنائی گئی تھی[1]

البیرونی کے بیان میں قدیم ہندوستانی قدریں دکھائی پڑتی ہیں ہندو مذہب کے تحت مورتیوں کے تئیں عقیدت اور احترام انکے بنانے کے سامان کے سبب نہیں کرتے ہیں بلکہ ہر ایک مورتی کے نصب کرنے کے سبب کرتے ہیں اس بات کی تصدیق ملتان کا مشہور سورج مندر ہے۔ ایسے عوام پسند مندر میں قائم کردہ مورتی لکڑی کی بنی ہوئی تھی۔

ہندوستان میں موجود مختلف فرقوں کے لوگ اپنے دیوی دیوتاؤں کی مورتی بنا کر الگ الگ ڈھنگ سے ان کی پوجا کرتے ہیں۔ البیرونی نے

---

[1] سچاؤ، البیرونیز انڈیا حصہ ا صفحہ ۱۱۳

لکھا ہے وشنو مورتی کے پوجنے میں لگا ہوا طبقہ "بھاگوت" اور سورج کی مورتی کی پوجا میں لگا ہوا طبقہ "مگ" کہلاتا ہے۔ مہادیو کی پوجا کرنے والا طبقہ ایک طرح کا سادھو اور یتی طبقہ جو لمبے بال رکھتا ہے اور بدن پر بھسم (مٹی) ملتا ہے۔ برہمن اَشٹ ماتریکاؤں کی پوجا کرتے ہیں۔ شمانی بدھ کی، جینی اَرہنت کی اس طرح ہر ایک مورتی کی ایک مخصوص طبقہ کے لوگ پوجا کرتے ہیں جن لوگوں نے انھیں بنایا ہے وہ بھی خدمت کرنے کا عمدہ طریقہ جانتے ہیں۔

عرب سیاحوں نے سماج میں رائج کسی مخصوص دیوی یا دیوتا کی عبادت کرنے والوں کے مختلف طبقوں کو الگ الگ فرقوں کے تحت رکھ کر ان کو مخصوص ناموں سے مخاطب کیا ہے نیز ان مختلف فرقوں کے لوگوں کی مخصوص طرح کی عبادت کا طریقہ بیان کیا ہے یہ مختلف مذہبی فرقے مورتی کو ایشور یا اس کا اوتار مان کر اس کی عبادت کرتے تھے۔

عرب سیاحوں نے مختلف مندروں میں قائم کردہ مورتوں کے طریقہ عبادت کا مفصل بیان کیا ہے۔ ہر ایک فرقے کے طریقہ عبادت کو علیٰحدہ بتایا ہے۔ ابن رستہ، ابن ندیم نے ملتان کے سورج مندر سے متعلق مختلف نذروں، تحفوں اور عبادتوں کا بیان کیا ہے۔ ملتان کے مندر کے درشن کے لئے یاتری (مسافر) ایک ایک سال کا سفر کر کے آتے ہیں اور یہاں اپنا سر منڈاتے ہیں اور بائیں طرف سے سات بار چکر لگاتے ہیں۔ مورتی کے سامنے قابل رحم جذبے

---

(۱) سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۲۱

سے دعا کرتے ہیں۔ چکر لگاتے وقت ہر ایک رخ کی طرف مڑتے وقت سر جھکاتے ہیں[1]

ابن ندیم نے لکھا ہے کہ تیرتھ یاتری مورتی کے سامنے بخور جلاتے ہیں، سر جھکاتے ہیں اور باجا بجاتے ہیں۔ اس کی پوجا دن میں تین مرتبہ ہوتی ہیں خوفناک بیماریوں سے پریشان بیمار یہاں شفا پانے کی دعا کرتے ہیں اس کے لئے وہ برت وغیرہ رکھتے ہیں جب تک وہ صحتیاب نہیں ہوجاتے یہاں سے نہیں جاتے ہیں اس مندر کے اخراجات کے لئے بہت سی زمین جائدادیں وقف کر دی گئی ہیں[2]۔ ابن رستا نے کچھ ایسے لوگوں کا ذکر کیا ہے جو مورتی کے سامنے اپنے کو نذر کر دیتے تھے کچھ لوگ تو اپنی آنکھیں نکال کر مورتی کی آستین میں رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے بھگوان! میں نے تیری خوشی کے لئے اپنی آنکھیں تیری خدمت میں نذر کر دی ہیں۔ اس لئے مجھے لمبی عمر عطا کی جائے۔ کچھ لوگ مورتی سے اپنی جان بھینٹ چڑھانے جانے کی اجازت مانگتے ہیں اور ایک لمبی لکڑی لے کر اس کا سرا جو تیز اور نکیلا ہوتا ہے اپنے پیٹ میں اس طرح چبھو دیتے ہیں کہ وہ پیٹھ کے راستے سے باہر نکل آتا ہے۔ اس طرح اپنی زندگی دے کر یعنی مورتی کی خواہش اور قربت حاصل کرتا ہے کچھ بے انتہا دھن دولت لا کر مورتی کے

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۸۲۔۱۸۱

[2] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۲۵۔۲۴

[3] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۸۳

سامنے ڈالتے ہیں[1] یاتری مورتی کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ہاتھ جوڑ کر دعا کرتے ہیں[2] ابو زید حسن سیرافی نے لکھا ہے ہندوستان میں مورتوں کے نام کی دیوداسیاں ہوتی ہیں۔ جب کوئی عورت منت (منوتی) مانتی ہے تو اس کے یہاں خوبصورت لڑکی پیدا ہوتی ہے تو وہ اسے مورتی پر بھینٹ کی شکل میں چڑھا دیتی ہیں اور اس کو بازار میں ایک گھر بنوا کر وہاں رکھا جاتا ہے اور یہاں وہ اجنبی لوگوں سے شناسائی پیدا کرتی ہے[3] عرب سیاحوں کے اس بیان سے دیوداسی روایت کی جھلک دکھائی پڑتی ہے جس کی سبھی عرب سیاحوں نے مذمت کی ہے ادریسی نے لکھا ہے کہ اس مندر کے چاروں طرف بہت سے مکان بنے ہوئے ہیں جس میں اس کے پجاری اور لوگ رہتے ہیں[4]

ابن رستہ نے مندر کے انتظام اور مورتی کو کھانا کھلانے کے سلسلے میں دلچسپ بیان پیش کیا ہے۔ ملتان کے سورج مندر کی ایک پاک شالا (باورچی خانہ) ہے جس میں مورتی کے لئے اچھے قسم کا سفید چاول عمدہ قسم کی مچھلیاں ساگ بھاجی بناتے ہیں اور اس میں خوشبو ڈالتے ہیں۔ پھر کیلے کے بہت زیادہ لمبے چوڑے پتوں کو جس میں ایک دو آدمی لیٹ جا سکتے ہیں مورتی کے سامنے بچھایا جاتا ہے اور اس پر آدمی کے بدن تقریباً آدھی دوری سے چاول گرایا جاتا ہے۔ اس کے بعد سب سے اونچے کٹر مذہبی پجاری کیلے کے پتے پر پنکھا جھلتے ہیں اور چاول سے اٹھتی ہوئی بھاپ مورتی کے منھ تک چلی جاتی ہے۔ اس طرح وہ سمجھتے ہیں کہ

۱؎ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۸۵ تا ۱۸۶

۲؎ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۱۸۵-۱۸۷

۳؎ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۶۵-۶۶ ۴؎ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۱۸۹

کہ مورتی کھانا کھالیتی ہے کھانے سے قبل مورتی کے کمرے کے چاروں طرف چنگ (طنبورا) اور نگوڑ بجاتے ہیں اور کبھی کبھی سو سو نوجوان لڑکیاں ـ (دیوداسیاں)، جو اسی کام کے لئے ہوتی ہیں مورتی کے چاروں طرف چکر لگا کے ناچتی گاتی ہیں اور مورتی کو خوش کرتی ہیں۔ ایسا مانا جاتا ہے کہ مورتی کھانا کھا رہی ہے اس لئے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ کھانا کھانے کے بعد دروازے کھول دیے جاتے ہیں پھر مورتی کے قریب سبھی آدمی اور پالتو جانور، پرندے اور کیڑے کو بھی نہیں روکا جاتا ہے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ اس مورتی کا ہر دن کا کھانا ہے ـ مورتی کو کبھی کبھی دودھ سے اور کبھی کبھی گھی سے اشنان (غسل) کراتے ہیں اور مورتی کے اشنان کئے ہوئے پانی سے بیماروں کو بیماری سے شفا ملتی ہے[1] مورتی کو اشنان کرانے اور کھانا نذر کرنے کی روایت ہندو سماج میں بہت ہی قدیم زمانے سے چلی آ رہی ہے جیسا کہ عرب سیاحوں نے ملتان کے مشہور مندر کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

عرب سیاحوں کے بیانات سے مورتیوں کے سامنے آدمی اور جانور کی قربانی چڑھائے جانے کا تذکرہ ملتا ہے۔ ابن ندیم نے جہانگر کے مندر کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہاں ہر سال ایک مخصوص دن کو قربانی چڑھاتے ہیں اور اپنی جان بھی اس پر قربان کرتے ہیں[2] ملتان میں ایک نو ہے کی مورتی گنبد نما پربت کے نیچے نصب ہے۔ پربت کی چوٹیاں اور سطح میں پوجاریوں کے مکان ہیں جہاں پر قربانی

---

[1] ابن رستا صفحہ ۱۳۷

[2] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۱۵-۱۴

چڑھائی جاتی ہے ہندوستانی ان مورتیوں کے درشن (دیدار) کے لئے آتے ہیں اور اپنے ساتھ بخور (دھوپ) عطر وغیرہ چڑھانے کے لئے لاتے ہیں۔ اس پر کسی آدمی کی دور کی نگاہ پڑتی ہے تو عزت واحترام کے سبب سر جھکا دیتا ہے۔ اس مندر میں سب سے زیادہ لوگوں کی قربانی چڑھائی جاتی ہے۔ اس کی تعداد پچاس ہزار یا اس سے زیادہ ہو جاتی ہے[1]
ابن ندیم نے مختلف مذہبی فرقوں جیسے باسویا، بہیادونیہ اور دہکتیہ میں جانور کے قربان کرنے کا ذکر کیا ہے۔ دہکتیہ فرقہ کے لوگ مورتی کے سامنے بھیڑ، بکریوں کی قربانی ان کی گردن تلوار سے کاٹ کر چڑھاتے ہیں اگر کوئی آدمی پا جاتے ہیں تو اسے بھی دھوکے سے قربانی کے لئے قتل کر دیتے ہیں باسویہ فرقہ کے لوگوں کا خیال ہے کہ گناہ سے معافی حاصل کرنے کے لئے گائے کے بدن پہ ہاتھ پھیرنا چاہئے[2]۔

عرب سیاحوں کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان میں مورتی پوجا کا مکمل طور سے رواج تھا لیکن اس کے طریقہ عبادت میں تھوڑا بہت فرق تھا۔ ہر ایک فرقہ کے لوگ اپنے دیوتا کی مورتی بنا کر مخصوص طریقے سے اس کی عبادت کرتے تھے۔ مورتی پوجا کی روایت انتہائی قدیم زمانے سے شروع ہو کر مختلف زمانوں میں مختلف شکلوں میں موجود رہی اور موجودہ زمانے میں یہ مورتی پوجا ہندو مذہب کا ایک ضروری حصہ ہے۔

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں — حصہ ۲ — صفحہ ۱۶-۱۵-۱۴
[2] عبدالکریم شہرستانی — حصہ ۳ — صفحہ ۲۴۷

Marfat.com

وشنو مذہب: بھگوان وشنو کو اپنا محبوب دیوتا ماننے والے بھکت (پجاری) وشنو کہے جاتے ہیں اور اس سے متعلق مذہب کو وشنو مذہب کا نام دیا جاتا ہے وشنو مذہب کی تشکیل ممکن ہے چوتھی صدی قبل مسیح میں ہوئی اس میں عقیدہ رکھنے والوں کی تعداد ہر زمانے میں زیادہ رہی ہے۔ گپت زمانے میں وشنو مذہب کا خاص طور سے ارتقاء ہوا اور بہت سے راجاؤں سمدر گپت کمار گپت، اسکند گپت نے اس دھرم کو سہارا دیا اور مذہبی پختگی کے سبب وشنو کو پہلا آدمی دیرم بھاگوت اور پرم دیوت وغیرہ کے خطابات حاصل کئے۔

وشنو مذہب کے پرچار کا ذکر مختلف دستاویزوں، سکوں اور مندروں سے ہوتا ہے بیس نگر کے دوسری صدی قبل مسیح کے دستاویز سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانی دوت ٹکشیلا کے باشندے ہیلیو دورنے دیوادھی دیو، وسودیو کی یادگار میں گرود ڑ دھوج قائم کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے کے معاشرے میں مذہب کا بہت زیادہ اثر تھا جس کے سبب غیر ملکی بھی اس مذہب کے پیروکار ہو گئے تھے اور اپنے لائق پرستش دیوتا کی یادیں دستاویز کندہ کراتے تھے۔ اڑیسہ میں واقع اودے گری میں خیبر بھج (چار زادیوں) کی ایک مورتی چار سو قبل مسیح کی حاصل ہوئی ہے

وشنو مذہب کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ بہت سے مندروں کی تعمیر ہوئی البیرونی نے استھانیشور کی چکر سوامی (چکر دھاری وشنو) کے

۱۔ عبدالکریم شہرستانی حصہ ۳ صفحہ ۷۸۴

۲۔ لسٹ آف براہمی انسکرپشن نمبر ۶۶۹

۳۔ سچاؤ۔ البیرونیز انڈیا حصہ ا صفحہ ۱۱۷

مندر کا بیان کیا ہے اور اس مورتی کو چکر سوامی (چکر دھاری وشنو) کے مندر کا بیان کیا ہے اور اس مورتی کو چکر سوامن کہا ہے۔ اس نے تانیشور (تھانیشور) نگر کو ہندوؤں میں بہت زیادہ معزز و محترم بتایا ہے[1] عرب سیاح کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ چکر سوامن (وشنو) کا مندر دیگر مندروں کے مقابلے میں خصوصی اہمیت رکھتا تھا۔ اسی سبب البیرونی کی توجہ اس مندر کی طرف خاص طور سے مبذول ہوئی اسکند گپت کے جوناگڑھ دستاویز سے وشنو مندر کی تعمیر کا پتہ چلتا ہے۔ مہرولی کے آہنی[2] ستون سے بھی چندر نامی شہنشاہ کے ذریعہ آہنی ستون تعمیر کرائے جانے کا علم ہوتا ہے[3] اسکند گپت کے دستاویز میں شارڈی گن (داسو دیو کرشن) کی مورتی کا تذکرہ ہے جس کے پوجنے کے لئے گرام دان (گاؤں کو وقف کرنا) کیا گیا تھا[4] دشا اوتار کا مندر سہستر لنگ جھیل کے کنارے واقع تھا دشا اوتار کا مندر سہستر لنگ جھیل کے کنارے واقع تھا[5]

پورتی چالکیوں کا شاہی نشان گروڑ تھا جو ان کے وشنو ہونے کا ہونے کا ثبوت ہے۔ ان کے مختلف دستاویزوں کا آغاز سونس کی مناجات کے ذریعہ ہوتا ہے[5]۔ دکھن کے چالکیہ خاندان کے راجہ

---

[1] کارپس انسکرپشن انڈی کیرم حصہ ۳ صفحہ ۱۲۱-۸۸

[2] کارپس انسکرپشن انڈی کیرم حصہ ۳ صفحہ ۵۲

[3] بنرجی دی سامراٹ گپت: آئی ایچ سی ۳ ۴۹-۱۹۳۴

[4] دی کلاسیکل ایج صفحہ ۲۳-۴۲۲

[5] فرگوسن اور برگیس: کیو ٹیمپلس صفحہ ۴۰۷

منگلیش کے حکم کے مطابق کھٹے گپھا مندر میں وشنو نارائن اور وراہ اور نرسنگھ کی مورتیاں بنائی گئی تھیں[1] ایلورا کے دشاوتار کی عظیم مورتیاں اس زمانے کے وشنو مذہب کے پھیلاؤ کی عمدہ مثال ہے۔ سانپ لپیٹے والے وشنو کے قدم دباتی ہوئی بھگوان کی ناف سے نکلے ہوئے کمل پر برہما براجمان ہیں۔ نرسنگھ وامن دیوتا، براہ اور گایوں کے ساتھ کرشنا کی بھی پرکشش مورتیاں ہیں

وشنو مذہب کا ارتقا ہرش کے زمانے میں بڑا ہوتا رہا۔ للھیم پور وقف دستاویز سے معلوم ہوتا ہے کہ وشنو کی پوجا اوم نمو نارائن کے نام سے کی جاتی تھی[2]۔ اس دھرم کے پیروکار اپنی پیشانی پر ساما نشان بناتے ہیں[3] بھگوان لفظ سے مراد بھاگوت فرقہ (وشنو بھکت) سے ہے قرون وسطیٰ سے قبل وشنو اپنے سیکڑوں ناموں سے سماج میں پوجے جاتے اور محترم سمجھے جاتے تھے جس میں واسو دیو نارائن کرشن مراری، آدی کیشو، ہری مادھو وغیرہ نام زیادہ رائج تھے[4]۔ چیدی حکمران لکھن راج کے وزیر سومیشور نے ایک مندر بنوایا تھا گہڑوال میں تانبے کی دستاویز سے معلوم ہوتا ہے کہ کاشی کے ورونا اور گنگا کے ساحل پر آدمی کیشو کا مندر بنا تھا[5]۔

---

۱ ایپی گرافیکس انڈیکا حصہ ۱۶ صفحہ ۵

۲ ایضاً۔ جے۔ اے دبلیس: ہندو میز سائیڈ کسٹمس اینڈ سیرومینیز صفحہ ۶۱۶۔۶۱۵

۳ ایپی گرافیکس انڈیکا حصہ ۲ صفحہ ۱۷۷۔۱۷۸

۴ آر۔ ایس۔ تریپاٹھی: ہسٹری آف قنوج صفحہ ۳۵۴

۵ ایپی گرافیا انڈیکا حصہ ۱۸ صفحہ ۱۰۷

Marfat.com

وشنو مندروں کے علاوہ ایک زمانے میں وشنو کی بہت سی مورتیاں بنائی گئیں وہ مورتیاں شنکھ، گدا اور پدم کو پہنے ہوئے ہیں۔ وشنو کے مختلف اوتاروں کو وشاوتار کے نام البیرونی کے زمانے میں دے گئے تھے۔ بھوج کے گوالیار دستاویز میں رام کو وشنو کے اوتار کی شکل میں بیان کیا ہے۔

معاشرے میں وشنو مذہب سے متعلق بہت سی تقریبات اور تیوہار بھی رائج ہو گئے تھے۔ ان کا ذکر پرانوں اور دوسری کتابوں میں بھی ہوا ہے۔ چندر گپت وکرمادتیہ دوم کے ادوے گری دستاویز میں "شین"، اکادشی، کا ذکر ہے جو اساڑھ مہینے کے شکل پکھچھ کے گیارھویں دن منعقد ہوتا تھا۔ البیرونی نے اس زمانے کے سماج میں رائج بہت سے وشنو تیوہاروں کا ذکر کیا ہے جن میں دیو شینی اکادشی، رام نومی کرشن جنم اشٹمی ہے۔ ان تیوہاروں کے رواج کا علم ہندوستانی ادب سے بھی ہوتا ہے

وشنو مذہب کے سلسلے میں مذکورہ بالا تذکرہ سے مکمل طور پر علم ہوتا ہے کہ قدیم ہندو سماج میں وشنو مذہب ایک عوام پسند مذہب بن گیا تھا۔ جس کو ہندوستانی راجاؤں، بدیشی راجاؤں اور عام عوام سبھی نے اپنایا تھا تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وشنو مذہب کا اثر ہرش کے زمانے میں بودھ مذہب کے اثر کی بنا پر کچھ کم ہو گیا تھا۔ لیکن زبانوں کے درمیان اس نے اپنی پرانی شہرت د

---

۱ کارپس انسکرپشن انڈیکیرم حصہ ۳ صفحہ ۵۱

۲ بے شنکر شر، گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۲۱۷ - ۱۹۶

Marfat.com

عظمت کو حاصل کر لیا تھا۔ ہندو مذہب میں وشنو کی پوجا کا چلن موجودہ زمانے میں بھی موجود ہے۔

شیو مذہب: شیو کو اپنا پسندیدہ دیوتا ماننے والے فرقہ کو شیو کہا جاتا ہے بودھ مذہب کے خلاف ردعمل کے سبب ویدک مذہب کی نشاۃ ثانیہ ہوئی۔ اس قدیم ہندوستانی مذہب نے جو بہت سے تبدیل شدہ شکلیں اختیار کیں۔ شیو دھرم بھی ان میں سے ایک تھا[1]۔ شیو کی عبادت کا پہلا تعارف سندھ تہذیب سے متعلق باقیات سے مانا جاتا ہے۔ اس میں ایک سکے پر شیو کو جانوروں کے مالک کی صورت میں دکھایا گیا ہے۔ اس شکل کے ساتھ شیو کی علامت لنگ بھی دکھایا گیا ہے[2]۔ آغاز میں شیو کی عبادت رودر کی شکل میں کی جاتی تھی شیو کا روپ دناشک (تباہ کرنے والا) سنہارک (برباد کرنے والا) تھا[3]۔ شیو دھرم کے تحت چار فرقوں کی پیدائش ہوئی کالان یا کارو، پشوپت، لکوشیش اور کاپالک[4]۔ البیرونی کے بیان سے بھی علم ہوتا ہے کہ اس زمانے کے معاشرے میں لکولیش پشوپتیز کی پوجا خاص طور سے رائج تھی[5]۔

عبدالکریم شہرستانی نے کابلیہ فرقہ کے دیوتا کا روپ حسب ذیل طریقے سے بتلایا ہے جو بدن پر بھبھوت ملے، سر پر لال رنگ کی تین بالشت لمبی ٹوپی اور بدن میں آدمی کی کھوپڑیوں کی لمبی مالا۔ کمر میں اسی کا پٹکا، ہاتھ

۱۔ شیو کنیتہ وویالنکار: پراچین بھارت کا دھارمک سماجک اور آرتھک جیون ص ۸

۲۔ رام جی اپادھیائے: پراچین بھارتیہ ساہتیہ کی سانسکرتک بھومکا ص ۴۸۰-۴۸۲

۳۔ اے۔ جے۔ اے دوبوئس: ہندو مینرز اینڈ کسٹمس اینڈ سرومینز ص ۶۲۸

۴۔ بی۔ ایس۔ پاٹھک: ہسٹری آف شیو کلٹس ان ناردرن انڈیا ص ۸۳

۵۔ بوہلر: ایپی گرافیا انڈیکا ص ۲۷، چالکیاز آف گجرات ص ۲۹۱-۲۹۲

Marfat.com

کنگن اور بیرس یا زیب پہنے ہوئے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے یہ کابلیہ فرقہ شیو کا پجاری فرقہ تھا اس کا روپ شیو سے مطابقت رکھتا ہے

شیو مذہب کو ماننے والے قدیم زمانے سے لے کر آج تک کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں۔ بہت سے راجاؤں نے شیو مندروں کو تعمیر کرایا تھا شیو دھرم کے پھیلاؤ کا آغاز شونگ ساتواہن زمانے سے شروع ہو کر گپت زمانے میں انتہائی عروج پر پہنچ گیا[۱]۔ اسکندگپت کے بیل کی طرح کے سکے اس کی شیو دھرم کے تئیں عقیدت کا اظہار کرتے ہیں شہنشاہ ہرش اور اشوک راجا کسی ایک مذہب کو سہارا دیتے تھے شیو کی تعریف 'ادم نمہ شبوا' سے شروع ہوتی ہے[۲] بھبڑا دستاویز سے شیو کو کلیانی تام کہتے ہوئے نیز پریشانی کو دور رکھنے والا کہا گیا ہے[۳]۔ وجے سین کی دیودھر پرشستی سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانی سطح کو چھونے والا پردیو بھینیشور کا عظیم مندر تعمیر ہوا تھا[۴] پال حکمراں نارائن پال نے بودھ دھرم کا پیروکار ہوتے ہوئے بھی ایک ہزار شیو مندروں کو تعمیر کرایا تھا[۵]

شیو مذہب کو خصوصی تحفظ گہڑوال اور چندیل حکمرانوں کی سرپرستی میں حاصل ہوا جس کے نتیجے میں ایچانیشور سے لے کر قنوج تک اور بندیل کھنڈ کے کھجوراہو کالنجر تک بہت سے شیو مندروں کی چوٹیاں آسمان کو چومتی تھیں۔ کھجوراہو میں ادین

---

۱ جے شنکر مشر: پراچین بھارت کا سماجک اتہاس ص ۲۳۲

۲ ایپی گرافیا انڈیکا حصہ ۱۲ صفحہ ۸۹ ۳ ایپی گرافیا انڈیکا حصہ ۲ صفحہ ۱۰ ۴ ایپی گرافیا انڈیکا حصہ ۱ صفحہ ۳۱۰

۵ انڈین اینٹی کواری حصہ ۱۵ صفحہ ۳۰۶

۶ ایپی گرافیا انڈیکا حصہ ۱۸ صفحہ ۹۶

۷ ڈاکٹر نیشو دنشی: شیو مت صفحہ ۷۹ - ۸۹

راجہ نے شیو مندر تعمیر کرایا تھا[۱]۔

شیو کی علامت کی شکل میں بہت سے شہنشاہوں نے شیو لنگ کی تعمیر کرائی۔ شیو لنگ کو بھگوان شیو کی ایک علامت مانا جاتا تھا اور اس کی پوجا پھل پھول وغیرہ کے ذریعہ اسی طرح کی جاتی تھی جس طرح شیو کی آدمی کی شکل کی سورتوں کی۔ عبدالکریم شہرستانی نے لکھا ہے کہ کابلیہ فرقہ کے اوتار نے آدمی کے لنگ کی شکل میں ایک مورتی بنا کر اس کی پوجا کی اجازت دی کیونکہ دنیا میں درحقیقت اولاد کی پیدائش کا ذریعہ یہی ہے[۲]۔

چندیل شہنشاہ ینگ نے پرستر اور مرکت کے شیو لنگوں کی تعمیر کرائی تھی[۳]۔ چالکیہ حکمراں بھیم اول نے سومناتھ کے پرستر مندر حوالے میں تعمیر کیا تھا۔ عرب سیاح البیرونی نے گجرات کے سومناتھ مندر کے حوالے میں لکھا ہے کہ سومناتھ مہادیو (شیو) کی مردہ خواہشات کو جلانے والا ہے اور لنگ کے نام سے مخاطب ہے[۴]۔ سومناتھ کے عظیم اور خوشحال مندر کی شہرت سے خوش ہو کر محمود غزنوی نے ۱۰۲۶ء میں اس پر حملہ کیا تھا۔ یہاں سے حاصل دولت دو کروڑ دیناروں[۵] کی تھی۔ یہ مندر اس زمانے کے راجاؤں کی خوشحالی کا نشان تھا۔ زمانوں کے درمیان کمارپال نے اس مندر کو دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔ سومناتھ کے مندر کی تعریف کرتے ہوئے البیرونی نے لکھا ہے کہ سومناتھ کے مشہور مندر کی تعریف کرتے ہوئے البیرونی نے لکھا ہے کہ سومناتھ کے مشہور مندر میں پوجا کے لیے روزانہ روزانہ ایک لوٹا گنگا جل اور کشمیر سے پھول آتے تھے۔ یہ مندر دتشیں نے دکھن بھیم

---

[۱] عبدالکریم شہرستانی حصہ ۱ صفحہ ۱۳۸-۱۳۷ [۲] ایپی گرافیا انڈیکا حصہ ۱ صفحہ ۱۳۸ [۳] سخاؤ: البیرونیز انڈیکا حصہ ۱ صفحہ ۱۱۷ [۴] محمود کا دینار سکہ کا وزن ۶۴.۸ گرین کے اوسط کا تھا۔ اسٹوگل فار اسپائر: ناظم صفحہ ۱۱۶ [۵] جے شنکر مشر: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۱۸۴-۱۸۳

میں واقع سب سے مشہور مندر تھا۔ سومناتھ کا شیولنگ غیر معمولی بیماریوں سے آزاد کر دیتا ہے[1]۔ ان کا عقیدہ ہے کہ چودہ کروڑ لنگ دانا کے ذریعہ بنائے گئے تھے دانا لنگ (سفید پتھر) گنگا، نرمدا، اور دیگر مقدس ندیوں میں پائے جاتے ہیں[2]۔

شیولنگ کی پوجا کا پھیلاؤ پیرورتی دور یعنی گپت کال میں ہوا متھرا کے ایک ستونی دستاویز سے معلوم ہوتا ہے کہ اُپ میشور اور کپلیشور نام کے شیو اچاریہ کے اعزاز میں شیو لنگوں کو نصب کیا گیا تھا۔ ان کے علاوہ بہت سے سکّوں میں شیو کی مورتیاں بنائی گئی ہیں۔ دستاویزوں سے شیو سمتھوں (مندروں) کے تعمیر ہونے کی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ یہاں پر شیو یوگی رہ کر شیو کی عبادت کرتے تھے۔ شیو مذہب کا جنم سندھ تہذیب سے شروع ہوا۔ دھیرے دھیرے عام عوام سے لے کر راجے مہاراجاؤں نے اس مذہب کو عوام پسند مذہب بنا دیا جس کا بیان عرب سیاحوں نے بھی اپنے سفر کی روئداد میں کیا ہے۔

ہندوستان میں رائج مختلف مذہبی فرقوں کے ماتحت

دیوی پوجا: طاقت فرقہ کا بہت زیادہ اہم مقام رہا ہے۔ عرب سیاح ابن ندیم نے مہاکالیہ فرقہ کا نام بیان کیا ہے جس کے پیروکار دیوی مہاکالی کی پوجا کرتے تھے۔ اس کے مطابق مہاکالی کی شکل وصورت درج ذیل تھی۔ چار ہاتھ، نیلی شکل، سر پر بال دانت نکلے ہوئے اور پیٹ کھلا ہوا، پیٹھ پر ہاتھی کی چرم پڑی ہوئی تھی۔ جس سے خون کی بوندیں نکلتی رہتی تھیں ایک ہاتھ میں اجگر دوسرے میں ڈنڈا، تیسرے میں انسانی

---

[1] سخاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ ص ۱۰۴ [2] پانڈورنگ وامن کانے۔ دھرم شاستر کا اتہاس حصہ ۲ ص ۷۳۰

کھوپڑی اور چوتھا ہاتھ اوپر اٹھا ہوا تھا دونوں کانوں میں دو سانپ اور بدن سے دو اجگر (سانپ کی ایک قسم) لپٹے ہوئے تھے۔ پیشانی پر انسانی کھوپڑی کا تاج نیز گلے میں ہڈیوں کی مالا پہنے ہوئے تھی۔ اس مذہب کے پیروکاروں کا یہ عقیدہ تھا کہ مہا کالی بہت زیادہ عظیم اور قوی دیوی ہے جو اپنی طاقتوں جیسے اچھی (عمدہ) اور پسندیدہ، خراب (بری)، اور غیر پسندیدہ عادتوں جیسے وردان (مانگی ہوئی مراد پوری کرنا)، نیکی، ہمدردی اور برائی کرنے کی طاقت کے سبب قابل پرستش ہے اور یہ مشکل گھڑی سے نجات دیتی ہے۔

عرب سیاح عبدالکریم شہرستانی نے ابن ندیم سے ملتا جلتا بیان کیا ہے اس کے مطابق یہ مورتی ایک مہان دیو ہے اور اس کی پوجا ڈر اور احترام کے سبب کی جاتی ہے، ہندوستان کے کئی بڑے بڑے مقامات پر یہ مورتی ملی ہے جس میں ایک مقام اختر بھی ہے یہاں کی لمبی چوڑی مورتی کے درشن کے لئے ہندوستان کے کونے کونے سے دیدار کے طالب آتے ہیں۔ اختر نام کی بنیاد پر مقام کی پہچان کرنا مشکل ہے

عرب سیاحوں کے بیان سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ یہ مورتی دیوی کی ہے یا دیوتا کی مورتی کی ہیئت کی بنیاد پر اسے مہا کال (شیو) مانا جاسکتا ہے کیونکہ شیو کو تباہ کرنے والے کی شکل میں خوفناک دکھایا جاتا ہے لیکن شیو ایک دیوتا تھے اس بنا پر اس کو دیوی ماننا نامناسب معلوم ہوتا ہے۔ ابن ندیم کا شک لفظ 'دیو' پر منحصر ہے جس کا مطلب سنسکرت میں دیوتا اور فارسی میں شیطان یا بھوت ہے۔ سلیمان ندوی نے اسے عورت کی مورتی مہا کالی مانا ہے۔

مہا کالی کو ہندوستانی کتابوں میں ایک دیوی کے روپ میں مانا گیا ہے۔ قدیم زمانے میں وشنو اور شیو مذہبوں کی طرح طاقت کی پوجا رائج

لہ ابن ندیم: کتاب الفہرست ص۳۴۵-۴۹ سلیمان ندوی: عرب وبھارت کے سمبندھ مترجم رام چندر ص۱۶۸-۶۹ لہ سلیمان ندوی عرب وبھارت کے سمبندھ مترجم رام چندر ص۳۴۵-۴۹

تھی۔ اس کے پیروکاروں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس دیوی کو شیو کی طاقت یا مایا مانا گیا ہے۔ شکتی دیوی کی پوجا کرنے کے سبب اس کو مذہبی بنیاد پر طاقت ور کہا گیا اور یہ فرقہ ہندو مذہب کا بنیادی فرقہ بن گیا۔ طاقت کے دہشتناک روپ کالی کو سانپوں اور کھوپڑی مالا سے مزین دکھایا گیا ہے درگا کی پوجا کا چلن قدیم زمانے سے موجود تھا[1] مہا پرلے کے وقت برہم وغیرہ دیوؤں کی حفاظت کرنے کے سبب مہا کالی کہلاتی ہے[2]

طاقتور فرقہ کا انتہائی قدیم روپ سندھ کی تہذیب کی ماتر دیوی (دیوی ماں) کی پوجا میں مانا جاتا ہے۔ دانشوروں کا خیال ہے کہ اس وقت ماں کے روپ میں فطرت یا زمین کی پوجا ہوتی تھی اس سے اس کی قدامت کا علم ہوتا ہے۔ ویدک ساہتیہ میں فطرت اور زمین کو دیوتاؤں کے درجہ میں رکھ کر ابدی طاقت کی بڑائی کی گئی ہے۔ ویدک ساہتیہ میں شیو فرقہ کے تحت طاقت کو شیو کی بیوی مانا گیا ہے۔ شیو کی سرگرمی کائنات کی تخلیق، پرورش اور تباہ کاری مان کر طاقت کو ان سب کے لئے منصوبہ بند طریقے سے معزز و محترم مانا ہے[3]

ابن ندیم نے اس فرقہ کے لوگوں کی طریقہ عبادت کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مورتی کے سامنے تین بار سر جھکا کر طواف کرتے ہیں اور اپنی دلی خواہشات پوری کرنے کے لئے دعا مانگتے ہیں اور برت وغیرہ بھی رکھتے ہیں[4]۔ درگا کو جن جانوروں بلند، شبر وغیرہ کی لائق پرستش دیوی مانا گیا ہے۔ جن میں شراب، گوشت اور قربانی وغیرہ کا چڑھاوا دیا جاتا تھا۔ عرب سیاحوں کے ذریعہ بیان کئے گئے طریقہ عبادت

۱؎ بی۔ سی۔ مجمدار: جنرل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۰۶ صفحہ ۳۶۲-۳۵۵
۲؎ شکت درشن صفحہ ۲۷ چوکھمبا سنسکرت سیریز ۳؎ رام جی اپادھیائے: پراچین بھارتیہ ساہتیہ کی سانسکرتک بھومیکا صفحہ ۵۲ ۴؎ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۸۱-۸۰ ۵؎ جے۔ گونڈا۔ وشنوازم اینڈ شیوازم صفحہ ۱۱۲

رواج موجودہ سماج میں بھی موجود ہے۔ ہندو لوگ مندروں میں مورتی کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور طواف کرتے ہیں۔

عام طور پر طاقت کو شیو کی طرح ہی شیوا کے دہشتناک روپ میں ان کی برابر کی ساتھی مانا جاتا تھا۔ ان کا شکل (بدن) کرشن ہے، سانپ کپڑا ہے وہ بہت سے منھ اور بہت سے بازوؤں والی ہیں اور مختلف ہتھیاروں سے آراستہ ہیں۔ ہندو مذہب میں مہاکالی کو ان کی مختلف خوبیوں کی بنیاد پر الگ الگ ناموں سے پکارا گیا ہے اسی لئے اسکو 'جیا اور وجیا' کہا گیا ہے۔ اس روپ میں بے بی لون کی دیوی 'اشتر'، اور اسیریا کی دیوی سے بھی ملتی جلتی ہیں کیونکہ اس کو ایک روپ میں جنگ کی دیوی مانا گیا ہے۔ درگا طاقت میں مکمل دیوی تھی اور لوگ اپنی خواہشوں کی تکمیل کے لیے ان کی پوجا کرنے لگے تھے اس دیوی کی پوجا کو شیو کی پوجا کے ڈھنگ پر ڈھالنے کی کوشش کی گئی تھی جس کے نتیجے میں دیوی کو بھگتوں کی رکشا (حفاظت) کا اور انکے دشمنوں کو تباہ کرنے والی مانا گیا ہے۔ اسی بنا پر اس کو "مہیشاسر مردنی (شیطانوں کو والی) کہا جاتا ہے۔

دیوی کی مختلف شکل وصورت کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے ستت کماریہ کا برت رکھنے کے سبب "کماری" بھی کہا جاتا ہے وندھیا پربت پر بسیرا کرنے کے سبب "وندھیا واسی" کہلاتی ہیں۔ دیوی کو شراب گوشت اور جانوروں کی قربانی خاص کر بھینسے کا خون بہت پسند ہے وہ راکھشو (شیطان) کو ذبح کرکے کھا جاتی ہے[2] اس وجہ سے ان کی شکل کو بد شکل اور خوفناک دکھایا گیا ہے (موت) کو تباہ کرنے کے سبب ایک نام 'کال راتری'

---

[1] آر جی۔ بھنڈارکر: وشنو شیوا اور اسرا مریہ دھارمک مت ص ۱۹۳

[2] بدھ ونیشی: شیومت ص ۸۲

بھی ہے۔

شکتی (طاقت) کی پوجا کے لئے بہت سے مندروں کی تعمیر کی گئی ۔جموں کے نزدیک کشمیر میں واقع شاردا دیوی کا مندر شکتی کی مہربان شکل کا نشان ہے۔

البیرونی نے لکھا ہے کہ کشمیر کے اندر راجدھانی سے تقریباً دو یا تین دنوں کے سفر کے بعد بولور پربت کی سمت میں لکڑی کی شاردا نامی مورتی ہے جو یاتریوں کی نظر میں بہت زیادہ معزز ہے [۱] البیرونی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں شاردا دیوی کی مورتی کی شہرت تھی قدیم زمانے میں شاردا دیوی کی مورتی کی شہرت اور عزت دور دور تک تھی۔ اس کے درشن کے لئے یاتری دور دراز دیشوں سے آتے تھے۔

قرون وسطیٰ سے قبل کی شہادتوں کے ذریعہ شکتی پوجا پر روشنی پڑتی ہے بھیڑا گھاٹ (جبل پور) کے نزدیک چوسٹھ یوگنی کا مندر ہے جس میں ۹۰۰-۱۱۵۰ عیسوی کے درمیان دیوی کی مورتیاں بنائی گئی تھیں اس میں ۴۴ مورتیاں ہے جو بنیادی طور پر درگا اور سپت ماتریکاؤں کی ہے۔ پرتی ہار حکمراں مہندرپال کی دستاویز میں درگا کی تعریف مہیشا سر۔مردنی کے روپ میں کی گئی ہے [۲] واضح طور پر کہا جا سکتا ہے کہ قدیم زمانے میں شکتی کی پوجا عوام پسند تھی جس کا ثبوت عرب سیاحوں کے بیانات اور ہندستانی کتابوں اور مندروں سے مکمل طور پر ہو جاتا ہے۔ موجودہ زمانے میں ہندوؤں میں درگا کی پوجا کا رواج درج ذیل موقعوں پر کیا جاتا ہے۔ نوراتری کے موقع پر درگا کی پوجا کا اہتمام بڑے دھوم دھام سے کیا جاتا ہے۔

عرب سیاحوں نے دیوی پوجا کی ہندوستانی روایت کو جس شکل میں دیکھا اور سنا تھا، اس کا بیان ان کے قلم سے ظاہر ہوا تھا ان کے بیانات ایک ... میں

---

[۱] جے شنکر مشر: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۱۹۳

[۲] ایپی گرافیا انڈیکا حصہ ۱۴ صفحہ ۱۷۷-۸۴

Marfat.com

تاریخ کی شکل میں دیکھنے کو ملتے ہیں جو مواد کا باقاعدہ اندراج کرتا ہے اس میں عقیدہ اور بھروسہ کا جذبہ نہیں ہے اس لئے دل کی حرکت خاموش ہے صرف سچائی کی اشاعت نظر میں آتی ہے۔

سورج کی پوجا: دنیا کی قدیم تہذیبوں میں سورج دیوتا کی مختلف ناموں سے پوجا کی گئی ہے۔ ایران میں یہ مِہر (سورج) دیوتا کی شکل میں پوجے جاتے تھے۔

قدیم ویدک کتابوں کے مطالعہ سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ بھارت میں بہت ہی قدیم زمانے سے سورج کی پوجا کا رواج تھا۔ رگ وید میں سورج کو دنیا کی روح کہا گیا ہے۔

सूर्य आत्मा जगतस्तस्थुषश्च سوریہ آتما جگتستس تھوشچ[1]

دنیا کو بالمقابل روشنی دینے کے سبب اس کی خوبیوں پر ویدک رشیوں کا خوش ہونا فطری تھا۔ سورج کو ہندوؤں کے پنچ دیوؤں (پانچ دیوں)[2] میں سے ایک مانا گیا ہے۔ البیرونی کا کہنا ہے کہ ہندوستان میں مگ موجود تھے ان کو شاک دیپ کا باشندہ کہا گیا ہے۔ ان کو شاک دیپ کا باشندہ کہنے کا سبب امکان یہ ہو کہ شکوں کی طرح جن سے دوسری یا تیسری صدی سے ہی ہندوستان کے لوگ واقف تھے وہ بھی غیر ملکی تھے اس لئے ظاہر ہے کہ سورج یا مِہر کی پوجا ہندوستان میں پارسی مگی ہی لائے تھے کچھ لوگ سورج کے تین روپ برہما، وشنو اور شیو یا کائنات کا پروردگار اور قوی مان کر ان کی پوجا کرتے ہیں[3]۔ گپت عہد سے پہلے سورج کے پجاریوں کا فرقہ موجود تھا جو سور نام سے مشہور تھا

---

[1] رگ وید ۱۔۱۱۵۔۱ [2] پراچین بھارتیہ ساہتیہ کی سنسکرتک بھومیکا صفحہ ۸۵۵۔

[2] البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۲۱ [3] وشنو، شیو اور رانیہ دھارمک مت صفحہ ۱۷۶

[3] وشنو، شیو اور رانیہ دھارمک مت صفحہ ۱۷۵

کشان دور میں سورج کی مورتیاں بنائی جاتی تھیں بہت سے راجاؤں نے سورج دیوتا سے عقیدت نذر کرنے کے لیے بہت سے مندروں کی تعمیر کرائی۔ وردھن خاندان خاندان کے راجہ آدتیہ وردھن، پربھاکر وردھن اور ہرش وردھن خاندانی طور پر سورج کی پوجا کرتے تھے[1]۔ مختلف زمانوں میں بہت سے راجاؤں نے سورج مندروں کی تعمیر کرائی جیسے کشمیر میں مارتنڈ مندر، اڑیسہ کا کوناری مندر، گجرات میں جھیاندہ کے نزدیک موڈھیرا مندر[2] نیز مشہور ہن راجہ مہر کل کے ذریعہ تعمیر شدہ کیا گیا تھا۔ قدیم سکوں پر نقش سورج کی تصویر سے بھی سورج پوجا کی مقبولیت کی توثیق ہوتی ہے۔ کالی داس نے سورج کے اعلیٰ مقام کا بیان کیا ہے۔ ادوے سنگھ دیو کا بھیل اجبلیکھ (دستاویز) سورج کی پوجا سے شروع ہوتا ہے[3]

عرب سیاح ابن ندیم اور عبدالکریم شہرستانی[4] نے سورج کے پجاریوں کو دنی کیتبہ فرقہ کہا ہے۔ البیرونی[5] بلاذری[6] ادریسی وغیرہ نے سورج مندر کا تذکرہ کیا ہے۔ سندھ اور ہند کے باشندے دور دور سے یہاں آکر بے انتہا مال دولت چڑھاتے ہیں جو راجہ کی آمدنی کا بنیادی ذریعہ ہے۔ ڈاکٹر مقبول نے بھی اس مندر کا بیان آدتیہ مندر کے نام سے کیا ہے[7] آج بھی ہندو سماج میں سورج طلوع ہونے کے وقت سورج پوجا کا چلن ہے اور اب بھی نمسکار کے

---

[1] انشینٹ ہسٹری آف سوراشٹر ص ۱۶۵ [2] ایپی گرافیا انڈیکا حصہ ۱ ص ۷۳-۷۲

[3] آرکیالوجیکل اینٹی کوئیز آف ویسٹرن انڈیا آف ناروون گجرات حصہ ۹ ص ۸۸

[4] واٹرس حصہ ۲ ص ۲۵۴ [5] ایپی گرافیا انڈیکا حصہ ۱ ص ۵۶-۵۵

[6] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ ص ۲۵-۲۴ [7] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ ص ۵۵ [8] البیرونیز انڈیا حصہ ۱ ص ۲۳ [9] ہسٹری آف انڈیا حصہ ۱ ص ۱۲۳ [10] میڈیول انڈین کوارٹرلی جولائی۔ اکتوبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۰۰

وقت سورج دیوتا کو مخاطب کر کے بچے کی حفاظت کے لیے گائتری منتر پڑھ کر دعا کی جاتی ہے۔

ملتان کے سورج مندر کا بیان عرب سیاحوں نے خاص طور پر کیا ہے۔ اسکی پوجا کرنے والوں کو اسکے ایک فرقہ کی شکل میں بیان کیا ہے۔ ابن ندیم اور شہرستانی نے اس فرقہ کو دنی کبتیہ (سورج کے پجاری) کہا ہے۔ ابن ندیم نے سورج کے طریقہ بندگی اور سورج دیوتا کی مورتی کا بیان درج ذیل طریقے سے کیا ہے۔

سورج کے پجاری سورج دیوتا کی مورتی بنا کر اسکے ہاتھ میں آگ کے رنگ کا ایک جوہر دے کر چار پہیوں والی گاڑی پر نصب کرتے ہیں۔ اس گاڑی میں وہ پہیوں کی جگہ پر چار گھوڑے لگاتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ سورج فرشتوں (دیودوتوں) کا راجہ ہے۔ اسی سبب اس کی پوجا کی جاتی ہے[۱] ابن ندیم کی تفصیل سے مکمل طور پہ ظاہر ہوتا ہے کہ دین کمتیتہ سے مراد سورج پوجنے والوں سے ہے لیکن اس نے جس مورتی کا بیان کیا ہے وہ کہاں واقع تھی؟ واضح طور پر نہیں کہا جا سکتا۔

شہرستانی نے لکھا ہے سورج پوجاریوں کے مطابق سورج ایک فرشتہ (دیودت) ہے جس میں عقل اور زندگی دونوں بہتے ہیں۔ سورج پوری دنیا اور ستاروں کو منور کرتا ہے۔ لوگ آسمان کا راجہ مان کر اسکی عزت کرتے ہیں[۲]

البیرونی نے ملتان کے سورج مندر کی شہرت اور قدامت کا ذکر کیا ہے، اسکے مطابق سورج کے لئے وقف ان کی سب سے مشہور مورتی آدتیہ کہلاتی تھی۔ یہ لکڑی کی تھی اور لال چمڑے سے ڈھکی ہوئی تھی اس کی دونوں آنکھوں میں دو لال پدم راگ تھے۔ ایسا خیال ہے کہ وہ پچھلے عہد تخلیق میں بنائی گئی تھی جس کو اب ۲،۱۶،۴۳۲ برس گزر گئے[۳]

---

۱ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۲۵-۲۴ ۲ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۲۶-۲۵

۳ سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۱۶

ابن رُستہ نے ملتان کی سورج دیوتا کی مورتی کا روپ درج ذیل طور پر بیان کیا ہے۔

اس مورتی کی لمبائی بیس گز سے زیادہ ہے۔ یہ آدمی کی شکل کی ہے۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ یہ مورتی آسمان سے اتاری گئی ہے اور اس کی پوجا کا حکم کیا گیا ہے اس مورتی کے چار ہاتھ ہیں[1]۔ ابن ندیم[2]۔ مسعودی[3]۔ مقدسی[4] اور قزوینی[5] کا بیان بھی اس سے ملتا جلتا ہے۔ بشاری مقدسی اور اصطخری نے البیرونی کے بیان سے ملتا جلتا بیان پیش کیا ہے۔ اس کے مطابق ملتان کے اس مندر میں ایک مورتی ہے جسے سول استھان کے نام سے پکارا جاتا ہے اسی مورتی کے نام پر اس کا نام ملتان ہوا ہے۔ یہ مورتی آدمی کی شکل کی، اینٹوں سے بنے ہوئے ایک تخت پر بیٹھی ہوئی ہے ملتان کا یہ مندر ایک پروقار راجہ کے تحفہ کی طرح معلوم ہوتا ہے یہاں بہت زیادہ چہل پہل رہتی ہے یہ مورتی تخت پر پالتی مارے ہوئے سر پر سونے کا تاج لگائے اور دونوں ہاتھ گھٹنوں کی طرف بڑھائے ہے۔ اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے کو اس طرح پکڑے ہوئے ہے کہ چار ہاتھ معلوم ہوتے ہیں[6] مسعودی نے لکھا ہے کہ یہی وہ مندر ہے جس سے ملتان کے امیر کی بہت زیادہ آمدنی بھینٹ میں حاصل شدہ خوشبودار لکڑیوں سے ہے[7] البیرونی لکھتا ہے کہ ہندوستان کے دور دراز سے ہندو آکر جواہر، عود وغیرہ[8] قسم قسم کے خوشبودار سامان نذر کرتے ہیں اور آزادی کے ساتھ پوجا پاٹھ کرتے ہیں[9] ابوزید نے لکھا ہے کہ اس مندر میں لوگ دو دو ہزار اشرفیوں کا عود جلانے کو بھیجتے تھے جن کو بحاری عرب سوداگروں کے

۱؎ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ ص ۱۸۱-۱۸۲ ۲؎ ابن ندیم ص ۴۸۶-۴۸۵
۳؎ مروج الذہب حصہ ۱ ص ۱۳۷ ۴؎ مقدسی صفحہ ۳۳۸ عرب و بھارت کے سمبندھ ص ۱۷۵-۱۷۴
۵؎ عرب و بھارت کے سمبندھ: مترجم رامچندر ص ۱۷۵ ۶؎ عرب و بھارت کے سمبندھ ص ۲۵۱ ۷؎ مروج الذہب حصہ ۱ ص ۳۷۵-۳۷۶ عرب و بھارت کے سمبندھ ص ۲۵۱
۸؎ مروج الذہب حصہ ۱ ص ۳۷۵-۳۷۶ عرب و بھارت کے سمبندھ مترجم رامچندر ص ۲۵۱

Marfat.com

بیچ دیتے تھے[۱]۔

اصطخری اور یاقوت نے لکھا ہے کہ اس مندر سے حاصل شدہ دولت کو پجاری خزانے (کوش) میں دے دیتے ہیں اور اسی سے مندر کے پجاریوں کی تنخواہ دی جاتی ہے[۲]۔ گجرات کے سومناتھ مندر کی طرح اس مندر میں بھی ناقابل پیمائش دولت تھی، چاندی اور سونے کے سامان تھے۔ دیش کے کونے کونے سے اس کے درشن کے لئے لوگ آتے تھے اور مندر میں تحفہ و تحائف چڑھاتے تھے[۳]۔

عرب سیاحوں نے سورج کی طریقہ بندگی کے سلسلے میں روشنی ڈالی ہے ابن ندیم اور شہرستانی نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ سورج کے پجاری سورج دیوتا کی مورتی کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور اس کا چکر لگاتے ہیں باجا بجاتے ہیں نیز بخور (دھوپ) نذر کرتے ہیں۔ سورج کی پوجا دن میں تین بار کی جاتی ہے۔ پجاری اور منتظم کار اس مندر کا بند و بست، مندر کو بخشش میں دی گئی زمین سے کرتے ہیں دور دور سے بیمار لوگ یہاں آتے ہیں، درشن کرتے ہیں، برت رکھتے ہیں اور اپنے صحتمند ہونے کی دعا کرتے ہیں۔ جب تک وہ شفایاب نہیں ہوتے ہیں یہیں پر رہتے ہیں[۴]۔

ابن رستا نے لکھا ہے کہ یہاں پر دور دور سے لوگ درشن کے لیے آتے ہیں اور اپنا سر منڈوا کر بائیں طرف سے سات بار اس کا چکر لگاتے ہیں اور مورتی کے ہر ایک مجسمہ کی طرف وہ سر جھکاتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔ وہ آگے لکھتا ہے کہ کچھ لوگ اپنی آنکھیں نکال کر اس کی آستین میں رکھ دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں: ہے بھگوان! میں نے تیری خواہش کے لئے اپنی آنکھیں تیرے قدموں میں پیش کی ہیں۔ میری عمر دراز ہو، مجھے دولت دو، میری ضرورتیں پوری کرو[۵]۔

۱؎ ابو زید: سفر نامہ حصہ ۸ ص ۲۰۱ ۲؎ اصطخری حصہ ۸ ص ۲۰۱ ۳؎ مجمع البلدان (اصطخری کے مطابق) یاقوت: حصہ ۸ ص ۱۸۳ ۴؎ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ ص ۷۵-۷۴
۵؎ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ ص ۱۷۳

Marfat.com

عرب سیاحوں کے علاوہ دیگر سیاحوں کی تفصیل بھی ملتان کے اس سورج مندر پر روشنی ڈالتی ہیں۔ ہیون سانگ نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ مول کے مقام پر سورج کا ایک مشہور مندر تھا۔ مورتی سونے کی بنی تھی اور بیش بہا سامانوں سے مزین تھی۔ اس میں انوکھی شان تھی اور اسکی خوبیاں دور دور تک پھیل گئی تھیں۔ وہاں پر عورتیں لگاتار باری باری سے گاتی بجاتی تھیں۔ رات بھر چراغ روشن رہتے تھے۔ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو برابر پھیلی رہتی تھی۔ پورے ہندوستان کے راجہ اور سردار وہاں جاتے اور مورتی پر بیش بہا سامان چڑھاتے تھے انھوں نے آرام گھر بھی بنوادیے تھے جہاں آنے والے بغیر فیس رہتے تھے۔ بیماروں اور غریبوں کیلئے کھانا، میٹھا پانی (شربت) اور دوا کا انتظام بھی وہ اپنی طرف سے کرتے تھے۔ اس مندر میں روزانہ ہی مختلف ملکوں سے آئے ہوئے تقریباً ایک سو یاتری دعا کے لئے حاضر رہتے تھے

سور فرقہ کے پیروکار پیشانی پر لال چندن سے سورج کی شکل بناتے اور لال پھولوں کی مالا پہنتے تھے وہ برہم روپ میں نکلتے ہوئے سورج کی، ایشور کے روپ میں دوپہر کے سورج کی اور وشنو کے روپ میں ڈوبتے سورج کی پوجا کرتے تھے۔ سورج کے کچھ بھگت بھی اسے دنیا کی روح مان کر سورج منڈل کو دیکھتے کا برت لیتے تھے۔[1] کچھ بھگت سورج کو دیکھے بغیر کھانا نہیں کھاتے کچھ لوگ سورج کے سکے کو تپائے ہوئے ہوئے لوہے سے پیشانی پر نقش کرکے لگاتار اسکے دھیان میں مگن رہنے کا طریقہ اپناتے تھے۔ سورج کی مورتی کے پہلے درجہ کا ثبوت بودھ گیا کے آرٹ میں ملتا ہے[2] سورج کی رتھ پر بیٹھی مورتیاں کم ملتی ہیں جو پورے بدن کو ڈھکے ہوئے پیر میں بوٹ دکھلائے جاتے ہیں کہیں کہیں بوٹ نہ دکھلا کر زیادہ طاقتور کے سبب نیچے کا پاؤں نہیں دکھلایا جاتا ہے جو خنجر کا شک پیدا کرتا ہے یہ لباس شک راجاؤں کا شاہی لباس تھا[3]

سلہ وارس حصہ ۲ صفحہ ۲۵۴ سلہ اے کیٹلاگ آف دی براہمن کل امیجز ان متھرا آرٹ ایچ ایس
سلہ پراچین بھارتیہ سادھنا کی سانسکرتک بھومیکا صفحہ ۵۵۶ سلہ پران ودمرش چوکھمبا ایڈیشن صفحہ ۶۹۹

عرب سیاحوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ملتان کے سورج مندر کا باعزت مقام تھا۔ عرب سیاح ابن رُستا، ابن خرداذبہ، اصطخری وغیرہ نے ملتان کو فرزیج الذہب (سنہری سرحد) کہا ہے۔ ابن خرداذبہ کے مطابق اسکا نام اس لئے پڑا کیونکہ حجاج کے بھائی محمد بن یوسف[1] کو یہاں ایک گھر سے چالیس بھار[2] سونا حاصل ہوا تھا۔ ملتان کے سورج مندر کی قدیم زمانے میں بہت زیادہ عزت تھی جیسا کہ ابن رُستا نے بیان کیا ہے کہ سورج مندر کے دیوتا کے درشن کے لیے لوگ ایک برس پیدل چل کر آتے ہیں۔ وہ اپنے کندھے پر صندل کے بھاری بھاری ٹکڑے رکھے رہتے ہیں۔ وہ پہلے ایک ٹکڑا تین میل دور رکھ دیتے ہیں پھر دوسرا تین میل اور آگے لے جاتے ہیں۔ پھر پہلے ٹکڑے کو لے جاتے ہیں۔ اس طرح ٹکڑے کو آگے پیچھے لے جاتے ہوئے سورتی کے قریب پہنچ جاتے ہیں تبھی لوگ مورتی سے اپنا بدن نذر کرنے کی اجازت مانگ کر ایک لمبی لکڑی کا نوکیلا سرا پیٹ میں چبھو کر سینہ سے نکال لیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ایسا کرنے سے مورتی کی خواہش اور قربت حاصل ہوتی ہے کچھ لوگ اپنا دھن دولت مورتی کے سامنے لاکر نذر کر دیتے ہیں[3]

سلیمان نے ایک پجاری کا ذکر کیا ہے جو سولہ برس تک سورج کی طرف منہ کر کے عبادت کرتا رہا

بھارت کے وسیع صحن میں ہونے والی سورج پوجا کی عوام میں رائج روایت کو مختلف عرب مصنفین نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس لئے ان کی تفصیلات خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔ درحقیقت سورج کو دو صورتوں میں دیکھا جاتا ہے۔

۱۔ فطری صورت: جس کے ذریعہ وہ کائنات کو روشن کرتے ہیں۔

۲۔ روحانی صورت: جس کے ذریعہ وہ انسان کے دل میں رغبت اور روشنی بھرتے ہیں۔

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ا ص۴۵ [2] ایک بھار ا۳۳۳ من کا ہوتا ہے۔

[3] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ا ص۸۹۔۱۸۲

Marfat.com

ان دونوں خوبیوں سے معمور سورج دیوتا کے تئیں محبت کا جذبہ صرف ہندوستان کی سرحدوں میں محدود نہ رہا بلکہ دنیا کی بہت سی قدیم تہذیبوں، میسوپوٹامیہ، ایران، یونان وغیرہ میں بھی سورج کی پوجا کے بہت سے بیان ملتے ہیں۔ ہندوستان کے ملتان پر واقع سورج مندر کی خوبصورتی نے عرب مصنفین کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہوگا پیش کردہ باب کے ماتحت مندر میں ہونے والی سرگرمیوں پر عرب مصنفین کی تفصیلات کا تذکرہ پیش کرنے کی سنجیدہ کوشش کی گئی ہے۔ سورج دیوتا کے تئیں عقیدت نے بھکتوں کو اپنا سب کچھ نچھاور کر دینے کی ترغیب دی تھی۔

عرب سیاحوں نے بودھ مذہب کے پیروکاروں

بودھ اور جین مذہب کو 'سمنی' کہا ہے ایلیٹ نے 'سمنیہ' لفظ کا بنیادی سنسکرت روپ 'شرمن' مانا ہے۔ یونانی سیاحوں اور تاریخ کے مصنفین نے بھی ان کے لئے سرامنیز، اثار سمنیہ اور سموئی وغیرہ الفاظ کا ذکر کیا ہے۔ مطہر مقدسی نے ہندوؤں کے دو مشہور فرقوں کے تذکرے کئے ہیں۔

۱۔ برہنیہ (برہمن)، ۲۔ سمنیہ (شرمن یا بودھ)

یہ دونوں فرقے ایک دوسرے کے مخالف تھے (سمنیہ حقیقت میں بودھوں کا ہی نام ہے[1]) سمنیہ، لفظ عرب مصنفین کی تفصیلات میں مختلف مقامات پر آیا ہے۔

ابن ندیم اور مقدسی نے لکھا ہے کہ سمنیہ کے اوتار گوتم بدھ کے سلسلے میں دو خیالات (نظریے) رائج تھے کچھ کا عقیدہ تھا کہ بدھ ایشور کے ذریعہ بھیجے گئے پیغمبر (اوتار) تھے۔ دیگر لوگوں کے مطابق خود ایشور تھے جو دنیا میں پیدا ہوئے تھے[2] شہرستانی نے اپنی کتاب ملل والنحل میں لکھا ہے کہ مہاتما بدھ وقتاً فوقتاً آدمی کی شکل اختیار کرکے اس دنیا میں آتے رہے ہیں۔ کچھ لوگوں نے مہاتما بدھ کی مطابقت مسلمانوں کے

---

[1] ہسٹری آف انڈیا حصہ اول ص ۵۰ [2] عرب و بھارت کے سمبندھ، مترجم راگھیندر ص ۱۶۷-۱۶۸

پیغمبر حضرت ﷺ کی ہے۔

حمزۃ اصفہانی نے لکھا ہے دنیا کے دو فرقے تھے :

۱۔ سمنیہ ۲۔ کیلڈین (کیلڈیا والے)

سمنیہ پورب دیش کے رہنے والے تھے جیسے کہ آج بھی چین اور ہندوستان میں موجود ہے خراسانی انھیں شمن کہتے ہیں[۱] ابن ندیم نے بوزاسف (بدھ) کی پیدائش کا مقام ہندوستان بتایا ہے۔ اس مذہب کے ماننے والے دنیا میں رہنے والے سبھی مذہبوں کے لوگوں سے زیادہ سیدھے ہیں۔ عرب سیاح کے ذریعہ استعمال شدہ لفظ بوزاسف (بدھ) بودھستو سے نکلا ہے اس لئے عرب والے بوزاسف سے مراد بودھ لیتے ہیں اور "سمنیہ" سے مطلب بودھ مذہب کے جنم داتاؤں سے ہے۔

بودھ مذہب کے اصول : گیارھویں صدی کے عرب سیاح شہرستانی نے بدھ لفظ کے سلسلے میں لکھا ہے بُد (بدھ) سے اس وجود کا مطلب ہے جو نہ تو جنم لے کر پیدا ہوتا ہے اور نہ مرتا ہے، نہ پیتا ہے نہ بڈھا ہوتا ہے۔ شہرستانی کے اس بیان سے 'نروان' کی حالت کا علم ہوتا ہے اسے بودھ مذہب کا آخری مقصد کہا گیا ہے۔ مہاتما بدھ نروان حاصل کرنے کے بعد بھی بہت دنوں تک زندہ تھے نروان ہی زندگی کے مسئلہ اور نجات کا دوسرا نام ہے۔ مہاتما بدھ نے دنیا کے دکھوں سے چھٹکارا پانے کو نروان کی حالت بتایا ہے۔ عرب سیاح ابن ندیم نے دنیا کے دکھوں اور پریشانیوں کو شیطان کہا ہے سمنیہ کے مذہب کا مقصد دنیا کی تکلیفوں (شیطان) سے چھٹکارا دینا ہے شہرستانی نے دس طرح کے گناہوں سے بچنے کی تعلیم دی ہے اور سچائی کے علم کی تلاش کرنے والے شخص کے لیے بہت سی ممانعتیں بتائی ہیں۔ دوسروں کی دولت ہڑپ لینا ناجائز ہمبستری

---

[۱] ابن ندیم الفہرست صفحہ ۳۴۷ - ۳۴۵

Marfat.com

جھوٹ چغل خوری، غلط الفاظ کا استعمال، حماقت آمیز باتیں کرنا نیز موت کے بعد گناہ اور ثواب کے کاموں کے پھل کی نجات میں بے یقینی بیان کی گئی ہے اس کیلئے سخاوت، مروت، برائیوں سے دوری، غصہ، دنیاوی خواہشات کو چھوڑ دینا، اس دنیا سے نجات حاصل کر کے دوسری دنیا حاصل کرنے کی کوشش علم سے دل کو روشن کرنا، دل داری اور میٹھی بولی، دوستوں اور بیگانوں کے ساتھ اچھا سلوک دنیا سے الگ ہوکر بھگوان کی طرف دھیان دینا، ضمیر کو خواہشوں اور لالچوں سے آزاد کرنا ہے[۱] بدھ مذہب کے تحت چار چیزیں سچ مانی گئی ہیں :-

۱۔ دکھ: اس سنسار میں دکھ ہی دکھ ہے ۲۔ دکھ سمدے: گوتم بدھ نے شیطان (دکھ) سے پریشان ہونے کا سبب پیاس یا جنسی خواہش پوری کرنے کی تمنا، بتائی ہے۔ پیاس کا خاتمہ کر کے آدمی دکھوں سے آزاد ہو سکتا ہے۔

۳۔ دکھ نرودھ: دنیاوی دکھوں اور خواہشوں کو روک کر آدمی پیدائش، موت کے بندھن سے آزاد ہو جاتا ہے عرب سیاح نے لکھا ہے بدھ کے سلسلے میں الگ الگ رائیں ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ بدھ کی حاصل شدہ حالت سے پہلے بردے سیت (بے دست یا بودھی ستو) کی حالت ہے۔ بردے سیت کا مطلب ہے سچائی کے علم کی تلاش کرنے والا شخص۔ سچائی کے علم کی کھوج کرنے والے لوگوں کیلئے بھروسہ، ہمت، دنیاوی خوبصورتی اور کشش سے الگ رہنا۔ دنیاوی کاموں میں غرق لوگوں سے دوری پوری کائنات کے ساتھ محبت اور مروت کا سلوک، کسی زندگی کا قتل نہ کرنا وغیرہ اصولوں کی پابندی کرنا ضروری ہے[۲]۔ سوندرا نند میں دکھ کو روکنے کے لئے ہمت، سادگی، شرم، ہشیاری، دسا دھانی، تنہائی صفائی... اطمینان، بے نیازی کی کمی، دنیاوی خواہشوں سے بے دلی اور بے غرضی کی بہت زیادہ ضرورت بتلائی ہے۔

---

[۱] عبدالکریم شہرستانی حصہ ۳ صفحہ ۲۱۳ [۲] عبدالکریم شہرستانی حصہ ۳ صفحہ ۲۱۴

Marfat.com

۴۔ دکھ نرودھ گامنی: گوتم بدھ نے دنیاوی دکھوں سے نجات پانے کے لئے ایک راستہ اپنایا ہے جو دکھ نرودھ گامنی پرتی پدا مارگ کہلاتا ہے۔ ہر ایک پوجا کرنے والے کو نرواں کا راستہ حاصل کرنے کیلئے ــــ راستے کی پابندی کرنا ضروری ہے :۔

۱۔ پوری نگاہ ۲۔ پوری بات ۴۔ کام ۵۔ روزی ۔ ۶۔ ورزش ۔

۷۔ یادداشت ۔ ۸۔ فکر

یہ درمیانی راستہ ہے۔ یہ ایک طرف تو عورتوں سے صحبت اور دوسری طرف سخت تپسیا اور جسمانی اذیت کے درمیان کا راستہ ہے۔

دنیا کے آنگن میں جہاں تمام بدھ کی بہت سی مورتیاں حاصل ہوئی ہیں ہزاروں سال پہلے بنائے جانے کے بعد ہی ان مورتیوں کی شکل وصورت ہر لحاظ سے بتوں کی بتوں ہے ابن ندیم نے بدھ کی مورتی کا اس طرح بیان کیا ہے۔ ایک شخص تخت پر بیٹھا ہے، چہرے پر بال نہیں ہے ٹھوڑی نیچے جھکی ہوئی ہے۔ چہرے پر مسکراہٹ اور انگلیاں کچھ کھلی ہوئی اور کچھ بند ہیں[1] یہ شکل ہندوستان کے بہت سے مقامات پر واقع بدھ کی مورتیوں سے مطابقت رکھتی ہے ابن ندیم نے بدھ کی ایک مورتی بغداد میں دیکھی تھی جس پر ایک مضمون بھی لکھا ہوا تھا۔ تیسری صدی ہجری کے خاتمہ پر عرب سیاح ابو زید نے بدھ سادھوؤں کا بیان کیا ہے۔ وہ انھیں 'بکیرجی' کہتا ہے جس کی شکل بھکشوؤں سے ملتی جلتی ہے اس نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں ایک فرقہ کا نام 'بکیرجین' ہے۔ یہ لوگ ننگے رہتے ہیں۔ ان کے بالوں کی لٹیں اتنی لمبی ہوتی ہیں کہ وہ ان کی عریانیت کو چھپا لیتی ہیں۔ ان کے ناخن بڑے ہوتے ہیں جن کو وہ کٹواتے نہیں بھوک لگنے پر کسی کے دروازے پر بھیک مانگ کر کھا لیتے ہیں سارے شہر میں گھومتے ہیں۔ یہ لوگ گلے میں انسان کی کھوپڑی دھاگے میں پرو کر پہنتے ہیں۔ کھانے کے وقت اسی کھوپڑی کو برتن، بتوں کی شکل میں استعمال کرتے ہیں بھوک لگنے پر

---

[1] ابن ندیم ص ۳۴۷، ۱۹

یہ لوگ شہر کی طرف آتے ہیں اس کے بعد لوٹ جاتے ہیں۔ بزرگ بن شہر یار نے سراندیپ کے سادھوؤں کا بیان حسب ذیل طریقے سے کیا ہے یہ سادھو بیکور کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ گرمی میں یہ لوگ بالکل ننگے رہتے ہیں۔ صرف بدن پر چار انگل کی لنگوٹی باندھتے ہیں۔ جاڑے میں چٹائی اوڑھتے ہیں اور بہت سے رنگوں کے کپڑوں کو جوڑ کر ایک کپڑا بناتے ہیں، اسی کو پہنتے ہیں۔ گلے میں آدمی کی کھوپڑی لٹکائے رہتے ہیں۔ وہ بدن پر جلی ہوئی ہڈیوں کی راکھ ملتے ہیں۔ عاجزی اور انجام ظاہر کرنے کے لیے یہ لوگ کھانا انہی کھوپڑی میں رکھ کر کھاتے ہیں[1]۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ یہ لوگ گلے میں کھوپڑی کی مالا ڈال کر جنگل جنگل گھومتے ہیں۔ ابوزید اور بزرگ بن شہر یار کے بیان سے بدھ بھکشوؤں کی شکل وصورت کا علم ہوتا ہے عرب مصنفین کی کتابوں میں بودھوں کو "شمنی" کہا گیا ہے جس کا مطلب لال کپڑے پہننے والوں سے ہے۔ لال رنگ سے مراد گیروا یا کیسریا رنگ ہے جو بودھ بھکشو پہنتے تھے۔ آج بھی عام طور پر یہ لوگ مخصوص کیسریا (زعفرانی) رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں۔ ابوزید، بزرگ بن شہر یار اور البیرونی تینوں مصنفین کے بیان سے ہر جگہ ظاہر ہے کہ بودھ بھکشوؤں کا ایک طبقہ کھوپڑی کی مالا پہنتا تھا۔ امکان ہے قرون وسطیٰ سے قبل بودھ مذہب کے تحت بھکشوؤں میں یہ شکل رائج رہی ہوگی۔

بودھ مذہب کی توسیع: عربوں کے حملے کے وقت ہندوستان میں بدھ مذہب موجود تھا محمد بن قاسم کے سندھ پر حملے کے وقت وہاں کے راجہ داہر کے خلاف بودھ مذہب کے پیروکاروں نے عربوں کا ساتھ دیا تھا اس سلسلے میں ابن ندیم نے لکھا ہے کہ اسلام سے قبل ٹرانس کارکیشیا اور خراساں میں بودھ مذہب موجود تھا اسی وقت یہ مذہب چین میں بھی رائج تھا۔ عرب سیاح سلیمان کے بیان سے بھی بخوبی علم ہوتا ہے اس کے مطابق چین کے مذہب کی بنیاد

---

[1] عجائب الہند صفحہ ۱۵۵ (لیڈن)، [2] سلیمان سوداگر کا سفرنامہ ۱۸۱۱ (پیرس)

ہندوستان ہے اور بودھ کی مورتیاں جو چین میں حاصل ہوئی ہیں وہ ہندوستان کی بنائی ہوئی ہے بودھ مذہب کا پرچار نہ صرف بھارت میں بلکہ غیر ممالک میں بھی ہوا۔ اس سلسلے میں شہنشاہ اشوک کی سب سے زیادہ اہم خدمات تھیں۔ براعظم ایشیا کے مختلف ملکوں میں بدھ مذہب مدت مدید پھلتا پھولتا رہا۔

بدھ کی مورتی پوجا: ابن ندیم اور شہرستانی نے "بت" (مورتی) لفظ کا استعمال کیا ہے۔ ان کے بیانات میں بت خانہ (مندر) بت پرست (مورتی پوجک) وغیرہ فارسی لفظوں کا استعمال یہ ظاہر کرتا ہے کہ قدیم زمانے میں مورتی کی پوجا ہوتی تھی۔ عربی میں اسے "بد" کہا گیا ہے اس سلسلے میں خوارزمی لکھتا ہے کہ سمنیہ لوگ (بودھ مذہب کے پیرو) مورتی پوجنے والے ہیں شری لنکا کے مشہور آثار (ایڈمس پیک) اور دوبارہ پیدائش کو مانتے ہیں چین میں بودھ مذہب کے ماننے والے بہت زیادہ تھے۔ عرب سیاح مسعودی چین کے بارے میں لکھتا ہے کہ ان کا مذہب پہلے کے لوگوں کا مذہب ہے اور یہ ایک دین ہے جس کو ـــ سمنیہ کہا جاتا ہے۔ ان کی پوجا کا ڈھنگ وہی ہے جو اسلام سے قبل قریش کے لوگوں کا تھا۔ یہ لوگ مورتیوں کو پوجتے ہیں اور عبادت کرتے وقت انھیں کی طرف رخ کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ مورتی کو ایشور (خدا) کی طرح مانتے ہیں اسی بنا پر پوجا کرتے ہیں پیش کردہ عبارت سے ہندوستان چین اور سری لنکا میں کی جانے والی بدھ کی پوجا پر روشنی پڑتی ہے۔ عام طور پر سمنیہ (بودھ مذہب) کے دو فرقے مشہور تھے (۱) ہین یان فرقہ (۲) مہایان فرقہ پہلے فرقے والی بدھ کو بھی ایشور (خدا) مانتے ہیں دوسرے فرقہ کے لوگ بدھ کو ایشور (خدا) کا اوتار (پیامبر) مانتے ہیں۔ بودھ کتابوں میں بودھ مذہب کے دو فرقے بتائے گئے ہیں (۱) ہین یان فرقہ (۲) مہایان فرقہ ابن ندیم نے سمنیہ کے ایک مندر کا بیان درج ذیل طور پر کیا ہے:۔ مہانگر میں واقع عظیم مندر تین میل کے رقبہ میں پھیلا ہوا ہے۔ اس مندر میں

بیس ہزار بدھ کی مورتیاں ہیں جو سونے، چاندی، لوہے، تانبے، پیتل، ہاتھی دانت اور مختلف قسم کے قیمتی پتھروں اور جواہرات سے بنائی گئی ہیں۔ ہر سال راجہ (میلے کے موقع پر) پیدل چل کر درشن کے لئے آتا ہے اس کے اندر ایک سونے کی مورتی بارہ ہاتھ اونچی ہے۔ جو سونے کے ایک چبوترے پر بیٹھی ہوئی ہے۔ یہ چبوترہ ایک سونے کے گنبد نما کمرے میں رکھا ہے۔ کمرہ سفید موتیوں اور لال ہرے آسمانی رنگ کے جواہرات سے مزین ہے ہر سال ایک مخصوص دن بھر یہاں پر قربانی دیتے ہیں اور اور اپنی جان تک اس پر قربان کر دیتے ہیں[1]۔ ابن ندیم کا بیان کردہ یہ مندر کس مقام پر واقع تھا اب اس کے بارے میں بتانا مشکل ہے۔ عرب سیاحوں نے بودھ مذہب کی قدامت کا بیان کرتے وقت بلخ میں واقع بودھ وہار کا بیان کیا ہے جس کے سلسلے میں کئی دانشوروں میں اختلاف ہے وہ اسے مجوسیوں کا مندر مانتے ہیں۔ سیاحوں کے بیانات اور ان کے ثبوت کی بنیاد پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ بودھوں کا وہار (مٹھ) تھا ابن ندیم اس سلسلے میں لکھتا ہے کہ نوبہار کے پھاٹک پر جو دستاویز ہے وہ یہ ہے بزاصف (بدھ) کا قول ہے کہ راجاؤں کے دروازے میں خوبیوں کے خواہشمند رہتے ہیں، عقل، اطمینان اور دولت۔ اسکے نیچے عربی میں لکھا ہے بزاصف نے جو کہا ہے وہ غلط ہے جس میں ان تینوں میں سے ایک بھی بات ہوگی وہ کسی راجہ کے دروازے پر کیوں جائے گا[1]۔ اس طرح دستاویز کی بنیاد پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ بودھ لوگوں کا بودھ وہار (مٹھ۔ اقامت گاہ) تھا مسعودی نے نوبہار کے سلسلے میں لکھا ہے کہ نوبہار کا مندر بہت زیادہ مضبوط اور بلند تھا اور اسکے اوپر بانسوں میں ہرے، ریشمی کپڑے کے جھنڈے لہراتے تھے۔ ہر جھنڈے کا کپڑا سو سو ہاتھ کے برابر ہوتا تھا۔ اس کے چاروں طرف کی دیواریں بھی ایسی ہی ہیں اس کے جھنڈے کا ریشمی کپڑا اتنا بڑا تھا کہ دور دور تک جاتا تھا[2]۔ نوبہار نام کے

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۱۳۱-۱۳۲ [2] مروج الذہب حصہ ۴ صفحہ ۴۸

متعدد وہار سندھ میں عربوں کے حملے سے پہلے موجود تھے سلیمان ندوی نے برمکر لوگوں کو بودھ دھرم کے پیروکار کی حیثیت سے مانا گیا ہے جس کا حقیقی تعلق ہندوستان سے تھا نہ کہ ایران سے خلاصہ کے طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستانی مذہب میں بودھ مذہب کا وجود اہمیت کا حامل تھا۔ بودھ مذہب کے ماننے والے گیروے (کیسری) کپڑے پہنتے۔ بھیک مانگتے اور ان میں سے بہت سے بودھ کی مورتی کو پوجتے تھے سندھ کے راجہ داہر کے خلاف بودھوں کے ذریعہ عربوں کو دی جانے والی مدد یہ اشارہ کرتی ہے کہ وہ راجہ داہر سے مطمئن نہیں تھے۔ ممکن ہے ہندو اور بدھوں کا اختلاف یا راجہ داہر کا بودھوں کے ذریعہ عربوں کو دی جانے والی مدد یہ اشارہ کرتی ہے کہ وہ راجہ داہر سے مطمئن نہیں تھے۔ ممکن ہے ہندو اور بودھوں کا باہمی اختلاف یا راجہ داہر کا بودھوں کے تئیں خراب سلوک اس کے لئے ذمہ دار رہا ہو یہ کہنا مناسب ہوگا کہ عرب سیاحوں کو بدھوں نے اپنی طرف متوجہ کیا تھا

جین مذہب : چھٹی صدی قبل عیسوی ہندو مذہب کے مخالف مذہب کی شکل میں جین مذہب (دھرم) کا رواج ہوا۔ جین مذہب کے اصول و فلسفہ ہندو مذہب سے مکمل طور پر علیحدہ ہیں۔ اس مذہب سے متعلق چوبیس تیرتھنکر (مذہبی پرچارک) ہوئے تھے جنھوں نے مذہبی تعلیم دے کر جین مذہب کو پھیلایا لیکن اس کے چوبیسیں تیرتھنکر مہابیر سوامی نے اپنے نئے خیالات اور کاموں سے اسے نئی زندگی عطا کی تھی۔ جین مذہب میں تیرتھنکر کی حیثیت مذہبی پرچارکوں کی شکل میں مانی جاتی ہے اور ان کا احترام ایشور کی طرح کیا جاتا ہے۔ تیرتھنکروں کی اپنی خواہش یہ ہے کہ نجات کے ذریعوں میں اوپری دکھاوا نہیں ہے بلکہ اس لئے گیان، شردھا (عقیدت) اور اچھا کردار ہی نجات کے لیے حقیقی ذرائع ہیں۔ جین مذہب کے اندر دو شاخیں تھیں (۱) دگمبر (۲) جس کے پیروکار ننگے رہتے تھے۔

۱؎ کتاب الفہرست صہ ۳۴۹ ۲؎ عرب و بھارت کے سمبندھ صہ ۱۴۱ ۳؎ پراچین بھارت کا دھارمک سماجک انوم آرتھک جیون صہ ۳۲۳

۲۔ شوتیامبر جس کے پیروکار سفید کپڑے پہنتے تھے۔ عرب سیاحوں نے اپنے بیانات میں جین مذہب کا تذکرہ کہیں نہیں کیا ہے۔ جب کہ عرب سیاحوں نے ہندوستان کی مذہبی حالت کا دلچسپ تذکرہ پیش کیا ہے۔ اس کا واحد سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جین مذہب کا پرچار نہیں ہوا ہوگا۔ عرب سیاحوں نے خاص کر جین مذہب کا پرچار نہیں ہوا ہوگا۔ عرب سیاحوں نے خاص کر جین مذہب کا بیان نہیں کیا ہے لیکن ہندوستان میں رہنے والے مختلف قسم کے سادھو سنیاسیوں کا بیان کیا ہے۔ امکان ہے انھیں میں جینی لوگوں کا بیان چھپا ہو۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ کچھ لوگ ہندوستان میں اپنے بدن کا کوئی بھی بال نہیں کاٹتے۔ گرمی کے سبب شروع میں وہ ننگے پھرا کرتے تھے اور سر کے بال نہ کاٹنے کا سبب لو سے بچنا تھا۔ عرب سیاح البیرونی کے اس بیان سے جین مذہب کے دگمبر فرقہ پر روشنی پڑتی ہے جس کے تحت لوگ بغیر لباس کے رہتے ہیں۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ یہ لوگ ننگے رہتے تھے۔ البیرونی نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ یہ لوگ بدن کے پوشیدہ حصوں کے بال نہیں کاٹتے اور ان میں جو لوگ صحبت کی شدید خواہش رکھتے ہیں وہ بھی ایسا کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی خواہش کے مطابق ناخن بڑھاتے ہیں جس کا استعمال وہ سر کھجلانے اور جوئیں ٹٹولنے میں کرتے ہیں ان کے سلسلے میں یقینی طور پر کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ ناخن کیوں بڑھاتے تھے لیکن جدید زمانے میں قدیم لوگوں کی طرح عورتیں ناخن بڑھاتی ہیں۔ ایسا صرف خوبصورتی کے نقطہ نظر سے کرتی ہیں قدیم ہندوستان کی مذہبی روایات میں جین مذہب کا ارتقا ہوا ان کے پیروکار ہندوستان کے مختلف حصوں میں پائے جاتے ہیں۔ ہندوستانی تہذیب و تمدن پر جین مذہب کا بہت کافی مقدار میں اثر پڑا ہے۔ البیرونی کے وقت گجرات اور کاٹھیاواڑ میں جین مذہب کا پرچار تھا چوتھی صدی قبل مسیح گجرات میں جین مذہب کا پرچار اس وقت ہوا جب بھدر باہو نے دکھن کی طرف رخ کیا تھا اس وقت شمالی ہند میں ہندو مذہب کا خاص طور پر پرچار تھا۔ کرناٹک میں دگمبر فرقہ کے لوگوں کی کثرت تھی گجرات میں چالکیوں کے عہد حکومت میں شوتیامبر فرقہ کا پھیلاؤ ہوا قدیم و سادھوؤں سے متعدد جین مندروں کے

Marfat.com

کے تعمیر کرائے جانے کی سند ملتی ہے۔ چالکیہ درلبھ راج کے بیٹے بھیم کے منترا وصکاری وملی
نے وردھمان سوری کی ترغیب سے ۱۰۳۱ء عیسوی میں آبو پر نیمی ناتھ کا مشہور مندر تعمیر کرایا تھا
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گیارہویں صدی میں جین مذہب گجرات میں ترقی یافتہ حالت میں پہنچ
گیا تھا اور سدھ راج نے شترو جنجیہ تیرتھ کو مالی امداد کے واسطے بارہ گاؤں خیرات میں
دیے تھے۔ البیرونی کے علاوہ ابوزید نے قنوج اور گجرات کے باشندوں کا بیان کیا ہے
جن کو "بیکر جین" کہتے تھے۔ یہ لوگ ننگے رہتے تھے ان کے بال اتنے لمبے ہوتے تھے
کہ بدن اور سر کو ڈھک لیتے ہیں۔ ناخن نہیں کاٹتے بلکہ خود ہی ٹوٹ کر گر جاتے ہیں۔ یہ
گھومتے رہتے ہیں اور گلے میں ایک پیالا کی طرح آدمی کی کھوپڑی لٹکتی رہتی ہے جس کا استعمال برتن
کی شکل میں کرتے ہیں بھوک لگنے پر کسی ہندوستانی کے دروازے پر بھیک مانگتے ہیں بھوک
لگنے پر کسی ہندوستانی کے دروازے پر بھیک مانگتے ہیں اور ہندوستانی باشندے ان کا
آنا مبارک مانتے ہیں اور انھیں بھیک میں پکے ہوئے چاول نذر کرتے ہیں۔ بزرگ بن شہریار
نے ان سادھوؤں کو "بےگور" نام سے پکارا ہے۔ یہ لوگ خاص طور سے لنکا میں رہتے تھے
مسلمانوں سے حد سے زیادہ محبت کرتے ہیں نیز ان سے گہرے تعلقات رکھتے ہیں۔ یہ لوگ
ننگے بدن اور ننگے پاؤں جاڑے میں بھی رہتے ہیں۔ کبھی کبھی کوئی سادھو پتوں کی لنگوٹی
پہن لیتا ہے جاڑے کے موسم میں یہ لوگ گھاس کی چٹائیاں اوڑھتے ہیں۔ کچھ لوگ مختلف
رنگوں کے چھوٹے ٹکڑوں کو ملا کر بنائی ہوئی لنگی باندھ لیتے ہیں اور بدن پر ہڈی
کی جلی ہوئی راکھ ملتے ہیں سر کے بال منڈا دیتے ہیں۔ گلے میں آدمی کی کھوپڑی لٹکائے
رہتے ہیں۔ غریبی و مسکینی دکھانے کے لیے اسی میں کھاتے پیتے ہیں عرب سیاحوں کے
ذریعہ دیے گئے بیان سے واضح نہیں ہوتا ہے کہ یہ "بکر جین" اور "بکور" سادھو
مذہب سے تعلق رکھتے تھے قدیم زمانے میں سادھو سنیاسیوں کی بہتات تھی۔ عرب
سیاحوں کے ذریعہ بیان کردہ تفصیلات معاشرے کے دوسرے سادھوؤں پر روشنی
ڈالتی ہیں۔ جین مذہب کے لوگوں پر روشنی نہیں ڈالتی ہیں۔

کتابیات

عربی وفارسی کتب (۱) ابوزید۔ سلسلۃ التواریخ (۲) عبدالقادر بغدادی۔
الفرق بین الفرق (۳) عبدالکریم شہرستانی : الملل والنحل (۴) البیرونی۔ تحقیق ملل الہند۔
آثار الواقیۃ بین القرن (۵) العتبی۔ تاریخ یمینی (۶) ابن فقیہ ہمدانی : کتاب البلدان
لیڈن (۷) ابن رستہ۔ العلاق النفیسہ (۸) اصطخری : مسالک الممالک کتاب الاقالیم (۹)
ابن ندیم : کتاب الفہرست (۱۰) ابن حوقل۔ نورالارض وسفرنامہ (۱۱) ابن خرداذبہ :
المسالک والممالک (۱۲) ابن ابی اصیبعہ : عیون الانباء فی طبقات الاطباء، مصر (۱۳) قاضی
صاعد اندلسی : طبقات الامم (۱۴) قاضی رشید بن زبیر : کتاب الذخائر والتحائف (۱۵) قزوینی :
آثار البلاد، متن جسے گوٹنجن ۱۸۴۸ (۱۶) خوارزمی : مفاتیح العلوم (۱۷) گردیزی : کتاب
زین الاخبار : مرتب ایم ناظم۔ برلن ۱۹۲۸ (۱۸) جاحظ : رسائل فخر السودان علی البیضان۔
کتاب البلدان، کتاب البیان والتبیین (۱۹) بلاذری : فتوح البلدان، برلن ۱۸۶۶ء
(۲۰) بزرگ بن شہریار : عجائب الہند (۲۱) بشاری مقدسی : احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم
لیڈن ۱۹۰۹ء (۲۲) مطہر بن طاہر مقدسی : البدء والتاریخ حصہ چہارم (۲۳) مسعودی : ۔
مروج الذہب ومعادن الجواہر، کتاب التنبیہ والاشراف، اخبار العجائب؛ نزہۃ المشتاق
فی اختراق الآفاق (۲۴) یعقوبی : تاریخ یعقوبی (۲۵) یاقوت : معجم البلدان حصہ، مصر
(۲۶) رشید الدین : جامع التواریخ (۲۷) شریف ادریسی : نزہۃ المشتاق (۲۸) سلیمان
سوداگر : سلسلۃ التواریخ

ہندی کتب : (۱) اگنی لال : اشوگھوش کالین بھارت (۲) آر جی بھنڈارکر : وشنو شیو
ور انیہ دھارمک مت (۳) اوجھا گوری شنکر ہیرا چند : راجپوتانہ کا اتہاس (۴) اے بی ایل
اوستھی : پراچین بھارت کا اتہاس (۵) گووند چند پانڈے : بودھ دھرم کے وکاس کا اتہاس
اتہاس، سوروپ ایوم سدھانت (۷) گوپی ناتھ کوی راج : بھارتیہ سنسکرتی ایوم سادھنا
(۸) دامودھر دھرمانند کوسمبی : پراچین بھارت کی سنسکرتی اور سبھیتا (۹) ودیکیندر ناتھ شکل :

بھارتیہ واستو شاستر پرتیما وگیان، (۱۰) موتی چند سارتھ واہ: پراچین بھارت کی پتھ پدتی (۱۱) موتی چند: پراچین بھارتیہ ویش بھوشا (۱۲) مراشی: کلچرل نرلش اوران کا کال (۱۳) رنجیت سنگھ: دھرم کی ہندو ادھار نا (۱۴) رام جی اپادھیائے: پراچین بھارتیہ ساہتیہ کی سنسکرتک بھومیکا (۱۵) راج بلی پانڈے: ہندو سنسکار، چوکھمبا سنسکرت، (۱۶) راج بلی پانڈے: ہندی ساہتیہ کی پیٹھیکا (۱۷) بیج ناتھ پوری: بھارتیہ سنسکرتی اور اتہاس بھارتیہ ودیا بھون، (۱۸) ومل چرن لا: پراچین بھارت کا اتہاسک بھوگول، (۱۹) دشوناتھ شکل: ہندو سماج بوسیتھا (۲۰) وشدھانند پاٹھک: اتر بھارت کا راجنیتک اتہاس، (۲۱) لالہ سنت رام: البیرونی کا بھارت، پریاگ (۲۲) جے شنکر مشر: پراچین بھارت کا ساماجک اتہاس (۲۳) پی وی۔ کانے: دھرم شاستر کا اتہاس (۲۴) مدو دنشی شبولت (۲۵) ستیہ کیتو ودیالنکار: پراچین بھارت کا دھارمک، ساماجک اوم آرتھک جیون (۲۶) رام چندر: عرب و بھارت کے سمبندھ۔

سنسکرت کتب

(۱) مانسولاس: رامیشور، سمپادک، جی کے۔ شری گونڈے کر گائیکواڑ، اورنٹیل سیریز شمار نمبر ۲ (۲) لکشمی دھر، کرتیہ کلپترو، سمپادک: کے۔ وی۔ رنگاسوامی آینگر گائیکواڑ، اورنٹیل سیریز، بڑودہ (۳) گرمسجۃ کانڈ (۴) سنسکار پرکاش۔ ویر متر دوے کا انش چوکھمبا سنسکرت سیریز، وارانسی (۵) راج شیکھر: لمبور سجری، کلکتہ دشو ودیالیہ۔ (۶) رگ وید: ساین بھاشیہ سہت، سمپادک، الف، سکیولر،

اردو کتب

(۱) اطہر مبارکپوری: ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں (۲) ابو جعفر: تاریخ سندھ (۳) بینی پرشاد: ہندوستان کی پرانی سبھیتا (۴) نیاز: محمد بن قاسم کے حملے سے بابر تک (۵) سید علی بلگرامی: تمدن ہند (۶) ہندوستان عربوں کی نظر میں دار المصنفین اعظم گڈھ (۷) محمد اکرام، آب کوثر (۸) سلیمان ندوی: عربوں کی جہازرانی عرب و ہند کے تعلقات (۹) صباح الدین عبد الرحمن: ہندوستان میں عہد وسطیٰ کی ایک جھلک

Marfat.com

انگریزی کتب (۱) اے۔ ایس۔ الٹیکر: اسٹیٹ اینڈ گورنمنٹ ان اینشینٹ انڈیا
راشٹرکوٹاز اینڈ دیر ٹائمس، دی پوزیشن آف وومن ان ہندو سولائیزیشن (۳) آر۔ ڈی۔ بنرجی
ہندو منٹس، کسٹمس اینڈ سروسز جلد ۳ (۴) اشوک کمار سرواستوا: انڈیا ایز ڈسکرائیبڈ
بائی دی عرب ٹریولرس (۵) اے۔ کے۔ مجمدار: دی چالوکیاز آف گجرات۔ بھارتیہ ودیا
بھون بمبئی (۶) اے۔ بی۔ کیتھ: ہسٹری آف سنسکرت لٹریچر (۷) اے۔ کنی گھم:
اینشینٹ جیوگرافی آف انڈیا، اڈیشن II (۸) ابو الحسن علی ندوی: اسلام اینڈ دی ورلڈ،
بمبئی، ۱۹۶۷ (۹) بی۔ پی۔ مجمدار: سوشیو اکنامک ہسٹری آف دی ناردرن انڈیا، (۱۰)
بی۔ این۔ پوری: دی ہسٹری آف گورجرا پرتی ہاراز، انڈیا ایز ڈسکرائیبڈ بائی آرمی
گریک رائٹرز (۱۱) بی۔ اے۔ سیلی ٹور: دی وائلڈ ٹرائبس ان انڈین ہسٹری (۱۲)
بدھا پرکاش: سم اسپیکٹس آف انڈین ہسٹری اینڈ سولائیزیشن، آن دی اوا آف مسلم
انویشن (۱۳) بی۔ سی۔ لا: البیرونیز نالج آف انڈین جیوگرافی، مگدھاز ان اینشینٹ
انڈیا۔ ماؤنٹینس آف انڈیا۔ جیوگرافی آف ارلی بدھزم۔ جوگرافیکل اسیز، جلد اول
ہسٹوریکل جیوگرافی آف اینشینٹ انڈیا، ہولی پلیسیز آف انڈیا۔ ریورس آف انڈیا۔
(۱۴) بھگوان داس: دی سائنس آف سوشل آرگنائزیشن (۱۵) کار اندر مجمدار: دی حریم
اینڈ دی پردہ (۱۵) سی۔ وی۔ ویدیا: ہسٹری آف میڈیول ہندو انڈیا (۱۶) دشرتھ
شرما: راجستھان تھرو دی ایجز، لیکچرس آن راجپوت ہسٹری اینڈ کلچر، ارلی چوہان
ڈائنسٹی۔ (۱۷) ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن: ہسٹری آف انڈیا بائی انس اون ہسٹرین۔
(۱۸) ای۔ جے۔ راپسن: کیمبرج ہسٹری آف انڈیا۔ (۱۹) الفنسٹن: ہسٹری آف
انڈیا، (۲۰) ای۔ ایچ۔ وارمنگٹن: کامرس بٹوین دی رومن امپائر اینڈ انڈیا (۲۱)
ای۔ ایچ۔ وارمنگٹن: کامرس بٹوین دی رومن امپائر اینڈ انڈیا (۲۱) ای۔ سی۔ سچاؤ:
البیرونیز انڈیا، (۲۲) ای رینوڈاٹ: اکاونٹ آف انڈیا اینڈ چائنا بائی ٹو
محمڈن ٹریولرس (۲۲) ایف۔ ای۔ کی: اینشینٹ انڈین ایجوکیشن (۲۳) ایف
اسٹین گیس: پرشین انگلش ڈکشنری (۲۴) جی۔ ایس۔ گھوریہ: کاسٹ اینڈ کلاس ان

Marfat.com

کاسٹ اینڈ کلاس ان انڈیا (۲۵) گری فتھس پینٹنگز ان بدھسٹ کیو ٹیمپل آف اجنتا۔
(۲۶) گووند چند پانڈے: اسٹڈیز ان دی اوریجنز آف بدھزم (۲۶) جی یزدانی: دی
ارلی ہسٹری آف دکن (۲۷) ایچ۔ سی۔ رے: دائناسٹک ہسٹری آف ناردرن انڈیا
(۲۷) ایچ۔ سی۔ چکلادھر: سوشل لائف ان اینشینٹ انڈیا (۲۸) ایچ۔ ٹی۔ لیمبرک
سندھ اے جنرل انٹروڈکشن۔ (۲۹) ہیگ وولزلے: دی کیمبرج ہسٹری آف انڈیا
(۳۰) ہورس جی ہوڈی والا: اسٹڈیز ان انڈو مسلم ہسٹری (۳۱) حبیب اللہ: فاؤنڈیشن
آف مسلم رول ان انڈیا (۳۲) ایچ۔ آر۔ گھوشال: این آؤٹ لائن ہسٹری آف
دی انڈین پیپل (۳۳) ایشوری پرشاد: میڈیول انڈیا (۳۴) انسنگ، جے ٹکوسو:
اے ریکارڈ آف بدھسٹ ریلیجن ایز پریکٹسڈ ان انڈیا اینڈ دی ملایا (۳۵) اندرا:
دی اسٹیٹس آف وومن ان اینشینٹ انڈیا (۳۶) جے گونڈا: وشنوازم اینڈ شیوازم
(۳۷) جے۔ ایس۔ مشرا: سم آبزرویشن آف ایمپرر ہرشا اینڈ ہز رول ان انڈیا۔
(۳۸) کے۔ اے۔ نیلکنٹھ شاستری: لائف اینڈ کلچر آف دی انڈین پیپل، اے
ہسٹری آف ساؤتھ انڈیا (۳۹) خلیق احمد نظامی: سم اسپیکٹس آف ریلیجن اینڈ
پالیٹکس ان انڈیا ڈیورنگ تھرٹینتھ سنچری (۴۰) کے۔ ایم۔ اشرف: لائف اینڈ کنڈیشن
آف دی پیپل آف ہندوستان (۴۱) کے۔ وی۔ آر۔ آئنگر: سم اسپیکٹس آف ہندو
ویو آف لائف اکارڈنگ ٹو دھرم شاستر (۴۲) کے۔ ایم۔ منشی: دی گلوری دیٹ واز
گرجرا دیش۔ بمبئی (۴۳) میکرنڈل: اینشینٹ انڈیا ایز ڈسکرائبڈ میگستھنیز اینڈ آرین
(۴۴) منی کوٹھاری لال جین: جینیا سکس اینڈ اسکولز (۴۵) ایم۔ ناظم: دی لائف
اینڈ ٹائم آف سلطان محمود آف غزنہ (۴۶) مارگولیتھ: عرب ہسٹوریئنز
(۴۷) ایم۔ پی۔ شریواستوا: سوسائٹی اینڈ کلچر آف میڈیول انڈیا (۴۸) مقبول احمد:
انڈو عرب ریلیشنز (۴۹) این۔ جی۔ مجمدار: انسکرپشن آف بنگال۔

Marfat.com

(۵۰) این۔ایل۔ ڈے جیوگرافکل ڈکشنری آف انشینٹ اینڈ میڈیول انڈیا
(۵۱) این۔کے۔ دت : اوریجن اینڈ گروتھ آف کاسٹ ان انڈیا ـــــ
(۵۲) نریندر ناتھ : اسٹڈیز ان انڈین ہسٹری اینڈ کلچر (۵۳) اوم پرکاش :
فوڈ اینڈ ڈرنکس ان انشینٹ انڈیا (۵۴) پی۔کے۔ ہٹی : ہسٹری آف دی
عربس (۵۵) پی۔کے۔ گوڑ : اسٹڈیز ان انڈین کلچرل ہسٹری (۵۶) پی۔
ایچ۔ والووالکر : ہندو سوشل انسٹی ٹیوشن (۵۷) پی۔ این۔ پربھو :۔
ہندو سوشل آرگنائزیشن (۵۸) پی۔ وی۔ کانے : ہسٹری آف دھرم شاستر
(۵۹) رادھا کرشنن : دی ہندو وے آف لائف ریلیجن اینڈ سوسائٹی (۶۰)۔
آر۔کے۔ مکرجی : ہسٹری آف انڈین سولائزیشن (۶۱) آر۔جی۔ برکس :
رائیز آف دی محمڈن پاور ان انڈیا (۶۲) آر۔ایس۔ ترپاٹھی : ہسٹری آف
قنوج (۶۳) آر۔سی۔ مجومدار : کارپوریٹ لائف ان انشینٹ انڈیا، ہسٹری
آف بنگال (۶۴) آر۔ یوگی : دی ہسٹری آف گڑھوال ڈائنسٹی (۶۵) آر۔
ایس۔ شرما : شودراز ان انشینٹ انڈیا (۶۶) آر۔سی۔ مجومدار اینڈ پوسلکر :
دی ایج آف امپیریل قنوج (۶۷) آر۔ فک : سوشل آرگنائزیشن ان
نارتھ ایسٹ انڈیا ان بدھسٹ ٹائم (۶۸) رادھا گووند بسک : بدھا اینڈ
بدھا ازم (۶۹) آر۔کے۔ مکرجی : انشینٹ انڈین ایجوکیشن (۷۰) ہریشی بندھوپا
دھیائے : فارن اکاونٹس آف میرج ان انشینٹ انڈیا (۷۱) سرور قیوم خاں :
سم عرب ٹریولرس اینڈ دیر کنٹری بیوشن ٹو جیوگرافی (۷۲) شو پراجا سوال : دی
اوریجن اینڈ ڈیولپمنٹ آف وشنوازم (۷۳) ایس۔ایم۔ علی : عرب جیوگرافی
(۷۴) ایس۔ایم۔ایچ۔ نائنار : عرب جیوگرافرس نالج آف سدرن انڈیا (۷۵)
ایس۔کے۔ متر : دی ارلی رولرس آف کھجوراہو (۷۶) ایس۔ایم۔ جعفر : مسلم کلچرل

آسپکٹس آف مسلم رول ان انڈیا (۷۷) شرت چندر داس بہادر رائے: یونیورسٹیز ان اینشینٹ انڈیا (۷۸) ڈی۔ سی۔ سرکار: سلیکٹڈ انسکرپشن (۷۹) بی۔ ایم۔ بروا: اشوکا اینڈ ہز انسکرپشنز ایلین: کیٹلاگ آف دی گپتا کوائینس (۸۰) تارا چند: انفلوئنس آف اسلام آن انڈین کلچر (۸۱) ٹی۔ واٹرس: آن یوان چانگس ٹریولس ان انڈیا (۸۲) یو۔ ٹھاکر: دی ہسٹری آف سوسائٹی ان انڈیا (۸۳) وی۔ اے اسمتھ: دی ارلی ہسٹری آف انڈیا (۸۴) وی۔ ایس۔ اگروال: اے کیٹلاگ آف دی برہمنکل امیجز ان متھرا آرٹ (۸۵) وی۔ سی۔ سریواستوا: سن ورشپ ان اینشنٹ انڈیا (۸۶) ڈی۔ ایس۔ پاٹھک: ہسٹری آف شیوا کلٹس ان ناردرن انڈیا فرام انسکرپشن (۸۷) ووگل: کیٹلاگ آف متھرا میوزیم (۸۸) ونٹرنٹس: ہسٹری آف انڈین لٹریچر (۸۹) یوسف علی: میڈیول انڈین کلچر۔

جرائد۔ اینول رپورٹ آف ساؤتھ ایپی گرافی؛ آرکیولوجیکل سروے رپورٹ آف انڈیا؛ بمبئی گزیٹیر؛ برہان؛ کارپس انسکرپشنم انڈیکیرم؛ ایپی گرافیا انڈیکا؛ اسلامک کلچر؛ انڈین ہسٹاریکل کوارٹرلی؛ انڈین اینٹی کوائری؛ امپورٹنٹ انسکرپشنز فرام دی بروڈہ اسٹیٹ؛ انڈو ایرانیکا؛ جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال؛ جرنل آف دی بامبے برانچ آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی؛ جرنل آف کانگر ریسرچ سوسائٹی؛ جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف گریٹ بریٹن؛ جرنل آف دی ڈپارٹمنٹ آف لیٹرس، کلکتہ؛ جرنل آف دی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی؛ جرنل آف انڈین ہسٹری؛ میڈیول انڈین کوارٹرلی؛ پروگریس رپورٹ آف دی آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا؛ پروسیڈنگ آف انڈین ہسٹری کانگرس ۱۹۴۵؛ مینارسکی: آف دی اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز ۱۹۴۸۔ لندن۔

Marfat.com